U14151 16-12-07.

Title - FAAUST.

Creator - Goute ; Mutarjum Sayyed Abid Hussain.

Publisher - Anjuman Taraqqi urdu (Aurangabad).

Date - 1931

Pages - 348.

Subjects - German Adab - Drama.



یوحان وولف گانگ گوئیٹے

مقدمہ

باب اول

جرمن ادب گوئٹے سے قبل

'یورپ' کی تمام بڑی قوموں میں جدید تمدنی زندگی کے اعتبار سے 'جرمن' قوم سوائے 'روسیوں' کے (اگر ان کا شمار یورپ کی قوموں میں کیا جائے) سب سے کم سن ہے - جب یورپ اسلامی تمدن اور یونارومی تمدن سے متاثر ہوکر اس جمود سے چونکا جو اس پر قرون وسطیٰ کی آخری صدیوں میں طاری تھا تو فرانس اور انگلستان کو سیاست و معاشرت' علم و حکمت' ادب اور فنون لطیفہ' غرض زندگی کے ہر شعبے میں روز افزوں ترقی ہونے لگی - مگر جرمنی کی ترقی کا دور بہت دن کے بعد شروع ہوا - سولہویں صدی میں جو نئی زندگی کی لہر 'اطالیا' سے اٹھی تھی وہ یہاں بھی پہنچی مگر یہاں اسے عرصے تک ایسے گردابوں کا مقابلہ کرنا پڑا کہ اس کا سارا زور جاتا رہا - 'جرمنی' میں عہد جدید مذہبی اصلاح سے شروع ہوا - 'مارتن لوتھر' نے 'پروٹسٹنٹ' مذہب کی بنیاد ڈال کر اپنے ہم قوموں کو رومی کلیسا کی مذہبی اور سیاسی غلامی سے نجات دلائی - اس کے سبب

ہے ' جرمنی ' میں حرکت اور جوش کا ہیجان اٹھا مگر ملک کے بعض حصوں میں کیتھولک مذہب اس قدر مضبوطی سے جڑ پکڑ چکا تھا کہ نئے مذہب کی شدید مخالفت ہوئی اور مذہبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جس کے سبب سے تمدنی ترقی رک گئی - سترھویں صدی کے آغاز میں ان لڑائیوں میں ' سویڈن ' اور ' فرانس ' نے مداخلت کی - تیس سالہ جنگ نے ' جرمنی ' کو برباد کر دیا اور ' جرمن ' قوم کی روح کو ایسا کچلا کہ اسے پنپنے میں کم و بیش سو سال کا عرصہ لگ گیا - ' جرمنی ' کی علمی ترقی سترھویں صدی کے آخر میں شروع ہوئی اور اس کے سیاسی استحکام کی ابتدا اٹھارھویں صدی کے نصف اول میں اور تکمیل انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہوئی - کیونکہ سنہ ۱۸۷۰ ع میں جاکر ' جرمن ' ایک متحد قوم بن پائے -

مستقل جرمن ادب اصل میں اٹھارویں صدی سے شروع ہوتا ہے ، لیکن اس کی بنا سولہویں صدی میں پڑ چکی تھی - اس سے قبل قرون وسطیٰ میں اور ملکوں کی طرح ' جرمنی ' میں بھی علمی زبان ' لاطینی ' تھی - بولنے کی زبان بھی ایک نہ تھی بلکہ مختلف حصوں میں مختلف زبانیں رائج تھیں - ان زبانوں میں تصنیف و تالیف نہیں ہوتی تھی لیکن شاعری جو بہ قول ہر ڈر کے قوموں کی مادری زبان ہے موجود تھی ، اس پر مذہبی رنگ چھایا ہوا تھا اور چونکہ کیتھولک مسیحیت ' جرمن ' قوم کی طبیعت کے موافق نہ تھی اس زمانے کی ' جرمن ' مذہبی شاعری کچھ بے رنگ سی تھی - رزمیہ شاعری البتہ ان لوگوں کے مذاق کی

چھوڑ تھی - پرانی قومی داستانوں جو زاگز (Sagas) کہلاتی تھیں نظم کی جاتی تھیں اور بہت ہر دلعزیز تھیں - ان میں نیبلنگن (Nieblungen) کی داستان کو خاص امتیاز حاصل ہے - یہ ' زیگفریڈ ' کے کارناموں کا گیت ہے جو قدیم ' جرمنی ' کا ہیرو تھا جیسے ' رستم قدیم ' ایران ' کا - ' زیگفریڈ ' ایک سیدھا سچا بھولا بھالا سورما تھا - جنگجوی نے اس کے مزاج میں خشونت نہیں پیدا کی تھی - اس کا قلب رقت اور درد سے معمور تھا - وہ موسیقی کا شیدا تھا اور گھریلو زندگی کا عاشق - یہ جرمن قوم کا کیر کٹر ہے اور ' زیگفریڈ ' جرمن روح کی مثال - سولہویں صدی کی نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے اثر سے ' اطالیہ ' ' انگلستان ' فرانس میں لوگ تنگ مذہبی دائرے سے باہر نکلے اور قدیم ' روم ' و ' یونان ' کی تقلید میں علم و حکمت اور فنون لطیفہ کی طرف متوجہ ہوئے ' مگر ' جرمنی ' میں یہ تحریک صرف اس حد تک پہنچی کہ بعض لوگ ' یونانی ' اور لاطینی ' ادب کا مطالعہ کرنے لگے - ' یونان و روم ' کی روح ' جرمنی ' کی تمدنی زندگی میں سرایت نہ کرسکی - یہاں نشاۃ ثانیہ سے پہلے تجدید مذہب کا دور گذرا جس کا آغاز ' مارٹن لوتھر ' (سنہ ۱۴۸۳ تا ۱۵۴۶ ء) سے ہوا ' لوتھر ' اصل میں جدید ' جرمن ' تہذیب و تمدن کا بانی ہے - اس نے نہ صرف اس مذہب کی بنا ڈالی جو ' جرمنوں ' کی گہری مذہبیت کا مظہر ہے بلکہ ' جرمن ' زبان اور ادب کی داغ بیل بھی اسی کے ہاتھ سے پڑی - اس نے انجیل ' کا اپنے وطن ' سیکسنی ' کی زبان میں

ترجمہ کیا اور بہت سے مذہبی اور مناظرانہ رسائل لکھے ۔ اس کے ' ترجمہ انجیل ' کی سادی اور ستھری زبان تمام جرمنی کی متحدہ زبان بن گئی ۔ اس نے ایک طرف پادریوں اور دوسری طرف ' لاطینی ' کے پرستاروں کے مقابلے میں ' جرمن ' زبان کی حمایت کی اور اسے ادبی زبان بنانے کی کوشش کرتا رہا ۔ اُس زمانے میں چھاپا نیا نیا ایجاد ہوا تھا ۔ ' لوتھر ' نے مطبوعہ کتابوں کو رواج دیا اور اُن کے ذریعے سے اُس کے مذہبی خیالات کے ساتھ ساتھ زبان کی بڑی اشاعت ہوتی رہی ۔ اُس کی گہری نظر نے دیکھ لیا تھا کہ جو چیز مقبول عام نہ ہوسکے وہ قومی ترقی کے لئے زیادہ مفید نہیں ۔ جس اصول کو پیش نظر رکھ کر اُس نے ' انجیل ' کا ترجمہ کیا تھا اُسے وہ ذیل کے الفاظ میں بیان کرتا ہے جن سے اُس کی اصابت رائے اس کی قومی محبت اور اُس کے اکھڑ پن کا اندازہ ہوتا ہے " ان گدھوں کی طرح ' لاطینی ' صرف و نحو سے نہ پوچھنا چاہئے کہ ' جرمن ' زبان کیوں کر بولی جائے بلکہ گھر میں بیٹھنے والی ماؤں سے ' سڑک پر کھیلنے والے بچوں سے ' بازار میں پھرنے والے لوگوں سے ' ان کی بات چیت کان لگا کر سنو اور اسی زبان ترجمہ کرو ۔ تب وہ سمجھیں گے کہ تم ' جرمن ' زبان بول رہے ہو " ۔

' لوتھر ' کے مددگاروں میں ' اُلرش فان ہیوٹن ' Ulrich von Huetten (۱۴۸۸ تا ۱۵۲۳ ع) خاص امتیاز رکھتا ہے ۔ وہ ابتدا میں ہیومانزم کی تحریک کا مرید تھا اور ' لاطینی ' زبان کا شیدا ۔ مگر ' لوتھر ' کے اثر سے اس کے خیالات بدلے اور وہ نہایت جوش و خروش سے مذہبی

سلسلہ انجمن ترقی اردو نمبر ۵۲

گوئٹے

کا

فاؤسٹ

حصہ اول

مترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ام اے ، پی ایچ ڈی

سنہ ۱۹۳۱ ع میں

باہتمام محمد صدیق حسن منیجر انجمن اردو پریس ، اردو باغ اورنگ آباد دکن ، میں چھپا اور دفتر انجمن ترقی اردو سے شایع ہوا —

قیمت مجلد چار روپے غیر مجلد تین روپے آٹھ آنے } (طبع اول ۱۰۰۰ نسخہ)

ہدیۂ خلوص

محبی محمد مجیب صاحب کی خدمت میں

عابد

اصلاح اور 'جرمن' قوم کے سیاسی اور ذہنی استقلال کا حامی بن گیا - اُس کی طبیعت میں 'لوتھر' سے زیادہ شورش تھی چنانچہ اس نے اپنے زمانے کی انقلابی تحریک میں نمایاں حصہ لیا - اُس کی ادبی خدمات بھی کم نہیں - آج تک اُس کے قومی گیت فدائے ملت 'جرمنوں' کے دلوں کو اُبھارتے ہیں —

افسوس ہے کہ ملک کے سیاسی انتشار نے اس عہد میں 'جرمن' ادب کی اُٹھتی جوانی کو برباد کر دیا تجدید مذہب نے جو نئی روح پھونکی تھی وہ بجائے اس کے کہ عام تمدنی اور ادبی ترقی میں صرف ہوتی خانہ جنگیوں کی نذر ہوگئی - سولھویں صدی کی ادبی پیداوار سوائے مذہبی گیتوں یا 'پوپ' کے خلاف طنزیہ نظموں اور ڈراموں کے اور کچھ نہیں - 'ھانس زاکس' نے ڈراما کو وسعت دینا چاہی اور 'وکرام' نے ناول کی بنا ڈالی' لیکن عام ذہنی معیار اس قدر کم تھا کہ یہ دونوں چیزیں ترقی نہ کرسکیں 'جرمن' قوم کے گہرے دلی جذبات اس زمانے میں ادب العوام (Folklore) میں ظاہر ہوے' جن میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر 'اولن شپیگل' کے قصے اور 'فاؤسٹ' کی داستان ہے جو 'گوئٹے' کے ڈراما کا ماخذ ہے —

'سترھویں' صدی کی ابتدا میں 'جرمنی' میں ادبی تحریک کچھ دن کے لئے پھر اُبھری - اس زمانے میں ملک میں مقابلتاً امن تھا اور لوگوں کو کسی قدر فرصت تھی کہ ذہنی زندگی کے مسائل کی طرف متوجہ ہوں - 'جرمنوں' کو یہ احساس پیدا ہوا کہ اُن کا ادب دوسری قوموں کے

ادب سے بہت پہنچے ہے اور اُنہوں نے اپنے دامن سے اس دھبے کو دور کرنے کی کوشش شروع کی ۔ ' مارٹن اوپٹز ' (۱۵۹۷ تا ۱۶۳۹ ع) نے ' جرمن ' زبان کی اصلاح و ترقی میں بہت سعی کی اور اُس کے ساتھیوں نے بھی زبان کو بہت سنوارا ۔ لیکن مضامین کے لحاظ سے ان لوگوں کی تصانیف بالکل کھوکھلی ہیں ۔ ان کے مضامین کا ماخذ ' یونانی ' اور ' لاطینی ' کے پرستاروں کی تصانیف ہیں اور یہ بھی ان لوگوں کی طرح ' یونان ' و ' روما ' کی نقالی کرتے تھے ۔ اینڈرِیاس گریفوس اس عہد کا ممتاز ڈراما نگار تھا مگر اس کے کھیل ڈراما کی روح سے خالی ہیں ۔ اس عہد کی شاعری بالکل سطحی اور تصنع سے بھری ہے ــــ

' جرمنی ' کو جو سکون کا دور نصیب ہوا وہ دیرپا نہ تھا ۔ تھوڑے ہی دن میں ' سی سالہ جنگ ' (سنہ ۱۶۱۸ تا ۱۶۴۸ ع) شروع ہوگئی جس نے ملک کو مادی اور ذہنی حیثیت سے برباد کر دیا ۔ اس جنگ میں ' فرانس ' ' جرمنی ' کی سیاست میں دخیل ہوگیا اور فرانسیسی تہذیب کا رنگ ' جرمن ' زندگی پر چھا گیا ۔ ' فرانسیسی ' زبان ' ' جرمنی ' کے تعلیم یافتہ حلقوں میں پھیل گئی ۔ ذہنی غلامی کے زمانے میں کوئی قوم پوری ادبی ترقی نہیں کر سکتی ۔ ' جرمنی ' کی ادبی تحریک جو اس صدی کے شروع میں اٹھی تھی بالکل فنا ہوگئی اور صدی کے آخر تک سوائے ' گریمل ہاؤزن ' کے کوئی معقول ادیب نہیں پیدا ہوا ۔ اس کا سب سے مشہور ناول ایک آوارہ گرد کی خود نوشتہ سوانح عمری کے طور پر شائع جس کا نام

Simplicissimus ہے —

غرض سترھویں صدی کا 'جرمن' ادب مجموعی حیثیت سے سولھویں صدی کے ادب سے بھی بہت پست تھا - اُس پر تنگ خیالی، بد مذاقی اور کورانہ تقلید کا رنگ غالب تھا نہ اس میں تخیل کی بلند پروازی تھی اور نہ تناسب اور ترتیب —

اٹھارھویں صدی کے نصف اول میں 'جرمنی' کی ذہنی حالت کچھ بہتر نظر آتی ہے اب 'جرمن'، 'فرانسیسیوں' کی تقلید میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے - اب وہ محض نقالی نہیں بلکہ سمجھ بوجھ کر تقلید کرتے تھے - 'فرانس' اور 'انگلستان' کا عقلی 'فلسفہ' جرمنی میں پھیل چکا تھا - اس فلسفے کا اصل اصول یہ تھا کہ ذہن انسانی کا اصلی جوہر عقل ہے اور کائنات پر اسی کی حکومت ہے - انسان کی مادی، ذہنی اور روحانی زندگی کا معیار عقل ہی کو قرار دینا چاہئے - جو چیزیں احساس و وجدان پر منحصر ہیں، مثلاً مذہب یا آرٹ وہ بھی اسی حد تک قابل قبول ہیں جس حد تک وہ عقل کے مطابق ہوں - چوں کہ عقل سب انسانوں میں مشترک اور ہر زمانے میں موجود ہے اس لئے صحیح علم، مذہب اور آرٹ کے اُصول بھی ہر قوم کے لئے ہر عہد میں یکساں ہیں - آرٹ میں یہ اصول یونانیوں کو معلوم تھے اس لئے ادب اور فنون لطیفہ کے دوسرے شعبوں میں 'یونانیوں' کی تقلید اوج کمال پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے —

اس علمی تحریک کے ساتھ ایک تعلیمی تحریک

بھی تھی - اس کی کوشش کی جاتی تھی کہ یہ خیالات عوام میں پھیلیں اور ان کے دل سے مذہبی تعصبات اور ہر طرح کی ضعیف الاعتقادی دور ہو - ' جرمنی ' کی ذہنی تاریخ میں یہ تحریک (Aufklaerung) کہلاتی ہے اور ہم اسے نئی روشنی کی تحریک کہہ سکتے ہیں ' جرمنی ' میں اس کا ہراول ' ' کرستیان ٹومس ' (۱۶۵۵ تا ۱۷۲۸ ع) ہے —

عقلی فلسفے کا اسی زمانے کے ادب پر بہت گہرا اثر پڑا - اس زمانے کی تصانیف میں مذہبی شکوک عام طور پر نظر آتے ہیں - شاعری اور ڈراما وغیرہ میں ' فرانسیسیوں ' کے توسط سے ' یونانی ' نمونوں کی پابندی ہونے لگی - شاعری کے موضوع کو بہت وسعت ہوئی - سچی شاعری کی جان انسانی جذبات کی ترجمانی کے علاوہ مناظر قدرت کی نقاشی ہے - اب تک ' جرمن ' شاعری میں حسن فطرت کی تصویروں کی کمی تھی - ' براکس ' (۱۶۸۰ تا ۱۷۴۷ ع) نے اس کمی کو پورا کیا - اس کی شاعری کا پایہ بہت بلند نہیں مگر اس کا یہ احسان ہے کہ اس نے تخیل کی جولانی کے لئے ایک نئی راہ کھول دی —

اس عہد کا سب سے بڑا ادبی نقاد ' گوٹ شیڈ ' (۱۶۸۰ تا ۱۷۴۷ ع) ہے - یہ ' لائپزگ ' کی یونیورسٹی میں پروفیسر تھا - ' گوٹ شیڈ ' عقلیت کا حامی تھا اور ادب میں ' یونانیوں ' کے مقرر کئے ہوئے قواعد و ضوابط کی پابندی پر زور دیتا تھا - ' سوئٹزرلینڈ ' کا ' بوڈمر ' اس کا مخالف تھا اور لوگوں کو ' انگلستان ' کے ادب کی تقلید اور جذبات پر مبنی شاعری کی طرف توجہ دلاتا تھا - ان

دونوں کے پیروؤں میں سخت مناظرے رہتے تھے جن کی بدولت ' جرمنوں ' کے تنقیدی ذوق کو نشو و نما کا بہت اچھا موقع ملا - اسی زمانے میں ' لائپزش ' میں نوجوان ادیبوں کا ایک حلقہ تھا جو شاعری کا مقصد قوم کی اخلاقی اصلاح کو سمجھتا تھا - یہ لوگ ' بریمن ' کے ایک رسالے میں مضمون لکھا کرتے تھے - ان لوگوں میں ' جرمنی ' کا پہلا بڑا شاعر کلوپف اشتوک بھی تھا —

اٹھارھویں صدی کے نصف ثانی میں ' جرمن ' ادب نے یکایک حیرت انگیز ترقی کی - سنہ ۱۷۴۰ تک ' یورپ میں ' جرمن ' ادب کی کوئی وقعت نہ تھی اور سنہ ۱۸۰۰ میں یہ حالت ہوگئی تھی کہ کسی ملک کا ادب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا - اس کا یا پلٹ کا راز ' جرمنی ' کی سیاسی ترقی میں مضمر ہے - اس زمانے میں ریاست ' پروشن ' میں ' فریڈرک اعظم ' نے ایک مستحکم سلطنت قائم کی اور تمام ' یورپ ' میں اُس کا فوجی اقتدار مسلم ہوگیا - دوسری بڑی بات یہ تھی کہ ' پروشن ' کو چھوڑ کر اور ریاستوں کو تجدید مذھب کے بعد پہلی بار ایک طویل عرصے تک چین سے بیٹھنا نصیب ہوا - اب ' جرمنوں ' کے دل میں اپنی عزت پیدا ہوگئی ' وہ اپنے اوپر اعتماد کرنے لگے اور اپنی زندگی کو اس قابل سمجھنے لگے کہ ادب اور شاعری کا موضوع بن سکے - یہ تحریک شروع ہوئی کہ ' فرانسیسیوں ' کی تقلید ترک کردی جائے - مگر یہ رنگ اتنا گہرا ہوچکا تھا کہ یکایک اس کو چھوڑنا آسان نہ تھا - پھر بھی ادب کے میدان میں اتنا ضرور

ہوا کہ ' کلوپف اشٹوک ' ، ' ویلانڈ ' اور ' لیسانگ ' کی بدولت ' جرمن ' شاعری ' ڈراما ' ناول وغیرہ میں مضامین کے اعتبار سے جدت ' گہرائی ' اور بلند پروازی پیدا ہوئی اور اصول فن کے لحاظ سے ' فرانسیسیوں ' کا واسطہ چھوڑ کر براہ راست ' یونانیوں ' کی تقلید ہونے لگی اور ' یونانیوں ' کے مقرر کئے ہوئے قواعد و ضوابط کی تفسیر ' جرمن ' ادیب اپنے طور پر کرنے لگے —

' کلوپف اشٹوک ' (۱۷۲۴ تا ۱۸۰۳ ع) جیسا ہم کہ چکے ہیں ' لائبزش ' کے اُس حلقے میں سے تھا جو شاعری کا مقصد اخلاقی اصلاح کو سمجھتا تھا - اس نے ' جرمن ' شاعری کا پایہ بہت بلند کر دیا - شاعری اب محض ادبی مشق یا عارضی تفریح کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ گہرے مذہبی اور اخلاقی جذبات کا آئینہ بن گئی - ' کلوپف اشٹوک ' کی سب سے مشہور نظم " مسیحا " ہے جس میں اس نے حضرت ' عیسیٰ ' کی زندگی کا قصہ نظم میں بیان کیا ہے - اس میں اُس نے ' مسیح ' کے حالات بالکل کلیسائی روایات کے مطابق بیان کئے ہیں اس لئے زیادہ شاعری کا موقع نہیں ملا - اس کے کیرکٹر جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ کٹھ پتلیاں ہیں جن کی زبان سے شاعر بولتا ہے - یہی حال اُس کے ڈراموں کا ہے جن کے موضوع انجیل کے قصے ہیں - اس کی غنائی شاعری موسیقیت سے خالی ہے ؛ البتہ قومیت کے جذبے کے سبب سے اس کی شاعری میں کہیں کہیں زندگی کی جھلک نظر آتی ہے - سب سے بڑا نقص اس کی شاعری کا یہ ہے کہ اُس کا فطرت

انسانی کا تصور بالکل یکطرفہ ہے ۔ وہ انسان کو محض جذبات کا مجموعہ سمجھتا ہے ۔ اُس کی اَزادی اور عملی زندگی اور اُس کی شہوانی کمزوریوں کی طرف سے چشم پوشی کرتا ہے —

' ویلانڈ ' (۱۷۳۳ تا ۱۸۱۳ ع) کے کلام کی خصوصیت اس کا سادہ اور موثر اسلوب بیان ہے ۔ موضوع کلام اور خیالات کے اعتبار سے اُس کی شاعری کے دو علحدہ دور ہیں ۔ پہلے مذہبیت اور عین پسندی کا ہے ۔ اس زمانے میں اس نے ایک طویل نظم " حقیقت اشیاء " کے نام سے لکھی ۔ اس میں اس نے قدیم فلسفی شاعر ' لکریشیس ' کی مادیت کے خلاف ' افلاطون ' کی عینیت کی حمایت کی ۔ اسی دور میں اَس نے " بہار " کے نام سے نظموں کا ایک مجموعہ شائع کیا جس میں افلاطونی عشق کی حقیقت بیان کی گئی تھی ۔ " ابراهیم کا امتحان' میں چند منظوم خطوط ہیں جن میں کچھ مردے اپنے زندہ دوستوں سے وہ روحانی واردات بیان کرتے ہیں جو اُنھیں مرنے کے بعد پیش آئی ۔ ' ویلانڈ ' کی اس دور کی شاعری میں اصلیت کم اور تصنع زیادہ ہے ۔ جو مذہبی اور اخلاقی مطالب بیان کئے گئے ہیں وہ دل سے نکلے ہوے جذبات نہیں بلکہ دماغ سے پیدا کئے ہوے خیالات ہیں —

اُس کی شاعری کا دوسرا دور وہ ہے جب ' والٹیر ' اور ' شیکسپیر ' کی تصانیف کے مطالعے اور زندگی کے بلا واسطہ مشاہدے کے بعد اُس کے ذہن میں فطرت انسانی کا وسیع تصور قائم ہوا ۔ اب اُس نے جتنی چیزیں لکھیں اُن سب کا موضوع اپنے زمانے کے مسائل زندگی کو قرار دیا افسانے

سب غیر ملکوں کے ہیں لیکن اُن کے پردے میں وہ اپنے ملک کی حالت دکھاتا ہے - مثلاً " ڈان سلویو " جو ڈان ' کوئکزوٹ ' کی طرح اسپین کے ایک بانکے کا قصہ ہے ؛ " اگاتھون " جس میں ایک ' یونانی ' سورما کے حالات ہیں " طلائی آئینہ " جو الف لیلہ کے قسم کی کتاب ہے اور مشرقی ممالک کے قصوں کا مجموعہ —

جو زور بیان ' کلوپف اسٹوک ' کے یہاں تھا اس سے ' ولانڈ ' کا کلام خالی ہے - اسی لئے اُسے جتنی مقبولیت غیر ممالک میں حاصل ہوئی خود ' جرمنی ' میں نہیں ہوئی - یہاں ایک گروہ اس کا مخالف تھا جو اس کی واقعیت پسندانہ شاعری مخرب اخلاق سمجھتا تھا —

اس دور کا سب سے بڑا ادیب ' نقاد اور ڈرا نگار " لیسنگ " (۱۷۲۹ تا ۱۷۸۱ ع) ہے - اس نے اس طرز شاعری کو جو ' کلاسیکی ' کہلاتا ہے کمال کو پہنچا دیا - اس طرز کی خصوصیات یہ ہیں کہ انداز بیان سادہ اور حقیقت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے - اصول فن کی پوری پابندی کی جاتی ہے اور جذبات کو عقل کے ماتحت رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے - خیالات کے اعتبار سے ' لیسنگ ' " عقلیت " اور " نئی روشنی " کا علم بردار ہے - رسم و کہش ' مذہب و ملت کی قیود کو وہ عقل انسانی کے لئے زنجیریں سمجھتا ہے - وہ ان پردوں کے پیچھے ' انسانیت ' کے عین کو دیکھتا ہے اور اسے بے نقاب کرنا چاہتا ہے —

اس کے ابتدائی ڈراموں میں اصول فن کے لحاظ سے فرانسیسیوں ' کی تقلید ہے : لیکن چونکہ وہ نقادانہ طبیعت رکھتا تھا ' اس لئے اس نے خود ' یونانی ' ڈراموں کا '

جن کی تقلید کا 'فرانسیسیوں' کو دعوے تھا' نظر غور سے مطالعہ کیا اور اس کی بنا پر ڈراما نویسی اور دوسرے فنون لطیفہ کے اصول و ضوابط قائم کئے - فن تنقید میں اس کی دو کتابیں 'هامبرگ کا فن ڈراما' اور 'لئو کو آن' مشہور ہیں - اس کی تنقید عقلیت کے فلسفے پر مبنی ہے - اس کے نزدیک فنون لطیفہ کا عام معیار خوبی یہ ہے کہ وہ صاف اور واضح تصورات کو منطقی تناسب اور ترتیب سے پیش کریں - اس کا پہلا اور بےمثل ڈراما "سارہ سیمپسن" ہے - اس میں اس نے یہ قدیم اصول توڑ دیا کہ المیہ کا موضوع ہمیشہ بادشاہوں یا امرا کی زندگی ہونا چاہئے، اور ایک معمولی خاندان کی لڑکی کا قصہ بیان کیا - لیکن اس افسانے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے - البتہ "میلا فان بان رن ھیلم" اپنے موضوع کے لحاظ سے' نیز ڈراما کی خصوصیات کے اعتبار سے نہایت کامیاب فرحیہ (کامیڈی) ہے - اس میں جذبۂ عشق کی کشمکش احساس فرض اور حب وطن سے دکھائی ہے - اس ڈرامے میں ایک فرانسیسی کا مضحک کیرکٹر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "جرمنوں" کے دل میں 'فرانسیسیوں' کا جو رعب چلا آتا تھا وہ اب جاتا رہا —

'لیسنگ' کے دو ڈرامے 'ایمیلیا گیلوتی' اور "دانشمند ناتان" ادبی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں - "ایمیلیا" میں 'لیسنگ' نے اپنے عہد کی 'طالری' زندگی کا ایک المناک قصہ لکھا ہے جو تنقیدی ادبی طرز کی بہترین مثال ہے - "ناتان" 'سلطان صلاح الدین' کے زمانے کی مذہبی جنگ کا افسانہ ہے جس میں ایک 'یہودی' حکیم کی زبان

سے بھی روا داری کا درس دیا گیا ہے اور متانت کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے —

غرض اٹھارھویں صدی میں ، جرمن ' زبان بہت منجھی اور صاف ہوئی ' جرمن ادب فرانسیسیوں کی تنقید سے آزاد ہوا ' اس میں جدت اور وسعت پیدا ہوئی لیکن ابھی گہرائی نہ تھی ۔ بات یہ تھی کہ اس صدی میں جس راہ پر ' جرمن ' ذہن چل رہا تھا ' یعنی عقلیت کا فلسفہ اور کلاسیکی ادب ' وہ ' جرمن ' قوم کی طبیعت کے مناسب نہ تھا ۔ اس تحریر کی طبیعت میں باطنیت اور انفرادیت ہے ، اس کے تخیل میں شورش ہے ' وہ خارجی قیود سے گھبراتی ہے اور لاعقلی عناصر کو عقل کے ماتحت نہیں رکھنا چاہتی ۔ شاید اس کی تربیت اور انضباط کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ عقلیت کے دور سے گذرے ۔ لیکن وہ زیادہ دن تک اس کی پابند نہیں رہ سکتی تھی ۔ فلسفے میں ' کانٹ ' کے نقادانہ دماغ نے عقلیت کی حدود معین کردی تھیں ۔ اس کے بعد عینیت پسند فلسفیوں کو تخیل کی بلند پروازی دکھانے اور لاعقلی عناصر پر زور دینے کا موقع ملا ۔ ادبی تنقید میں عقلیت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والا عالم دین ' ہرڈر ' تھا ۔ عقلیت کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ ذہن انسانی کو ساکن اور یکرنگ سمجھتی تھی اور اس کی تاریخی نشوونما اور مختلف الذوقی کی طرف سے چشم پوشی کرتی تھی ۔ اس کے نزدیک انسانی زندگی اور خیال کے اصول جو عقل کی روشنی میں صحیح ہیں ہر قوم اور ہر زمانے کے لئے یکساں

میں ۔ ' ہرڈر ' نے اس پر سختی سے تنقید کی اور "تاریخی ملیاچ" کی بنیا ڈالی - اس کی کتاب " جمالیات " میں جو تنقیدی اصول بیان کئے گئے وہ بالکل نئے اور اچھوتے تھے - اس کے نزدیک ہر قوم کا ادب اور اس کی شاعری قومی سیرت کی خصوصیات کا آئینہ اور قومی زندگی کے ارتقا کا نتیجہ ہے اس کے نزدیک سچی شاعری کی پہچان یہ ہے کہ وہ انسانی خواہشات و جذبات کی تصویر ہو اور شدت احساس اور خلوص سے لبریز ہو - اگر یہ باتیں شاعری میں موجود ہوں تو وہ فطری شاعری ہے ورنہ ایک مصنوعی اور بیجان چیز ہے اس معیار پر اس کے خیال میں وہ گیت پورے اترتے ہیں جو عوام کے بنائے ہوئے اور ان میں مقبول ہوں - اس لئے یہی سچی شاعری کا نمونہ ہیں - اس کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ " شاعری نوع انسانی کی مادری زبان ہے " اس نے بڑی محنت سے ایک مجموعہ مختلف قوموں کے منتخب گیتوں کا تیار کیا اور اس کا نام " قوموں کی آواز گیت کے پردے میں " رکھا —

" جرمن ادب کے متعلق چند متفرق خیالات " ' ہرڈر ' کا شاہ کار ہے - اس میں اس نے اپنا فلسفۂ لسان بیان کیا ہے ' ہرڈر ' کہتا ہے کہ ہر قوم کی زبان میں ایک خاص روح ہوتی ہے اور یہی روح اس کے ادب کے لئے وجہ حیات ہے - زبان کی ارتقا کے عام اصول قائم کرنے کے بعد وہ جرمن زبان کی خصوصیات بتاتا ہے اور اس کی نشو و نما دکھاتا ہے ۔ اس کے نزدیک " نئی روشنی " کے دور نے جرمن زبان و ادب کو ابھر نے نہ دیا ۔ اس عہد میں ذہن انسانی

کی ساری کائنات عقل سمجھی جاتی تھی حالانکہ عقل اس کا محض ایک پہلو ہے اور انسانی زندگی کی تکمیل کے لئے کافی نہیں۔ "تنقید کے جنگل" میں اس نے ان خیالات کو پھیلایا ہے اور اُن سے ادبی تنقید میں کام لیا ہے۔ "اوسیان کے متعلق خطوط" میں اُس نے ایک قدیم کیلٹ کے کلام پر تبصرہ کیا اور اُسے 'یونان' کے مایۂ ناز شاعر 'ہومر' کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ 'مقالہ بر کلام شکسپیر" میں اُس نے یہ بتایا کہ شیکسپیر کی تصانیف کو فرانسیسی تنقیدی اصول پر نہ جانچنا چاہئے بلکہ انگلستان کی مخصوص ادبی روح کے معیار پر —

اُس کی ایک نہایت اہم کتاب "Auch eine Philophie der Geschichte" ہے جس کا ترجمہ اردو میں یہ ہوگا۔ "تاریخ کا بھی فلسفہ"۔ اُس نے تاریخ کے مطالعے میں روحانی ارتقا کے نظریے سے کام لیا اور 'قرون وسطیٰ' کے متعلق عام مورخین کا جو حقارت آمیز رویہ تھا اُس کی سختی سے مخالفت کی۔ لوگ اس عہد کو تاریکی کا زمانہ سمجھتے تھے۔ 'ہرڈر' نے یہ ثابت کیا کہ اس زمانے میں 'یورپ' میں ایک مکمل نظام زندگی موجود تھا جو فطرت سے قریب تر تھا —

'ہرڈر' کا طرز تحریر بھی خاص ہے۔ وہ لکھنے میں کسی اصول کی پابندی نہیں کرتا اور اپنے خیالات وضاحت، صفائی اور تسلسل سے ادا نہیں کر سکتا: اس لئے اُس کی کتابیں پڑھنے میں دلچسپ نہیں۔ لیکن اس کے خیالات اس قدر گہرے تھے اور اُس نے 'جرمن' انداز طبیعت کو اس

خوبی سے سمجھا تھا کہ اُس کی وجہ سے ' جرمنی ' کی ادبی دنیا میں عظیم الشان انقلاب ہو گیا - اُس کی تحریک سے ' جرمن ' زبان بیرونی بندشوں کو توڑ کر آزاد ہوئی اور ' جرمن ' روح کی بیچینی ' آرزو ' اور جستجو نے ادب اور شاعری میں عجب سوز و گداز پیدا کردیا —

اس ادبی انقلاب کی ' جو طوفان و ہیجان ' کا دور کہلاتا ہے ' ابتدا اُس زمانے سے سمجھنا چاہئے جب ' استراسبرگ ' میں ' ہرڈر ' اور ' گوئٹے ' میں ملاقات ہوئی (سنہ ۱۷۷۱ع) - نوجوان گوئٹے جس قدر ' ہرڈر ' کی اثر آفریں شخصیت سے متاثر ہوا اپنے ہم عصروں میں کسی سے نہیں ہوا - سنہ ۱۷۷۲ ع میں ایک مجموعۂ مضامین " جرمن ذہن اور جرمن آرٹ " کے نام سے شائع ہوا جو گویا نئے دور کا پیش خیمہ تھا - اس میں ' ہرڈر ' ' گوئٹے ' اور چند اور لوگوں کے مضامین تھے —

اس ادبی انقلاب نے دو راہیں اختیار کیں ایک تو غنائی شاعری اور دوسرے ڈراما - نئی غنائی شاعری کا مرکز ' گوٹنگن ' تھا جہاں یونیورسٹی کے چند طالب علموں نے مل کر ایک حلقۂ شعرا قائم کیا جن میں ' فوس ' اور ' بیورگر ' ممتاز تھے - یہ لوگ ایک سال نامہ " آرٹ کی دیویوں کے سال نامے " کے نام سے نکالتے تھے - ان کی شاعری نفس مضمون اور طرز ادا کے لحاظ سے کلاسیکی شاعری کی ضد ہے - ان کے کلام میں اس قدر جوش و خروش ہے کہ وہ پوری طرح طرح اپنے مضمون پر قابو نہیں پاسکتے - ان کا موضوع کلام انسان کی داخلی زندگی ' اس کے جذبات کا ہیجان ' اُس کی

باطنی الہی واردات ہے ۔ اس ضمن میں 'گوئٹے' کا 'ویرتھر' بھی شمار کیا جا سکتا ہے جو شعور ملشور کا نمونہ ہے —

لیکن 'طوفان وہیجان' کی تحریک کا اصلی زور ڈراما میں ظاہر ہوا ۔ 'جرمنی' کے دو سب سے بڑے ڈراما نگار 'گوئٹے' اور 'شلر' اپنی جوانی کے زمانے میں اس تحریک کے علم بردار تھے ۔ 'گوئٹے' کا "گوتس" اور 'شلر' کا "قزاق" 'ہیجان و طوفان' کا آئینہ ہیں ۔ "گوتس" سولھویں صدی کے ایک بانکے سردار کا قصہ ہے اور "قزاق" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے قزاقوں کا افسانہ ہے ۔ دونوں میں مصنفین کی ہمدردی ان لوگوں کے ساتھ ہے جو مروجہ اخلاق کو توڑ کر محض اپنے ضمیر کے احکام کی پابندی کرتے ہیں ۔ 'گوئٹے' اور 'شلر' نے اس دور میں اور بھی کئی ڈرامے لکھے اور یہ رنگ اس قدر پھیلا کہ بہت سے ڈراما نگاروں نے اسے اختیار کر لیا ۔ ان لوگوں میں "کلنگر" کسی قدر اہمیت رکھتا ہے جس کے ڈراما "طوفان و ہیجان" کے نام سے یہ دور موسوم ہے —

اس دور کی خصوصیات تین تھیں :— کلاسیکی اصول فن کی سختیوں سے آزادی ' داخلیت کی جذبات پرستی اور انفرادیت ' مروجہ اخلاقی اور تمدنی قوانین کے خلاف احتجاج ۔ اس زمانے میں 'جرمن' روح کو اپنی پوری خصوصیات ' اپنی خوبیاں اور کمزوریاں پوری ظاہر کرنے کا موقع ملا —

اس دور کی کمزوریاں بھی صاف نظر آتی ہیں ۔ ادب

اور زندگی کی صحیح نشو و نما کے لئے جہاں بیجا تھوڑی سی آزادی لازمی ہے وہاں کسی نہ کسی فنّی معیار کی پابندی بھی ضروری ہے ۔ " طوفان و ہیجان " نے 'جرمنی' کی رومانی روح کو آزاد کر دیا تھا - اس میں بیحد زور' بے تھاہ گہرائی' بے پایاں وسعت تھی؛ لیکن بہت جلد یہ معلوم ہوگیا کہ ان خوبیوں کے ساتھہ ترتیب اور ہم آہنگی کے نہ ہونے سے بے راہ روی اور انتشار کا خوف ہے - کچھہ دن میں اس دور کے ادیبوں کی بے اصولی' داخلیت' اور انفرادیت حد سے گزر نے لگی - اس کا احساس سب سے پہلے 'گوئٹے' کی ہمہ گیر طبیعت کو ہوا - اُس نے اس مسئلے کو اپنی زندگی اور اپنی تصانیف دونوں میں حل کیا - ایک طرف تو اُس نے اپنی زندگی میں آزادی اور پابندی ، فطری جوش اور اخلاق انضباط ، Genius (خدا داد تخلیقی قوت) اور Character ('اکتسابی سیرت') میں امتزاج پیدا کر کے جرمن قوم کے لئے ایک نمونہ قایم کیا اور دوسری طرف اپنی شاعری میں رومانی روح کے ہیجان و طوفان کو کلاسیکی ہم آہنگی اور ترتیب کی مدد سے راہ پر لگا دیا - گوئٹے کے بعد کئی بار جرمن روح کے دست وحشت نے زندگی کے گریبان تلک کو چاک کیا؛ لیکن گوئٹے کی زندگی اور شاعری کی مثال سامنے تھی اس لئے فوراً ہی اُس کی بخیہ گری بھی ہو گئی - اب یہ دیکھنا ہے کہ گوئٹے نے یہ مثال کیونکر قایم کی —

باب دوم

گوئٹے کی زندگی کے حالات اور اُس کی تصانیف

' یوحان وولف گانگ گوئٹے ' سنہ ۱۷۴۹ ع میں شہر فرانکفورٹ میں، جو دریائے ماین کےکنارے واقع ہے، پیدا ہوا۔ اسے اپنے باپ سے ضبط و انضباط ' باریک بینی ' اور مشاہدے کی عادت ورثے میں ملی اور اپنی ماں سے وسعت تخیل اور ذوق جمال ۔ وہ اپنے ایک قطعے میں کہتا ہے ۔۔

" اپنے باپ سے میں نے وجاہت اور سنجیدگی پائی ہے اور اپنی پیاری ماں سے زندہ دلی اور کہانی کہنے کا شوق "

جوانی میں اس کے مزاج میں بےحد تلون تھا ۔ اس کا دل جذبات و کیفیات کا ایک سمندر تھا جس میں ہمیشہ مدوجزر رہتا تھا ۔ کبھی ملال اور افسردگی ' کبھی جوش اور مسرت ' کبھی حوصلہ مندی اور اُمید ' کبھی بیدلی اور یاس ' کبھی لطف صحبت کا ذوق ' کبھی تنہائی کی تلاش ۔ یہ کیفیت کم و بیش ہر نوجوان کی ہوتی ہے ۔ عہد شباب میں جس طرح خون گرم ہوتا ہے اور تیزی سے بہتا ہے اسی طرح جذبات مشتعل ہوتے ہیں اور جلد جلد رنگ بدلتے ہیں مگر ' گوئٹے ' کی طبیعت کے تلون اور بےچینی کو محض عمر کا تقاضا نہیں کہہ سکتے ' کیوں کہ اس کی یہ سیماب مزاجی عنفوان شباب کے گذرنے کے بعد بھی عرصے تک اُسی زور شور سے باقی رہی ' بلکہ آخر عمر میں بھی رہ رہ کے ظاہر ہوتی رہی ۔ اُس کے اس باطنی اضطراب کا سبب یہ تھا ۔ کہ اُس کے سینے میں " دو روحیں " تھیں ایک تو شاعر کی حسن پرست ' عشق پرور ' شورش انگیز ' ہنگامہ خیز روح اور دوسرے حکیم کی عرفاں جو ' حق پسند ' سکون طلب ' نظم آفریں روح ۔ ان دونوں کی

کشمکش اُسے چین نہ لینے دیتی تھی اور اس کشمکش کو دور کرنے پر اُس کی نجات منحصر تھی - اسی کے ساتھ اس کے ذہن میں بلا کی وسعت اور ہمہ گیری اور اس کی طبیعت میں غضب کی آمد اور روانی تھی - اس کے لئے یہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا کہ اپنی تخلیقی قوت کے لئے کیا حدود اور کیا ضوابط مقرر کرے تا کہ وہ سیلابی دریا کے مانند کناروں کو توڑ کر آس پاس کی بستیوں کو ویران نہ کردے بلکہ سبک رو ندی کی طرح ایک مقررہ دھارے میں بہ کر اپنی وادی کو سیراب کرے اور زرخیز بنائے - غرض ' گوئٹے ' کو اپنی ذات کی ارتقا اور تکمیل کے لئے ایک بہت بڑا کام انجام دینا تھا یعنی اپنے مزاج کے متضاد عناصر میں توازن پیدا کرنا اور اپنے ذہن کی حد بندی ' تہذیب ' اور انضباط کرنا ـــ

مگر ' گوئٹے ' کا کام یہیں تک محدود نہ تھا - وہ شاعر تھا اور اُس کی فطرت کا تقاضا تھا کہ اپنی داخلی زندگی کے نشیب و فراز اور نشو و نما کو الفاظ و تصورات کے خوش نما نقوش ' لحن و صوت کی خوش آئند ترکیبوں میں ظاہر کرے تا کہ دوسرے بھی اُس سے سرور کے پردے میں تسکین اور نجات حاصل کریں - جس روحانی کشمکش میں ' گوئٹے ' مبتلا تھا - اسی میں اس کی قوم بھی گرفتار تھی - ہم کہہ چکے ہیں کہ اس زمانے میں روحانی ' جرمن ' روح ' فرانسیسیوں ' اور ' یونانیوں ' کی تقلید سے آزاد ہوکر اپنی فطری جوش کی رو میں بہ رہی تھی - ' جرمن ' ادب پر ' طوفان

و ھیجان ' کا رنگ چھا یا ہوا تھا ۔ اُس نے اصول کے بند توڑ دیے تھے اور مذھب و اخلاق رسم و رواج کے پشتوں کو کمزور کردیا تھا ۔ لیکن ایک طرف تو کلاسیکی تاریخی روایات ' دوسری طرف ' جرمنوں ' کی کھری مذھبیت ' تیسری طرف ' فریڈرک اعظم ' کا قائم کیا ہوا فوجی انضباط جو تمام قوم کے دل میں گھر کر چکا تھا ' یہ سب قوتیں طوفان و ھیجان ' کی تخریبی اور انقلابی تحریک کی مطلق العنانی کو روک رھی تھیں ۔ بہتوں کے دل میں یہ احساس پیدا ھو چکا تھا کہ تخریب کے ساتھ تعمیر کی بھی ضرورت ھے ۔ سب سے زیادہ اس کا احساس ' گوئٹے ' کو تھا اور اُسی میں اتنی قوت بھی تھی کہ اس طوفان کو قابو میں لاکر اُس سے آب رسانی کا کام لے —

غرض ' گوئٹے ' کی زندگی اُس اصلاح و تعمیر کا افسانہ ھے جو اُس نے اپنی سیرت میں اور اپنی قوم کے ادب اور تہذیب میں کی ۔ یہ کوئی سہل کام نہ تھا جو تھوڑے دن میں انجام پا جاتا ' بلکہ اس میں ' گوئٹے ' کو سا لہا سال داخلی اور خارجی مشکلوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور بڑے بڑے نشیب و فراز دیکھنا پڑے ۔ اُس کی زندگی کے چھہ دور قرار دئے جاسکتے ھیں جنھیں ھم علحدہ علحدہ بیان کریں گے —

پہلا دور بچپن اور عنفوان شباب کا ھے ۔ ' فرانکفورت ' میں ' گوئٹے ' کی زندگی باپ کی سخت نگرانی میں ' ماں کے دامن شفقت میں ' بہن کے ساتھہ پیار اور کھیل میں گذری ۔ اُس کا باپ خوش حال آدمی تھا مگر سادگی اور

کفایت شعاری سے زندگی بسر کرتا تھا - وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو بڑے اہتمام سے گھر پر تعلیم دیتا تھا - ' گوئٹے ' دس برس کا تھا (۱۷۵۹) کہ ' فرانسیسیوں ' نے ' فرانکفورٹ ' پر قبضہ کر لیا اور شہر والوں کے گھروں میں جبراً ' فرانسیسی ' سپاہی اور افسر رکھے گئے - ' گوئٹے ' کے گھر میں بھی ' فرانسیسی ' افسر رہتے تھے - اس کا باپ شرم اور نفرت کے جذبات سے اس قدر مغلوب تھا کہ اس نے اپنے کمرے سے نکلنا چھوڑ دیا - مگر خاندان کے اور سب افراد ان ' فرانسیسیوں ' کی خوش مزاجی ' تہذیب اور نفاست سے بہت خوش تھے اور اُن کے ساتھ لطف سے وقت گذارتے تھے - اس طرح گوئٹے کے خیالات اور اس کے مذاق پر بچپن سے فرانسیسی اثر پڑا - سنہ ۱۷۶۵ ع میں جب وہ لائپزش کی یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم پانے کے لئے بھیجا گیا اس وقت وہ ' فرانسیسیوں ' کی تقلید میں سر سے پیر تک ڈوبا ہوا تھا - اس کی وضع قطع میں ' بات چیت میں ' نشست برخاست میں ' تکلف اور تصنع کی بھر مار تھی - لائپزش کے لوگوں پر بھی یہی رنگ چھایا ہوا تھا - یہاں گوئٹے کی زندگی سخت روحانی کوفت میں گذری - اس کی شاعرانہ طبیعت اپنے اور دوسروں کے اس طرز زندگی سے سخت بیزار تھی - علاوہ اس کے وہ یونیورسٹی کے تنگ نظرانہ ' اور سطحی طرز تعلیم سے بہت گھبراتا تھا - ایک تو وہ خاموش اور حساس طبیعت رکھتا تھا اور ملنے جلنے سے پرہیز کرتا تھا اور دوسرے درسی مشقوں کو کوہ کندن اور کاہ برآوردن سمجھ کر ان سے جی چراتا تھا - اس لئے اس کے استادوں کو اس کی طرف کوئی توجہ نہ تھی -

طالب علموں میں بھی اس کے دوست بہت کم تھے - اس کس مپرسی سے محبت کا بھوکا 'گوئٹے' ہمیشہ ملول اور افسردہ رہا کرتا تھا - کچھہ اس کے اثر سے اور کچھہ نوجوانی کی بے راہ روی سے وہ ایک معمولی درجے کی عورت انھتے شونلیے کویف پر عاشق ہوگیا - اس زمانے میں اس نے بہت سی غنائی نظمیں لکھیں اور دو چھوٹے ڈرامے - لیکن اس کلام میں بھی وہی تصنع پایا جاتا ہے جو اس کی زندگی میں تھا - اس کو ابھی وہ راہ نہیں ملی تھی جسے اس کی روح ڈھونڈھتی تھی - اس کے حوصلے اس کی آرزو ' اس کے نصب العین میں اور اس کی واقعی زندگی میں جو تضاد تھا اس نے 'گوئٹے' کو عجب روحانی کشمکش میں مبتلا کردیا تھا - عشق کے معاملے میں بھی اسے تھوڑے دن کے بعد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا - انھتے سے اس کے تعلقات نہ نبھہ سکے - ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ گوئٹے کی صحت روز بروز گرتی گئی یہاں تک کہ آخر وہ سخت بیمار ہوکر سنہ ۱۷۶۸ ع میں اپنے گھر فرانکفورت واپس آیا —

یہاں وہ ڈیڑہ سال تک علالت کی حالت میں رہا - اس کی ماں کی دوست فرولائن فان کلیٹنبرگ نے جو پئیٹسٹ * Pietist رقے سے تعلق رکھتی تھی ' بڑی دلسوزی سے اس کی تیمارداری کی - وہ چاہتی تھی کہ 'گوئٹے' کو اپنے فرقے میں شامل کرلے - اس کی صحبت کے اثر سے

---

* 'جرمنی' میں ایک مذہبی فرقہ تھا جو سترھویں صدی میں قایم ہوا تھا — یہ لوگ 'پروٹسٹنٹ' مذہب کی انتہائی عقلیت اور خشکی کو تصوف اور جذبات پرستی کی چاشنی سے دور کرنا چاہتے تھے —

'گوئٹے' کے دل میں مذھبیت کا جوش پیدا ہوا جو کسی نہ کسی صورت میں عمر بھر باقی رہا ۔ مگر پئیٹسٹ فرقے کے جذبات پرستانہ عقائد سے اس کی تسکین نہیں ہوئی ۔ اس نے اس سلسلے میں سحر و نیرنجات کی کتابوں کا مطالعہ کیا ' لیکن اس کی نقادانہ اور محققانہ نظر نے بہت جلد دیکھ لیا کہ ان چیزوں کی کوئی اصلیت نہیں - پھر بھی ' فروئلائن فان کلیٹنبرگ ' کا وہ بہت ممنون احسان تھا اور اس نے اپنے ناول ولہیلم مائسٹر میں اس خاتون کی صورت نہایت خوبی سے بیان کی ھے ۔

' گوئٹے ' کی زندگی کا دوسرا دور سنہ ۱۸۷۰ ع سے شروع ہوتا ھے جب وہ اپنی تعلیم کو مکمل کرنے ' استراسبورگ ' گیا - یہ شہر 'فرانس' کی سرحد پر واقع ہونے کے سبب سے ' لائپزش ' سے بھی زیادہ ' فرانسیسی ' رنگ میں رنگا ہوا تھا - لیکن ' گوئٹے ' کی نظر میں اب زیادہ گہرائی پیدا ہو چکی تھی - یہاں اس نے اپنے ہم وطنوں کو اس اندھے پن سے وضع قطع گفتگو اور خیالات میں ' فرانسیسیوں ' کی تقلید کرتے دیکھا تو اسے بیحد شرم آئی اور ان کی ضد پر اس کے دل میں ' جرمن ' قومی تمدن کی محبت کا جذبہ بیدار ہوا اور ' ھرڈر ' کی ملاقات گویا سونے پر سہاگا ہوگئی ھرڈر نے گوئٹے کے دل میں قومیت کے جوش کو اور اُبھارا ' اُسے اپنا قومی ادب کا نظریہ سمجھایا اور ' جرمن ' قومی شاعری اور ' جرمن ' طرز تعمیر کی خوبیوں کی طرف توجہ دلائی - ' گوئٹے پر ' ھرڈر ' کی شخصیت کا جتنا گہرا اثر پڑا اتنا کسی کا نہیں پڑا اور جتنی عقیدت اسے اس سے تھی کبھی

کسی سے نہیں ہوئی ۔ باوجود اس کے کہ 'ہرڈر' گوئٹے کے ساتھ برابر سختی' بےمروتی' ہمت شکنی' نفسحیک کا برتاؤ کرتا رہا 'گوئٹے' کے دل میں ہمیشہ اس کے خیالات کا احترام رہا ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ 'گوئٹے' نے 'فاؤسٹ' میں شیطان کی جو تصویر کھینچی ہے وہ 'ہرڈر' اور اس کے ایک اور دوست 'میرک' کے خط و خال سے مرکب ہے ۔ ''اسٹراسبرگ'' میں اور بھی کئی نوجوان 'ہرڈر' کے خیالات سے متاثر ہوئے تھے اور ان سب نے مل کر ایک ادبی حلقہ قائم کیا تھا جس نے جرمنی کی رومانی روح کو بیدار کرنے کے لئے 'طوفان و ہیجان' کی تحریک شروع کی ۔ لیکن اس تحریک کا روح رواں 'گوئٹے' ہی تھا ۔ اسی کی بدولت رومانیت پروان چڑھی اور اسی نے اس کی کمزوریوں کو محسوس کر کے اس کی اصلاح کی —

'اسٹراسبرگ' میں ہی 'گوئٹے' کا ہرہ شلا دل تیر محبت سے زخمی ہوا شہر کے قریب ایک خاندان رہتا تھا جس سے گوئٹے کی ملاقات تھی ۔ صاحب خانہ کی بیٹی 'فریڈریکے بریون' کے حسن نے گوئٹے کے دل کو موہ لیا یہ محبت بالکل پاک تھی ۔ اسی لئے 'گوئٹے' پر اس کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس نے اپنی معشوقہ کو ''فاؤسٹ'' میں 'گریٹشن' بنا کر اسے حیات جاودانی بخش کشمکش آرزو سے نجات پانے اور راز معشوق کی پردہ داری کے خیال سے 'گوئٹے' نے اس گھر میں آنا جانا ترک کردیا ۔ یہ رمیدگی اس کے عشق کی خصوصیت تھی اور کئی بار مختلف موقعوں پر ظہور میں آئی —

جب گوئٹے سنہ ۱۷۷۱ء میں اپنی تعلیم ختم کر کے اور قانون

کی سند لے کر اسٹراسبرگ سے رخصت ہوا تو اس کے دل میں دو ڈراموں کا منصوبہ تھا ایک " تو گوتس فان برلی شنگن " کا اور دوسرے " فاؤسٹ " کا - یہ دونوں سولہویں صدی کے ' جرمن ' کیریکٹر ہیں - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 'ہرڈر' کے اثر سے قومی ادب کا خیال ,گوئٹے' کے دل میں کس قدر راسخ ہوچکا تھا —

اب ' گوئٹے ' نے ' فرانکفورٹ ' میں وکالت شروع کی لیکن اس کا اصلی مشغلہ تصنیف و تالیف تھا - سنہ ۱۷۷۱ ع میں اس کا ڈراما " گوتس " شائع ہوا - یہ ' جرمن ' ادب میں اپنی قسم کا پہلا ڈراما تھا - اس میں سولہویں صدی کے ایک اولوالعزم بانکے کا قصہ ہے جو رسمی اخلاق کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں کرتا بلکہ اپنے ضمیر کے اخلاقی نصب العین کے ماتحت شجاعت اور مردانگی کے بڑے بڑے کار نمایاں انجام دیتا ہے - وہ شاہنشاہ اور دوسرے رئیسوں سے لڑ کر اپنے طبقے کی کھوئی ہوئی عزت حاصل کرتا ہے - اور میدان جنگ میں تلوار کا زخم کھا کر ہنستے کھیلتے جان دیتا ہے - اس مشہور ڈرامے میں ' گوئٹے ' نے ' شیکسپیئر ' کی طرح تمام مسلمہ اصول فن توڑ دئے - اس نے اس میں صرف کیرکٹر نگاری کو مد نظر رکھا - داستان کے تسلسل اور اسٹیج کے قواعد کی کوئی پروا نہیں کی - ' جرمن ' پبلک نے بڑے زور شور سے اس کا خیر مقدم کیا اور اس مصنف کی شہرت تمام ملک میں پھیل گئی لیکن ' ہرڈر ' کی مشکل پسند طبیعت نے اسے پسند نہیں کیا اور اس نے 'گوئٹے , کو بہت سرزنش کی اور لکھا کہ ' شیکسپیئر ' نے تمہیں خراب کر دیا —

اس زمانے میں عشق نے پھر 'گوئٹے' کے مشتاق و راحت دل کی پرسش کی - وہ اپنے ایک دوست کی بیوی 'لوٹے کیسٹنر' پر دل و جان سے عاشق ہو گیا - 'لوٹے' اس سے دوستانہ تلطف کا برتاؤ کرتی تھی لیکن اس کا نازیبا اندازسے 'گوئٹے' کے نیاز عشق کو ہمیشہ رد کرتا تھا - شاعر نے اپنے قلب کی بےچینی کی تصویر شعر منثور میں کھینچی اور اس قصے کا نام "نوجوان ویرتھر کے مصائب" رکھا (سنہ ۱۸۷۴ء) - 'ویرتھر' ایک شادی شدہ حسینہ پر عاشق ہوتا ہے، اپنے جذبات مضطرب کا اظہار عاشقانہ خطوط میں کرتا ہے - اور آخر درد فراق کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لیتا ہے یہ قصہ 'گوئٹے' نے بےخودی کے عالم میں ایک مہینے میں ختم کیا - 'گوئٹے' کی عمر کا یہ دور سراپا 'طوفان و ہیجان' ہے اور 'ویرتھر' اس کا سچا مظہر ہے - 'گوئٹے' نہایت عرق ریزی سے کوشش کرتا تھا کہ وکالت کے پیشے میں جی لگائے، لیکن اس کا سیماب وش دل چین نہ لینے دیتا تھا - اس نے چاہا کہ ایک تاجر کی لڑکی سے شادی کر لے - نسبت بھی ہو گئی لیکن اختلاف معاشرت اور اختلاف مذاق کے سبب سے شادی کی نوبت نہ آئی —

سنہ ۱۷۷۵ ع میں 'گوئٹے' نے "فاؤسٹ" لکھا - ابتدائی شکل میں یہ 'طوفان و ہیجان' کا ڈراما تھا لیکن آگے چل کر کچھ اور ہی چیز بن گیا —

اسی سال 'گوئٹے' کو 'وائمار' کے نوجوان فرمانروا ڈیوک 'کارل آؤگسٹ' نے اپنا مشیر مقرر کر کے بلا بھیجا - 'گوئٹے' بھی 'فرانکفورٹ' کی پرآشوب زندگی' اور مایوسی عشق کی تلخیوں سے عاجز آ گیا تھا - علاوہ اس کے 'وائمار'

کے دربار میں جانے سے اسے امید تھی کہ وہ کالت کی محدود زندگی سے نجات پاکر جاہ و منصب ثروت اور عزت حاصل کرنے کا موقع ملے گا - اس لئے اس نے خوشی سے منظور کرلیا - نوجوان ڈیوک اور جوان شاعر میں کچھہ دن قبل پہلی بار ملاقات ہوئی تھی اور انھیں ایک دوسرے کی شخصیت میں عجیب کشش محسوس ہوئی تھی - اسی کی بدولت ' گوئٹے ' کو ' کارل آ ؤگسٹ ' کا قرب حاصل ہوا اور اس قرب سے عمر بھر کی سچی دوستی کی بنیاد پڑی - ' وائمار ' میں ' گوئٹے ' کی زندگی کا تیسرا دور شروع ہوا ' جس نے بتدریج اس کے مزاج اور اس کی سیرت میں عظیم الشان تبدیلی پیدا کی - درباری زندگی کی دلچسپیوں اور مصروفیتوں کے سبب سے بہت دن تک اس کی شاعرانہ تخلیق کا سرچشمہ بند رہا لیکن گو نا گوں تجربوں کی بدولت سطح کے نیچے آب حیات کا خزانہ جمع ہوتا رہا جو آگے چل کر ابلا اور بحر ذخار بن کر ابلا —

' فرانکفورٹ ' ہی میں ' گوئٹے ' نے اپنا ڈراما ' ایگمونٹ' شروع کردیا تھا - مگر یہ ' وائمار ' جانے کے بارہ برس بعد سنہ ۱۷۸۷ ع میں ختم ہوا - یہ ایک امیر کا قصہ ہے جو ایک نیچے طبقے کی عورت پر عاشق تھا - اس کی راہ میں ہزاروں خطرے تھے مگر اسے کسی کا احساس نہیں ہوا یہاں تک کہ آخر وہ ورطۂ ہلاکت میں غرق ہوگیا - اس قصے میں ' گوئٹے ' کا ' ڈیمون ' Demon کا نظریہ ہے - یہ انسان کی سیرت کا لاشعوری عنصر ہے جو حرکت اور تخلیق کی قوت کا خزانہ ہے - اس کی بدولت انسان زندگی کی سنگلاخ

راهوں میں بے جانے بوجھے ' بے دیکھے بھالے ' آگے بڑھا چلا جاتا هے چاهے جو انجام هو ۔ اس نئے رومانی دور میں ' گوئٹے ' اس کا قائل هے کہ آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو اس مخفی قوت کے هاتھ میں چھوڑ دینا انسان کی نجات کا باعث هے ۔ ان دنوں اس کی تصانیف پر بلکہ اس کی ساری زندگی پر بےخبری کا رنگ چھایا هوا هے —

جیسا هم کہہ چکے هیں ' وائمار ' آنے کے بعد چند سال تک ' گوئٹے ' دوبارگی لاابالی زندگی اور هم سن اور هم مشرب احباب کی پرلطف صحبتوں میں ایسا ڈوبا رها کہ اسے سوائے چھوٹی چھوٹی هلکی سی چیزیں لکھنے کے تصنیف و تالیف کا بالکل موقع نہیں ملا ۔ ڈیوک ' کارل آؤگسٹ ' ان دنوں عہد شباب کی رندی و سرمستی کی داد دے رها تھا ۔ ' گوئٹے ' اس کی بزم عشرت میں شمع فروزاں بن کر پہنچا ۔ سفر میں ' حضر میں ' دربار میں ' شکار میں وہ ڈیوک کے ساتھ رهتا تھا اور اپنی طبیعت کی رنگینی ' شوخی ' اور اپج سے عیش و مسرت کی نئی نئی راهیں نکالتا تھا ۔ مگر اس کی روح اس زندگی سے مطمئن نہ تھی ۔ مبداء فیاض نے اسے جو جوهر قابل عطا کیا تھا وہ نشو و نما کے لئے بےچین تھا اس کے دل میں جوش جوانی اور احساس فرض ' آرزوے عیش اور تمنائے تخلیق میں شدید کشمکش تھی —

اس روحانی تلاطم میں ' گوئٹے ' کی دستگیری اس نے چیز کی جو بھٹکوں کو گرداب بلا میں مبتلا کرتی هے یعنی عشق و محبت نے ۔ ' فراؤ فان اشتائن ' نے جو ریاست ' وائمار ' کے ایک عہدہ دار کی بیوی تھی حسن صورت اور جمال سیرت

کی سوھنی سے نوجوان شاعر کے دل کو موہ لیا - یہ خاتون ' گوئٹے ' سے عمر میں بڑی بھی وقار ' متانت ، نفاست مذاق ، اصابت رائے اور حسن تدبر میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی - کچھہ اُس کی واقعی صفات اور کچھہ شاعر کے تخیل کی کمال بینی (Idealization) غرض ' گوئٹے ' اُسے صنف نسوانی کا کامل نمونہ سمجھتا تھا - اُن دونوں کی محبت برسوں تک افلاطونی عشق کی حد سے آگے نہیں بڑھی - ' گوئٹے ' اُس سے کار و بار میں تصنیف و تالیف میں غرض ہر چیز میں مشورہ لیتا تھا اور اس کے مشورے پرعمل کرتا تھا - جوش جوانی کے تقاضے سے وہ روحانی ارتباط کے علاوہ جسمانی وصل کا بھی طالب تھا مگر اس کی معشوقہ مدتوں اُن پیارے حیلوں سے جنھیں کچھہ پاکدامن اور شائستہ عورتیں ہی خوب جانتی ہیں تالتی رہی آخر ' گوئٹے ' کے دل کی مراد پوری ہوئی - اگرچہ بعض دقتوں سے نکاح نہ ہوسکا مگر دونوں کے تعلقات اسی قدر استوار اور وفادارانہ تھے جیسے میاں بیوی کے ہوتے ہیں اور آخر عمر تک ایسے ہی رہے ـــ

' فراؤ فان اشتائن ' کے اثر سے ' گوئٹے ' کی سیرت میں عظیم‌الشان انقلاب ہوگیا - اُس نے اپنی لاأبالی زندگی بالکل ترک کر دی اور وہ ضبط نفس حاصل کیا جس پر زاہدوں کو بھی رشک آئے - وہ محنت ' فرض شناسی ' کفایت شعاری اور پابندی اوقات کا پتلا بن گیا - جو انتظامی فرائض اُس کے سپرد تھے اُن سے اُس کی طبیعت کو ذرا بھی مناسبت نہ تھی - لیکن طبیعت پر انتہائی جبر کر کے اس نے محنت اور دیانت سے اپنے فرائض انجام دینا شروع کئے اُسے ' وائمار ' کی رعایا کی بہبودی کا سوتے جاگتے ہر وقت خیال رہتا تھا اور اس کے

لئے وہ نت نئی تدبیریں سوچتا تھا اور اُن پر مستعدی اور تن دھی سے عمل کرتا تھا ۔ یہ سچ ہے کہ اُس کی سعی سے ملک کے نظم و نسق میں کوئی دیر پا خارجی نتائج حاصل نہیں ہوے مگر اس میں اُس کا تصور نہ تھا - پھر بھی یہ فائدہ کیا کم ہے کہ خود ' گوئٹے ' کی سیرت میں اس عملی جدوجہد سے پختگی اور یکسوئی پیدا ہوگئی اور اُسے انسانی زندگی میں وہ بصیرت حاصل ہوگئی جو بہت کم شاعروں کو نصیب ہوتی ہے - اس کے علاوہ اُس نے نوجوان ڈیوک کی تربیت اور اصلاح کی کوشش شروع کی جو ابتدا میں تو بالکل کامیاب نہیں ہوئی لیکن اُس کے انتہائی استقلال کی بدولت آخر میں اپنا اثر دکھا کر رہی - مدبر کی حیثیت سے ' گوئٹے ' نے ' وائمار ' کو کوئی نمایاں فائدہ نہیں پہنچایا ' لیکن معلم کی حیثیت سے اُس نے وائمار کے فرمانروا کو رند لااُبالی سے فرض شناس اور خوش تدبیر حکمراں بنا دیا ---

اس عرصے میں اس کی تصنیف بہت محدود رہی - زیادہ تر توجہ غنائی شاعری کی طرف رہی - دو ڈرامے اڈی گیلیا ' اور ' تاسو ' اُس نے شروع کئے مگر انہیں ختم نہ کر پایا - ان ڈراموں کے جو حصے اُس نے اس زمانے میں لکھے اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اُس کا شاعرانہ عقیدہ بدل چلا ہے - وہ انسان کے فطری جوش طبیعت کا قائل ہے لیکن اخلاق و تمدن کے ضابطوں کی روحانی قوت بھی اُسے نظر آنے لگی ہے - اُسے یہ احساس پیدا ہو چلا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں امتزاج کی ضرورت ہے ' لیکن ابھی اس امتزاج کی کوئی شکل اس کی سمجھہ میں نہیں آتی - اس کے لئے اسے کسی

خارجی اثر کی ضرورت ہے مگر یہ اثر 'جرمنی' میں نہیں ملتا - خدا جانے کیا بات ہے کہ اُس کا دل خود بخود اطالیہ کی طرف کھنچ رہا ہے ۔

سنہ ۱۷۸۶ ع کے آغاز میں 'گوئٹے' کی طبیعت بہت بےچین ہے - اپنی شاعرانہ قوت تخلیق کے رک جانے کا اسے بیحد صدمہ ہے - وہ سمجھ گیا ہے کہ انتظامی کام اس کے بس کا نہیں - بےدلی سے کام کرنا اسے گوارا نہیں - وہ رسیاں تڑاکر بھاگنا چاہتا ہے - اگر کوئی کمزور طبیعت کا آدمی ہوتا تو خدا جانے کب تک اس حبس بیجا میں رہتا مگر گوئٹے کی طبیعت کمزور نہیں - اُس میں بلا کی قوت ہے جو پچھلے چند سال کی باضابط زندگی کی بدولت اور پختہ ہوگئی ہے ' وہ بلند فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اطالیہ کا سفر کرنا چاہئے اور ڈیوک سے اجازت لے کر اپنے دوستوں سے مشورہ کئے بغیر چل دیتا ــــ

' اطالیہ' میں اس کا قیام دو سال سے زیادہ رہا - اس ملک میں اُسے وہ چیز مل گئی جسے اُس کا دل مدت سے ڈھونڈتا تھا - یہاں کی خوشنما پرانی عمارتوں میں ، یہاں کے عجائب خانوں میں ، یہاں کی آرٹ گیلریوں میں اُسے قدیم ، یونانی رومی ، تمدن کے نمونے اور کلاسیکی روح کے مجسمے ملے - یہاں آکر اُسے معلوم ہوا کہ انسان نے کس طرح اپنی فطرت کے اُبھار ' اپنی طبیعت کی اُپج کو ترتیب اور ہم آہنگی کے ضابطوں سے جکڑ کر خوشنما اور مفید بنایا تھا ' کس طرح طوفان وہیجان ' کو اخلاقی اور مدنی اصولوں کے پشتوں سے قابو میں لاکر راہ پر لگایا تھا - ' اطالیہ ' میں آکر ' گوئٹے ' کی زندگی کا چوتھا دور شروع ہوا جو اصل میں اس کی

شاعرانہ تخلیق کا آغاز تھا۔ زندگی کے مطالعے کے لئے اُسے جس بصیرت کی حاجت تھی وہ مل گئی۔ اُس کے دھندلے خیالات واضح ہو گئے ' اُسے اپنا نصب العین صاف نظر آنے لگا —

علاوہ اس کے فرحت بخش جنوبی آب و ہوا میں سکون و تنہائی کی زندگی بسر کرنے سے ' گوئٹے ' کو اپنی پچھلی زندگی پر تبصرہ اور آئندہ زندگی کی طیاری کرنے کا موقع ملا - یہاں اُس نے اپنی کل پرانی تصانیف پر نظر ثانی کی - '' ایگمونٹ '' جو اُس کی بیخودی اور وارفتگی کے عہد کی یادگار تھا ' ختم کیا - ' اِفی گیلنیا ' جو اس کے ہوش اور خود داری کے دور کی تمہید تھی مکمل کی - ' تاسو ' کا اکثر حصہ اور '' فاؤسٹ '' کے کچھ سین لکھے - '' فاؤسٹ '' کا جو خاکہ اُس کے ذہن میں تھا وہ بالکل بدل گیا - اس کی تفصیل ہم آگے کے صفحات میں کریں گے —

' اِفی گیلنیا ' کا قصہ ایک قدیم ' یونانی ' روایت پر مبنی ہے - مشہور یونانی شاعر ' یوری پیڈیس ' نے بھی اس پر ڈراما لکھا ہے - یہ ایک بہادر اور عقلمند لڑکی کی کہانی ہے جو اپنے باپ کے قول کو پورا کرنے اور اپنے ملک کی مدد کے لئے ' آرٹیمس ' دیوی کے مندر میں قربان کئے جانے پر طیار ہوگئی مگر اپنی دانشمندی اور دیوی کی مدد سے اس نے اپنی جان بھی بچالی۔ اور اپنے ملک کی لاج بھی رکھ لی - اس ڈرامے میں ' گوئٹے ' نے کلاسیکی طرز ادا کو اس خوبی سے نبھایا ہے کہ یہ قدیم ' یونانی ' طرز کے بہترین ڈراموں میں شمار کیا جاتا ہے - مضمون کے اعتبار سے بھی یہ قصہ شاہد ہے کہ اب ' گوئٹے ' مذہب و اخلاق کو جس کا وہ ابتدائی دور میں مخالف تھا

اور ھی نظر سے دیکھتا ھے ــ

"تاسو" میں اگرچہ گوئٹے نے جدید عہد کے ایک شاعر کا قصہ لکھا ھے - لیکن ھر اعتبار سے یہ ڈراما بھی کلاسیکی رنگ میں ڈوبا ھوا ھے - شاعر کی بیچین اور حساس طبیعت، اُس کی عاشق مزاجی، اُس کے والہانہ جوش، اُس کی شہرت پسندی، اس کی رقابت کی تصویر دکھانے میں 'گوئٹے' نے کمال کر دیا ھے - 'تاسو' کے حریف مدبر کا کیرکٹر بھی بالکل حقیقت پر مبنی ھے ــ

اصل میں اس ڈراما میں 'گوئٹے' یہ اعتراف کرتا ھے کہ شاعر اپنی نازک مزاجی، اپنی زود رنجی، اپنی لطافت طبع کے باعث عملی زندگی کی سختیوں اور ناھمواریوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور اس کی کشتیٔ حیات ان چٹانوں سے ٹکراکر پاش پاش ھوجاتی ھے ــ

سنہ ۱۷۸۸ ع میں 'اطالیہ' سے واپسی کے بعد 'گوئٹے' نے انتظامی اور عملی کاموں میں حصہ لینا کم کر دیا اور آھستہ آھستہ تخیل اور تفکر کے کلبۂ عزلت میں گوشہ نشینی اختیار کی - جو خدمتیں اُس نے اپنے ذمے لیں بھی وہ ایسی تھیں جن سے اس کی طبیعت کو خاص مناسبت تھی - کچھ دن وہ وزیر تعلیم رھا اور مدتوں دربار کے تھیٹر کا منتظم - سنہ ۱۷۸۹ ع میں 'گوئٹے' نے 'تاسو' ختم کرلیا، دوسرے سال اُس کی اس وقت تک کی تصانیف کا مجموعہ شائع ھوا جن میں 'فاؤسٹ' بھی Fragment (ایک ناتمام ٹکڑے) کے نام سے شامل تھا ــ

یہ 'انقلاب فرانس' کا زمانہ تھا - 'گوئٹے' کو ابتدا میں

اس تحریک سے بڑی ہمدردی تھی۔ اپنی طرزِ معاشرت کے لحاظ سے وہ امارت پسند تھا لیکن اُس کو عوام کے طبقے سے بڑی محبت تھی۔ ابھی تک اُس کے دل سے 'طوفان و ہیجان' کی یاد محو نہیں ہوئی تھی جس کا نعرۂ جنگ "آزادی" تھا۔ 'فرانس' کے عوام کو امرا کے جبر و استبداد سے آزاد ہوتے دیکھ کر اُسے بڑی خوشی ہوئی۔ جب 'نپولین' نے ریاست 'پروشیا' سے جنگ چھیڑی تب بھی 'گوئٹے' کی ہمدردی اس اولوالعزم فاتح کے ساتھ تھی۔ 'وائمار' نے جب وطن کے جوش میں 'پروشیا' کا ساتھ دیا تو گوئٹے کو بڑا صدمہ ہوا۔ اُسے اپنے ملک سے جتنی محبت تھی وہ کم لوگوں کو ہوگی لیکن وہ سمجھتا تھا کہ 'نپولین' نے تمام 'یورپ' کو آزاد کرانے اور ایک نئے اور اعلیٰ تمدن کی بنیاد رکھنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ وائمار میں کوئی اس معاملے میں اُس کا ہم خیال نہ تھا، اس لئے اُس کی دلچسپی انقلاب سے رفتہ رفتہ کم ہوگئی اور وہ حکیمانہ بے تعلقی سے اس کی نشو و نما کا مطالعہ کرنے لگا۔ لیکن 'نپولین' سے اُسے ہمیشہ عقیدت رہی —

ان دنوں 'وائمار' میں ایک نوجوان شاعر آیا ہوا تھا جو 'جرمنی' کے آسمان سخن پر 'گوئٹے' کے پہلو بہ پہلو چمکنے والا تھا۔ 'شلر' جس کا نام آج تک 'گوئٹے' کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے، اُفتادِ طبیعت، شاعرانہ عقائد، طرزِ ادا غرض ہر چیز میں 'گوئٹے' سے مختلف تھا۔ سن رسیدہ 'گوئٹے' خود دار، بھاری بھر کم، صابر اور دور اندیش تھا اور نوجوان 'شلر' بے تکلف، گرم جوش، جلد باز اور

ناعاقبت اندیش - 'شلر' صرف شاعر نہ تھا بلکہ اُس نے تاریخ اور فلسفے کا بھی عالمانہ مطالعہ کیا تھا - فلسفے میں وہ 'کانٹ' کا پیرو تھا اور جمالیات کے شعبے میں اُس نے 'کانٹ' کے خیالات کو بنیاد قرار دے کر بڑے گہرے اور بصیرت افروز مقالے لکھے ھیں - اپنی شاعری میں بھی وہ ایک حد تک فلسفیانہ اصول کا پابند تھا اور منطقی تحلیل سے جس حد تک شاعر کام لے سکتا ھے لیتا تھا - 'گوئٹے' رسمی فلسفے سے زیادہ دلچسپی نہ رکھتا تھا لیکن اُس کی فطری ذھانت اُس کی وسیع نظر اُس کے گہرے مطالعے' اُس کے طویل تجربے نے اُسے فلسفۂ زندگی میں وہ بصیرت بخشی تھی جو 'شلر' تو کیا عہد جدید کے کسی شاعر کو نصیب نہیں ھوئی - پھر ھمہ گیری کے اعتبار سے بھی 'شلر' کو اُس سے کوئی نسبت نہ تھی - مجرد فلسفہ نہ سہی لیکن سائنس کے ھر شعبے میں اور دوسرے علوم وفنون میں وہ اھل فن کا سا درک رکھتا - تاھم اُس نے 'شلر' کی طرح شاعری کی بنیاد فلسفے پر نہیں رکھی تھی بلکہ فلسفے کی شاعری پر - وہ فلسفے کی عینک سے زندگی کا مطالعہ نہیں کرتا تھا بلکہ شاعر کی نظر سے اُس کا مشاھدہ کر کے فلسفیانہ نتائج حاصل کرنا چاھتا تھا - جو لوگ شاعری کی حقیقت سے واقف ھیں اُنھیں یہ تسلیم کرنے میں تامل نہ ھوگا کہ 'گوئٹے' کا اُصول صحیح ھے اور 'شلر' کا غلط - اِن دونوں کی شاعری خود اِس کی روشن دلیل ھے' 'شلر' کا کلام زور' صفائی' چستی کے لحاظ سے نہایت قابل قدر ھے' لیکن اُس میں وہ گہرائی نہیں جو 'گوئٹے' کے یہاں پائی جاتی ھے - 'شلر' کا کوئی ڈراما فلسفیانہ نہیں کہا جا سکتا 'گوئٹے' کا

'فاؤسٹ' دنیا کی بلند ترین فلسفیانہ نظموں میں شمار ہوتا ہے۔

'شلر' کو 'گوئٹے' سے ملنے کی بڑی آرزو تھی لیکن 'گوئٹے' کچھ اختلاف طبیعت' کچھ عزلت پسندی' کچھ رشک کے سبب سے بہت دن تک کتراتا رہا۔ آخر دونوں میں ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا آہستہ آہستہ انہیں ایک دوسرے کی قدر و قیمت کا اندازہ ہونے لگا۔ سنہ ۱۷۹۴ ع تک اُس دوستی کی بنیاد مضبوط ہو چکی تھی اور باہمی تاثیر و تاثر کا وہ سلسلہ شروع ہو چکا تھا جس نے دونوں کا حوصلہ بڑھایا اور دونوں کے کلام میں چار چاند لگا دئے۔

'شلر' کی دوستی سے 'گوئٹے' کی زندگی کا پانچواں دور شروع ہوتا ہے اور یہی دور اُس کی شاعری اور معانی آفرینی کا زرین عہد ہے۔ 'شلر' کے جوش جوانی اور حوصلہ مندی نے 'گوئٹے' کے دل میں شاعری کی دبی ہوئی آگ کو اُبھارا اور اُسی کے مشورے اور اصرار سے 'گوئٹے' نے ان معرکہ آرا تصانیف کو پھر ہاتھ لگایا جنہیں وہ مدت سے چھوڑ چکا تھا۔ اب 'شلر' 'گوئٹے' کا ادبی مشیر بن گیا اور اُسی کے اثر سے 'گوئٹے' کو اپنی تصنیف میں تنقید اور تنظیم کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ اب تک اُس کی طبیعت ایک پہاڑی ندی کی طرح بے قید تھی اور جدھر من کی موج ہو اُدھر بہتی تھی۔ اب اس نے اسے ایک نہر کی طرح سوچ سمجھ کر معینہ راستوں پر لے جانے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کیف و کم دونوں کے لحاظ سے اس کی تصنیف

نے بہت ترقی کی - اب وہ زندگی کے منفرد پہلوؤں کی مصوری سے آگے بڑھ کر مجموعی انسانی زندگی کا نقاش بن گیا - اس سلسلے کی پہلی کتاب "'ولہیلم مائسٹر' کا زمانۂ شاگردی" ہے - کسی زمانے میں اس نے ایک نوجوان کا قصہ لکھا تھا جو تھیٹر کی تماشا گری کو اپنا پیشہ بنانا چاہتا ہے اور برسوں اس کوچے میں سرگرداں رہ کر عجیب تجربات حاصل کرتا ہے - اب 'گوئٹے' نے اس قصے کو دوبارہ لکھا اور ایک شاہ کار بنا دیا جس کا جواب اگر 'جرمن' ادب میں مل سکتا ہے تو 'فاؤسٹ' ہی ہے - اب یہ 'گوئٹے' کے فلسفۂ زندگی اور فلسفۂ تعلیم کا آئینہ بن گیا - اس میں 'گوئٹے' نے یہ دکھایا کہ سچی تعلیم وہ ہے جو انسان زندگی کی سختیاں جھیل کر اور ٹھوکریں کھا کر حاصل کرتا ہے بہ شرطیکہ اس کی آنکھیں کھلی ہوں —

ہم کہہ چکے ہیں کہ تنقید کا شوق 'گوئٹے' کو 'شلر' نے دلایا تھا - 'گوئٹے' جو زندگی کے مدرسے سے حکمت و بصیرت کی سند لے چکا تھا اب اس طرف متوجہ ہوا کہ دوسروں کو راہ دکھائے اور تعلیم دے - 'شلر' نے 'ییمنا' سے ایک رسالہ نکالنا شروع کیا تھا - 'گوئٹے' نے اس میں تنقیدی اور طنزیہ مضامین لکھے - ان میں فن تنقید کے وہ باریک نکتے بیان کئے گئے ہیں جن کی مثال 'جرمنی' میں کیا دنیا کے ادب میں ملنا مشکل ہے —

یہ چیزیں تو نثر میں تھیں - نظم میں 'گوئٹے' نے وہ پیاری کتاب "'ہرمان' اور ڈوروتھیا" لکھی جو خیالات کی پختگی اور طرز ادا کی سادگی کے لحاظ سے 'ہومر' اور

'فردوسی' کے کلام کی طرح سہل ممتنع کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں دیہات کی سیدھی سادی زندگی اور دو پاک اور بھولی روحوں کے باہمی عشق کی تصویر ہے جس کا ہر رنگ دلکش اور ہر خط اثر آفریں ہے۔ اس کے اس عہد کے چھوٹے چھوٹے ڈراموں اور غنائی شاعری میں بھی کلاسیکی رنگ چھایا ہوا ہے —

ان چیزوں کے ساتھ گوئٹے 'فاؤسٹ' پر بھی نظر ثانی کرتا رہا۔ اس کی ہمہ گیر طبیعت ایک وقت میں ایک چیز پر قناعت نہ کرتی تھی۔ ایک ہی وقت میں وہ نہ صرف مختلف ادبی کام کرتا تھا بلکہ طبیعیات، نباتیات، معدنیات وغیرہ کا نظری مطالعہ اور عملی تجربہ کرتا رہتا تھا۔ اسی کے ساتھ نقاشی اور دوسرے فنون لطیفہ کا شغل بھی رہتا تھا اس سرسری خاکے میں ہم 'گوئٹے' کو صرف ادیب کی حیثیت سے دکھانا چاہتے ہیں ورنہ وہ تو ایسا جامع حیثیات شخص تھا کہ اس کی زندگی علم النفس کے ماہروں کے نزدیک ایک معمہ ہے۔ اس کی جتنی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی کو اٹھا کر دیکھئے تو ذہن انسانی کی وسعت اور ہمہ گیری کا حیرت انگیز نمونہ نظر آتا ہے —

'گوئٹے' اور 'شلر' کی دوستی کا یہ دور حکم قضا سے بہت جلد ختم ہو گیا۔ 'شلر' سنہ ۱۸۰۵ء میں سن کہولت کو پہنچنے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ 'گوئٹے' کو اس کے مرنے کا اتنا صدمہ ہوا کہ اس کی فطری شگفتگی ہمیشہ کے لئے مرجھا کر اور اس کی خلقی اُمنگ ہمیشہ کے

لئے دب کر رہ گئی - اِس کی عزلت پسندی اب اور بھی بڑھ گئی - سنہ ۱۸۰۶ ع میں اس نے اپنی ایک وفادار خادمہ سے نکاح کر لیا اور خارجی دنیا سے قریب قریب قطع تعلق کر کے اپنی تخیل اور تفکر کی دنیا میں، جو ظاہر میں محدود مگر باطن میں کل کائنات سے زیادہ وسیع ہے، محو ہو گیا ـــ

مگر یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ 'گوئٹے' کی ادبی اور علمی جد و جہد ختم ہو گئی - اس نے اپنی نصف صدی کی زندگی میں تجربے اور مشاہدے کا اتنا بڑا خزانہ جمع کر لیا تھا اور تندہی اور محنت کی ایسی پختہ عادت ڈال لی تھی کہ اس کی عمر کے بقیہ پچیس برس میں تصنیف و تالیف کا مشغلہ بدستور جاری رہا ـــ

'گوئٹے' کی عمر کا یہ آخری دور غالباً انسانی زندگی کے مبصر اور ادبی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ ہے - اُس میں ہمیں ایک پیر دانشمند کی تصویر نظر آتی ہے جو زندگی کے نشیب و فراز دیکھ چکا ہے، جو اپنی فطری بیچینی، اپنی بے قید قوت تخلیق، اپنی بے روک جذبات پرستی کو ضبط و انضباط، اصول و قواعد، عقیدے اور نصب العین کے قابو میں لا چکا ہے، اپنے ملک کے ادب کے رومانی جوش و خروش کو کلاسیکی ترتیب وہم آہنگی کے سانچے میں ڈھال چکا ہے، اپنی قوم کے مزاج کی وحشت اور شورش کو تنظیم اور تہذیب کی راہ دکھا چکا ہے اور اب سکون و اطمینان سے بیٹھ کر اپنے کام پر نظر ثانی کر رہا ہے- وہ اپنے گھر سے باہر بہت کم نکلتا ہے لیکن اس کا گھر اہل علم و ارباب ادب کا مرجع ہے - لوگ آتے ہیں اور اس کے فیض سخن، اس کی حکمت و بصیرت

سے مالا مال ہو کر جاتے ہیں، سارے 'جرمنی' بلکہ سارے یورپ کی ادبی نشو و نما اس کے پیش نظر رہتی ہے - وہ تلقید اور بزرگانہ مشوروں سے نوجوان ادیبوں اور شاعروں کی کوششوں کو سیدھی راہ پر لگاتا رہتا ہے - وہ دیکھتا ہے کہ رومانی تحریک، جسے وہ دبا چکا تھا اب پھر نئی نسل میں اُبھر رہی ہے، مگر وہ اس سے خفا نہیں - وہ جانتا ہے کہ جب تک دنیا قائم ہے شباب کا گرم خون "طوفان و ہیجان" بن کر اُبلتا رہے گا - مگر اُسے یہ بھی یقین ہے کہ جیسے اُس نے رومانی زندگی کی تپ مدتوں سہہ کر آخر میں ضبط و انضباط کی تجدید کی قدر پہچانی اسی طرح دوسرے بیمار بھی کریں گے اور انہیں اس میں خود اس کے نسخوں سے بڑی مدد ملے گی - 'رومانیت' کی دوا مل جانے سے وہ اتنا مطمئن ہے کہ اس عمر میں بھی کبھی کبھی یہ درد مول لیتا ہے اور اس کے سوز و ساز کا لطف اُٹھاتا ہے —

'گوئٹے' کی متعدد بہترین تصانیف اسی دور میں لکھی گئیں یا شائع ہوئیں - سنہ ۱۸۰۸ ع میں اس نے "فاؤسٹ" کا پہلا حصہ شائع کیا - اس کے کچھ سال بعد اس نے "مشرقی مغربی" دیوان لکھا - یہ اس کی متعدد غنائی نظموں کا مجموعہ ہے جو اس نے ایرانی شعرا خصوصاً 'حافظ' کے کلام سے متاثر ہو کر لکھا - اسی کے جواب میں 'علامۂ اقبال' نے "پیام مشرق" لکھا ہے - اس کتاب نے 'جرمنی' کے شاعرانہ حلقوں میں ہل چل ڈال دی - اس کی تقلید میں رومانی شاعروں نے متعدد کتابیں لکھیں اور شرقیات' ایک مستقل شعبۂ ادب بن گئی —

اب 'گوئٹے' نے پھر نثر کی طرف توجہ دی - تلخشایں

رشتے ' جو اصول کے فن کے لحاظ سے اُس کا سب سے مکمل ناول ھے اسی عہد کی تصنیف ھے - یہ عورت اور مرد کے عشق کا نفسیاتی مطالعہ ھے - ایک میاں بیوی کا جوڑا جن کی طبیعتوں میں باھم مناسبت نہیں ھے احساس فرض کے سبب سے کچھ دن ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کرتا ھے مگر آخر میں میاں اپنی ایک عزیز لڑکی پر اور بیوی میاں کے ایک دوست پر عاشق ہوجاتی ھے - پاس آبرو اور اخلاقی قانون انہیں زنجیروں میں جکڑ کر رکھتا ھے اور اُن کی زندگی کو برباد کردیتا ھے - اس میں ' گوئٹے ' نے سماج کو انفرادی روح کی فریاد سنائی ھے لیکن اخلاقی قانون کی زور شور سے حمایت کی ھے - اس کا مقابلہ '' ویرتھر '' سے کرنے سے معلوم ہوتا ھے کہ اب ' گوئٹے ' کا عقیدہ زندگی کتنا بدل چکا تھا —

اس کے بعد ' گوئٹے ' نے '' وِلہیلم مائسٹر '' کا دوسرا حصہ '' وِلہیلم مائسٹر کا زمانہ سیاحی '' کے نام سے لکھا - اس میں اُس نے دکھایا ھے کہ ایک شخص جو جوانی میں '' طوفان حوادث '' کے '' مکتب '' میں تعلیم حاصل کرچکا ھے کیوں کر زندگی کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے اور اپنی قوم کی تنظیم کرنے کی کوشش کرتا ھے - '' فاؤسٹ '' کے دوسرے حصے کی طرح یہ بھی ' گوئٹے ' کے فلسفۂ حیات کا دستور العمل ھے - تعلیم کے متعلق جو گہرے خیالات اس میں ظاہر کئے گئے ہیں وہ آج تک معلموں کے لئے سبق آموز ہیں —

جب ' گوئٹے ' کی کتاب زندگی ختم ہونے کو آئی تو اُسے اپنی سوانح عمری لکھنے کا خیال آیا - '' شاعری اور حقیقت '' کے نام سے اُس نے اپنے عہد شباب کے حالات تفصیل سے

ساتھہ سکھے۔ یہ صرف اس کی ابتدائی زندگی کی تصویر نہیں ہے بلکہ 'طوفان و ہیجان' کی ادبی تحریک کا مرقع ہے۔ افسوس ہے کہ اسے اس کتاب کے ختم کرنے کا موقع نہیں ملا، ورنہ ہمارے سامنے 'گوئٹے' کی پوری زندگی کی کہانی خود اس کی زبانی موجود ہوتی —

'گوئٹے' کی آخری تصنیف 'فاؤست' کا دوسرا حصہ ہے اسے اس نے سنہ ۱۸۳۱ع میں ختم کیا اور دوسرے سال ۸۳ برس کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ یہی "فاؤست" جس کی تکمیل میں اُس نے اپنی پوری عمر صرف کردی ہماری بحث کا اصلی موضوع ہے۔ اس لئے ہم آئندہ بابوں میں اس کا ماخذ بتائیں گے، اس کی تدریجی نشو و نما دکھائیں گے، اس میں جو قصہ بیان کیا گیا ہے اسے اپنے الفاظ میں سنائیں گے اور آخر میں اس پر مفصل تبصرہ کریں گے —

باب سوم

"فاؤست" کا ماخذ

عہد قدیم میں انسان کا ذہن مشاہدے اور تخیل میں امتیاز نہیں کرتا تھا۔ اسے نظام کائنات کو سمجھنے کا شوق تھا مگر فطرت کی ظاہری قوتوں کا اتنا کافی علم حاصل نہ تھا کہ علت و معلول کے سلسلے کی کڑی سے کڑی ملادے۔ اس لئے جہاں ضرورت ہوتی تھی وہ پوشیدہ قوتوں کے تصور سے کام لیتا تھا۔ اسی تصور پر جادو کا عقیدہ مبنی ہے۔ جو حکما علوم فطرت کی تحقیق میں مصروف

رکھتے تھے وہ خود سحر کے قائل ہوں یا نہ ہوں عوام ان سب کو ساحر ہی سمجھتے تھے - ' عیسائیت ' نے ان قوتوں کو جو ساحری کا مبداء سمجھی جاتی تھیں بھلے دیوتاؤں کے شیاطین قرار دیا - قرون وسطیٰ کے ' عیسائیوں ' کا عقیدہ تھا کہ ساحر ' شیطان ' کے مرید ہوتے ہیں لیکن کلیسا جو ' شیطان سے زیادہ قوی ہے انہیں اس کے پنجے سے چھڑا سکتا ہے - چنانچہ بہت سی جادوگرنیوں کی کہانیاں مشہور تھیں جن کی روحوں کو روحانی پیشواؤں نے شیطان سے چھین کر ' مسیح ' کے حلقے میں داخل کیا - سولھویں صدی میں جب تجدید مذہب نے پوپ اور کلیسا کے تقدس کا پردہ چاک کر دیا اور لوگوں کو پادریوں کی مافوق الفطرت قوتوں پر اعتماد نہ رہا تو ساحروں کی کہانیوں کا رنگ بھی بدل گیا - اس زمانے کی کہانیوں میں جو ساحر ' شیطان ' کے ہاتھ اپنی روح بیچتا ہے اس کو کوئی نجات نہیں دلاتا اور جب وہ مرتا ہے تو ' شیطان ' اس کی روح کو اپنی جہنم کی سلطنت میں بھیج دیتا ہے —

اسی قسم کی کہانیوں میں سے ' فاؤست ' کا افسانہ ہے - اس کی تاریخی اصلیت اتنی ہے کہ جان ' فاؤست ' نامی ایک شخص مشہور عالم ' میلانشتوں ' کا ہم عصر اور ہم وطن تھا - اس کا پتہ چلتا ہے کہ وہ سنہ ۱۵۱۶ ع سے ۱۵۲۵ تک ' ماؤل ن ' میں وہاں کے اسقف کے ساتھ رہا اور اس کے بعد ' نلبرگ ' میں آیا - یہاں اس نے اپنے آپ کو ساحر مشہور کیا اور اس کا دعویٰ تھا کہ جرمنی کے شاہنشاہ کو میرے ہی جادو کی بدولت ' اطالیہ ' میں شکست ہوئی - ' میلانشتون ' نے اسے ان حرکتوں پر لعنت ملامت کی اور وہ گرفتاری کے خوف

سے وہاں سے بھاگا اور عرصے تک مارا مارا پھرنے کے بعد ' ورٹمبرگ ' کے کسی گاؤں میں مر گیا ـــ

سولھویں صدی کے نصف آخر میں لوگوں نے رنگ آمیزی کرتے کرتے اس کی زندگی کے حالات کو ایک عجیب و غریب افسانہ بنا دیا تھا - سنہ ۱۵۵۷ ع میں ' فرانکفورٹ ' میں ایک قصہ Faustbuch (کتاب ' فاؤسٹ ') کے نام سے شائع ہوا تھا - یہی اصل ' میں گوئٹے ' کے ڈرامے کا ماخذ ہے ـــ

اصل قصے کا ھیرو ایک کسان کا لڑکا ' جان فاؤسٹ ' ہے - وہ جرمنی میں ' وٹنبرگ ' میں تعلیم حاصل کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں پر سبقت لے جاتا ہے - اُسے علوم ممنوعہ کے حاصل کرنے کا شوق ہے ' وہ سحر و نجوم نجات کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے اور بائبل کو بالائے طاق رکھہ دیتا ہے - '' وہ عقاب کے پر لگا کر آسمان کے چپے چپے کی سیر کرنا چاھتا تھا '' - وہ ' شیطان ' کے ھاتھہ اپنی روح اس شرط پر بیچتا ہے کہ اُس پر تمام پوشیدہ راز منکشف ہو جائیں اور تمام باطنی قوتیں اُسے مل جائیں - ' فاؤسٹ ' آٹھہ برس ' وٹنبرگ ' میں رھتا ہے اور اس کے بعد ' شیطان ' کے ساتھہ ' قسطنطنیہ ' اور ' روما ' کی سیر کرتا ہے - ' وٹنبرگ ' میں طالب علموں کی ایک دعوت میں وہ قدیم ' یونان ' کی مشہور حسینہ ' ھیلن ' کی روح کو بلاتا ہے - وہ اس روح سے شادی کرلیتا ہے اور اس کے بطن سے اس کا ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے - جب اس کے اور ' شیطان ' کے معاہدے کی میعاد ختم ہوتی ہے تو ' فاؤسٹ ' اپنے کئے پر پچھتاتا ہے اور ' شیطان ' جسے اپنی جیت کا یقین ہے اُس سے یوں کھیلتا ہے جیسے بلی چوہے

ہے - اپنی زندگی کا آخری دن وہ اپنے دوستوں کے ساتھ 'وٹنبرگ' میں بسر کرتا ہے - ابر و باد کے تند و تیز طوفان میں وہ ایڑیاں رگڑ کر جان دیتا ہے اور اپنی روح 'شیطان' کے حوالے کرتا ہے —

سنہ ۱۵۹۰ ع میں اس کتاب کا 'جرمن' سے 'انگریزی' میں ترجمہ ہوا - تھوڑے ہی دن بعد 'مارلو' نے اس قصے کو ڈراما کے طرز پر لکھہ کر شائع کیا - 'انگلستان' میں یہ ڈراما بہت مقبول ہوا اور وہاں سے تھیٹر کی کمپنیاں' جو بر اعظم کا دورہ کیا کرتی تھیں' اسے 'جرمنی' لائیں - جرمنی' کی اسٹیج پر ان دنوں 'فرانسیسی' ناٹکوں کا قبضہ تھا - یہ قصہ وہاں بہت دن تک کٹھہ پتلی کے تماشے میں دکھایا جاتا تھا —

اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں 'لیسنگ' نے جس کی بدولت 'جرمن' ادب میں نئی روح پیدا ہوئی 'جرمن' اسٹیج کو بھی 'فرانسیسی' اثر سے آزاد کرنے کی کوشش کی - اُس نے متعدد اوریجنل ڈرامے لکھے اور اسی سلسلے میں 'فاؤسٹ' کے قصے کو بھی ڈراما کی صورت میں لانا چاہا - لیکن ایک سین سے زیادہ نہ لکھہ پایا —

غرض 'فاؤسٹ' کا قصہ 'جرمنوں' کے قومی تخیل کا عکس تھا - اور صدیوں سے خاص و عام میں مقبول تھا - لوگ اسے "کتاب فاؤسٹ" میں پڑھتے تھے کٹھہ پتلی کے تماشے میں دیکھتے تھے اور کہانیوں میں سنتے تھے —

باب چہارم

فاؤسٹ کی تدریجی نشو و نما

'گوئٹے' کے حالات زندگی کے بیان میں ہم ضمناً "فاؤسٹ" کی تصنیف کا ذکر کرچکے ہیں لیکن اس ناٹک کے سمجھنے کے لئے اس کی نشو و نما سے تفصیلی واقفیت ہونا ضروری ہے۔ 'گوئٹے' کو بچپن سے قصوں اور تماشوں کا شوق تھا۔ اس سلسلے میں اُسے 'فاؤسٹ' کے افسانے سے بڑی بہت دلچسپی تھی۔ اُس نے کٹھ پتلی کے تماشے میں یہ قصہ بارہا دیکھا تھا اور "کتاب فاؤسٹ" بھی یقیناً اس کی نظر سے گزری تھی اگرچہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے یہ کتاب اپنا ناٹک شروع کرنے سے پہلے پڑھی تھی یا اُس کی تصنیف کے دوران میں۔ 'مارلو' کے ناٹک "ڈاکٹر فاؤسٹس" کا نام اُس نے چاہے پہلے بھی سنا ہو لیکن اس کے مطالعے کا اتفاق اُسے سنہ ۱۸۲۹ ع میں ہوا جب وہ اپنے "فاؤسٹ" کا دوسرا حصہ ختم کر رہا تھا۔ اس افسانے کا 'جرمنی' میں مشہور اور مقبول عام ہونا اور 'گوئٹے' کا اس سے بچپن سے دلچسپی رکھنا ہی اس بات کے لئے کافی تھا کہ اُس کے دل میں اس موضوع پر ایک ناٹک لکھنے کا خیال پیدا ہوتا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۷۶۸ ع میں جب وہ اُنیس برس کی عمر میں 'لائپزش' سے بیمار ہوکر لوٹا اور دو برس کے قریب فرانکفورٹ میں اپنے گھر پر مقیم رہا تو اسے ایسی صحبت میں رہنے اور ایسی کتابیں پڑھنے کا موقع

ملا کہ قرون وسطیٰ کے سحر ' نیرنجات ' الکیمیا وغیرہ سے جو فاؤسٹ کے قصے کی بنیاد ہیں ' اسے انتہائی دلچسپی پیدا ہوئی اور ان خیالات و استعارات پر پورا عبور حاصل ہوگیا - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے معالج اور اس کی تیمار دار (یعنی اس کی ماں کی دوست (فرولائن فان ' کلیٹنبرگ ') دونوں کو یہودیوں کے علوم باطنی کی کتاب (Cabala) اور دوسری سحر و نیرنجات کی کتابوں کے مطالعے کا بیحد شوق تھا اور عملیات میں بھی انہماک تھا - ان دونوں نے گوئٹے کو بھی ان چیزوں کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی - گوئٹے کا وسیع تخیل اثر پذیر قلب ' انیس برس کی عمر ' احسان مندی کا جذبہ ' بھلا جب اتنی چیزیں اکٹھا ہو جائیں تو اسے اس کوچے کی خاک چھاننے کا شوق کیونکر نہ پیدا ہو - نتیجہ یہ ہوا کہ بیماری سے اٹھنے کے بعد وہ دن رات سحر و الکیمیا کی کتابوں کو پڑھنے اور ان کے نسخوں کو طیار کرنے میں مصروف رہا کرتا تھا - محقق کی حیثیت سے ' گوئٹے ' نے اس ضعیف الاعتقادی کو جس سے وہ عارضی طور پر مغلوب ہوگیا تھا ' بہت جلد دل سے دور کردیا ' لیکن شاعر کی حیثیت سے وہ اس نیرنگ تخیل میں ہمیشہ ڈوبا رہا - کوئی تعجب نہیں اگر " فاؤسٹ " کا قصہ جو اٹھارویں صدی کے عقلیت پسندوں کے نزدیک ایک کہانی سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا اس کی نظر میں جیتی جاگتی تصویروں کا مرقع بن گیا اور اس نے آگے چل کر یہ ارادہ کیا کہ اپنی شاعری کی رنگ آمیزی سے اسے نقش آذرنگ کا حریف کردے -

' اسٹراسبرگ ' میں ' ہرڈر ' سے ملاقات ہونے کے بعد

اس تحریک کو اور قوت پہنچی اُس کی بدولت 'گوئٹے' پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ شاعری کے بڑے سے بڑے کارنامے وہی ہیں جن میں کسی قادرالکلام اُستاد نے عوام کے محبوب قصوں کو، اُن کے جذبات، خیالات اور معتقدات کو شعر کا جامہ پہنایا ہے۔ 'گوئٹے' کے سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ اسی زمانے میں اُس کے دل میں "فاوسٹ" اور "گوتس فان برلیشنگن" لکھنے کا خیال پیدا ہوا

لیکن جن لوگوں نے 'گوئٹے' کی شاعری اور اس کی سیرت کا نظرِ غور سے مطالعہ کیا ہے وہ اِن محرکات کے علاوہ کسی اور چیز کو ڈھونڈھتے ہیں، جس نے باکمال شاعر سے یہ بےمثل نظام لکھوائی - اس میں شک نہیں کہ 'گوئٹے' کی تصانیف عموماً خارجی مواد پر مبنی ہوتی ہیں - وہ تاریخی قصوں سے، پرانی کہانیوں سے، اپنے زمانے کے واقعات سے، مناظرِ قدرت سے دل کھول کر کام لیتا ہے، لیکن اُس وقت جب یہ چیزیں اس کے باطنی تجربے، اُس کی واردات قلب کا موضوع بن جائیں - اس کی شاعری اُس کے دل کا آئینہ ہے - اُس کی بہترین تصانیف اُس کی زندگی کی تصویریں ہیں - اگر وہ یہ ناٹک محض اس بنا پر لکھتا کہ اسے 'فاؤسٹ' کا قصہ بچپن سے پسند تھا، یا اُس نے نوجوانی میں الکیمیا اور نیرنجات کا مطالعہ کیا تھا، یا 'ہردر' نے اُسے شعرالعوام کی طرف توجہ دلائی تھی تو یہ ایک معمولی سی چیز ہوتی، جیسی اُس کی بہت سی چھوٹی چھوٹی تمثیلیں ہیں - ایسا عظیم الشان ناٹک لکھنے کے لئے کسی گہری روحانی تحریک کی ضرورت تھی - اصل بات یہ ہے کہ 'اسٹراسبرگ' کے قیام

کے زمانے میں 'گوئٹے' عنفوان شباب کی منزل سے گذر کر بلوغ کی سرحد میں قدم رکھہ چکا تھا - اُس کے قلب کی بے چینی اور آرزو' اُس کی طبیعت کی ہمہ جوئی اور ہمہ گیری اظہار کا تقاضا کر رہی تھی - اُسے اپنی شخصیت کی جھلک 'فاؤست' کے کیریکٹر میں نظر آئی' قصہ پیش نظر تھا' مواد موجود تھا بس اس نے "فاؤست" کو اپنے درد دل کا ترجمان' اُس کے قصے کو اپنی زندگی کی کہانی بنا لیا جسے وہ ساری عمر کہتا رہا —

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ 'استراسبرگ' کے قیام کے زمانے میں 'گوئٹے' کے دل پر 'فریڈریکے بریون' کے عشق کا معاملہ گذر چکا تھا اور وہ مجبوراً اپنی معشوقہ کو درد فرقت میں تڑپتا چھوڑ آیا تھا - 'گوئٹے' نے "فاؤست" لکھنا شروع کیا تو یہ زخم ہنوز تازہ تھا - اس لئے اس نے پرانے قصے میں ایک نیا عنصر یعنی 'گریتشن' کی محبت کا واقعہ شامل کردیا جس کی تصویر میں زیادہ تر 'فریڈریکے' کا اور کسی حد تک اُس 'گریتشن' کا عکس تھا جس پر 'گوئٹے' پندرہ برس کی عمر میں عاشق ہوا تھا - 'گریتشن' کا قصہ 'فاؤست" کے پہلے حصے کی جان ہے' بلکہ اس کے پہلے مسودے میں (جو سنہ ۱۷۷۵ ع میں طیار ہوا تھا) تو سوائے اس کے کچھہ تھا ہی نہیں' پرانے قصے سے جو مشابہت تھی وہ محض برائے نام تھی یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ 'گوئٹے' کو اصل میں پندرھویں صدی کی کہانی کہنا مقصود نہ تھا بلکہ وہ اس کے پردے میں اپنا افسانہ سنانا چاہتا تھا —

بہر حال سنہ ۱۷۷۳ع میں جب 'گوئٹے' نے 'استراسبرگ'

سے آکر 'فرانکفورٹ' میں قیام کیا تو اس نے "فاؤسٹ" کی تصنیف کے خیال کو جو ایک سال سے اس کے دل میں تھا عملی جامہ پہنانا شروع کیا - سنہ ۱۷۷۴ ع میں اس نے 'کلوپسٹاک' کو اپنے مسودے کے وہ اجزا سنائے جو اس وقت طیار تھے - سنہ ۱۷۷۵ ع میں جب وہ 'وائمار' پہنچا ہے تو وہ پہلے حصے کے تمام سین جن میں 'گریتشن' کا ذکر ہے (سوائے کلیسا اور قید خانے کے سین کے) 'آؤ ایر باخ' کے تہ خانے کا سین اور 'شیطان' اور طالب علم کی گفتگو لکھ چکا تھا - 'وائمار' کے قیام کے پہلے دس سال 'گوئٹے' کی زندگی کا عملی دور ہیں' جن میں وہ مختلف انتظامی عہدوں پر مامور رہا - اس عرصے میں اسے تصنیف و تالیف کا موقع بہت کم ملا - سنہ ۱۷۸۰ ع میں اس نے دوسرے حصے کا ایک آدھ سین لکھا - ۱۸۸۶ ع میں جب وہ 'اطالیا' گیا تو اس سرزمین کی جاں‌فزا آب و ہوا سے اس کی ذہنی قوتیں پھر اُبھر آئیں اور 'روما' میں اس نے "فاؤسٹ" کو پھر لکھنا شروع کیا - وہاں سے واپسی کے بعد سنہ ۱۷۹۰ ع میں "فاؤسٹ" کے بعض اجزا 'گوئٹے' کی تصانیف کے مجموعے میں "نا تمام ٹکڑے" نام سے شائع ہوے -

اس کے بعد "فاوسٹ" کی تصنیف کا سلسلہ پھر رک گیا - اب 'گوئٹے' کے ذہن میں "فاوسٹ" کا تصور کچھ اور ہی ہوگیا تھا - ابتدا میں وہ اپنے بے چین پر آرزو دل کی تصویر 'گریتشن' کے قصے میں دکھاتا اور پرانے افسانے سے محض اس تصویر کے چوکھٹے کا کام لینا چاہتا تھا - لیکن زندگی کے نشیب و فراز نے خصوصاً 'اطالیا' کے قیام نے اُس کے

دل میں زیادہ وسعت اور اُس کے خیالات میں زیادہ گہرائی پیدا کردی تھی اب وہ " فاؤسٹ " کو آپ بیتی کی جگہ جگ بیتی اور رومانی روح کی فریاد کی جگہ رومانی اور کلاسکی رو کا ہم آہنگ نغمہ بنانا چاہتا تھا - یہ کام دشوار اور دیر طلب تھا اور یوں بھی ' گوئٹے ' کو کافی فرصت اور جمیعت خاطر حاصل نہ تھی ، اس لئے چار پانچ برس تک اُس نے " فاؤسٹ " کے پرانے مسودوں کو کھول کر بھی نہیں دیکھا - اس زمانے میں اُس کی ملاقات ' شلر ' سے ہو چکی تھی اور اُس دوستی کی بنیاد پڑ چکی تھی جس کی بدولت دونوں کو ایک دوسرے سے بے اندازہ روحانی فیض حاصل ہوا - ' شلر ' ' گوئٹے ' کا ادبی مشیر بن گیا تھا اور اُس کی رائے کی ' گوئٹے ' بہت وقعت کرتا تھا - ' شلر ' نے " فاؤسٹ " کے شائع شدہ ٹکڑے کو دیکھ کر اُس کی شاعرانہ اور فلسفیانہ اہمیت کا اندازہ کیا - وہ ۲۹ نومبر سنہ ۱۷۹۴ کو ایک خط میں ' گوئٹے ' کو لکھتا ہے : " مجھے آپ کے " فاؤسٹ " کے غیر مطبوعہ حصے پڑھنے کا بہت اشتیاق ہے کیونکہ سچ پوچھئے تو جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ ہر قلیس کے مجسمے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے - ان اجزا میں جو قوت تخیل اور رفعت طبع صرف کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی بڑے استاد کا کار نامہ ہے - میں چاہتا ہوں جہاں تک ممکن ہو اُس کی بلند اور جری کیر کٹر کی پوری نشو و نما دیکھوں جو اس قصے کا روح و رواں ہے" - ' گوئٹے ' نے جو جواب دیا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے " فاؤسٹ " کی تکمیل کی بہت کم اُمید تھی - وہ لکھتا ہے : " فی الحال میں " فاؤسٹ " کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا - مجھے

اُس بستے کو کھولنے کی جرأت نہیں ہوتی جس میں وہ مقید ہے ' کہوں کہ اگر میں اُن مسودوں کو صاف کروں تو اُن کی تکمیل بھی کرنا پڑے گی اور اس کی مجھ میں ہمت نہیں۔ اگر آئندہ کبھی یہ ہمت پیدا ہوگئی تو محض آپ کی ہمدردی کی بدولت " سنہ ۱۷۹۵ ع میں ' گوئٹے ' نے ' یینا ' جاکر ' شلر ' کو " فاؤست " کا مسودہ دکھایا۔ ' شلر ' کی سچی ہمدردی اور محبت سے اُس کے بجھے ہوئے دل میں نئے سرے سے ولولہ پیدا ہوا اور اُس نے " فاؤست " کی تکمیل کا ارادہ کرلیا۔ سنہ ۱۷۹۷ ع میں ' گوئٹے ' نے " آسمان کا تمہیدی سین " " تہدیہ " اور " بیچ کا گیت " لکھا ' جس کے بعد وہ ' ابلیس ' کے دربار کا منظر دکھانا چاہتا تھا۔ لیکن اس ارادے کو پورا نہ کرسکا اور اس نے بغیر ترتیب اور مناسبت کا خیال کئے ہوئے اس ٹکڑے کو بھی قصے میں ٹھونس دیا۔ سنہ ۱۷۹۸ ع میں اُس نے " تماشا گاہ کا تمہیدی سین " اور چند اور ابتدائی سین لکھے۔ سنہ ۱۸۰۰ ع میں اُس نے دوسرے حصے کے وہ سین لکھے جن میں ' ہیلن ' کا بیان ہے۔ اسی سال موسم خزاں میں اُس نے پہلے حصے کو ختم کرنے کی کوشش کی اور ' والپرگس کی رات کا خواب ' اور ' والنٹائن ' کی موت کا سین لکھا۔ لیکن بعض وجوہ سے کتاب اب بھی شائع نہ ہو سکی۔ سنہ ۱۹۰۵ ع میں ' شلر ' کا انتقال ہوگیا اس صدمے سے سر اُٹھانے کے بعد گوئٹے نے " فاؤست " کی طرف توجہ کی اور سنہ ۱۸۰۸ ع میں پہلے حصے کو مکمل کرکے شائع کردیا —

دوسرے حصے کے بہت سے سین اس سے پہلے لکھے جاچکے تھے

لیکن پیرانہ سالی کے سبب سے گوئٹے کی طبیعت میں اب وہ پہلا سا زور باقی نہیں رہا تھا۔ 'شلر' کے مرنے سے اُس پر ایسی افسردگی چھا گئی تھی کہ سنہ ۱۸۲۵ ع تک اُسے دوسرے حصے کی تکمیل کا خیال بھی نہیں آیا۔ اس زمانے میں اُس نے آنے والی موت کے اندیشے سے اپنے کام کے سمیٹنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۲۷ ع میں "فاؤسٹ" کے دوسرے حصے کے اُن اجزا کو جن میں 'ہیلن' کا ذکر ہے، اُس نے علحدہ قصے کی صورت میں اپنی تصانیف کی ساتویں جلد میں شائع کرا دیا۔ اب وہ کم و بیش پابندی سے کام کرتا رہا، لیکن عمر کے تقاضے سے رفتار بہت کم ہوگئی تھی۔ سنہ ۱۸۳۱ ع میں دوسرا حصہ ختم ہوگیا اور سر بہ مہر کرکے رکھ دیا گیا کہ 'گوئٹے' کے مرنے کے بعد شائع ہو۔ اس کے سات مہینے بعد سنہ ۱۸۳۲ ع میں 'گوئٹے' نے وفات پائی اور اسی سال "فاؤسٹ" کے دونوں حصے مکمل شائع ہوئے —

باب پنجم

قصے کا خلاصہ

ہم دیکھ چکے ہیں کہ "فاؤسٹ" کے مختلف حصے برسوں کے تفاوت سے لکھے گئے اور بعض ایسے اجزا بھی اُس میں شامل کردیے گئے جو قصے میں کسی طرح نہیں کھپتے۔ اس سبب سے علاوہ اور پیچیدگیوں کے ایک دقت یہ پیدا ہوگئی کہ واقعات میں تسلسل قائم نہیں رہا۔ نتیجہ یہ ہوا

کہ پڑھنے والے قصے کو اچھی طرح نہیں سمجھتے اور اُن کی طبیعت اس کی صوری بے ترتیبی سے اس قدر الجھتی ہے کہ وہ معنوی خوبیوں کا پورا لطف نہیں اُٹھا سکتے - اس کے علاوہ ہم فی الحال صرف پہلے حصے کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں جسے ختم کرنے کے بعد انجام معلوم کرنے کی خلش باقی رہتی ہے - اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ دونوں حصوں کے مضامین اس طرح بیان کردیں کہ پورے قصے کا ایک مسلسل اور مربوط خاکہ پڑھنے والے کے پیش نظر رہے —

اس میں ہم حتی الامکان اختصار کو مد نظر رکھیں گے ' لیکن " فاؤست " بہت بڑی نظم ہے اور پھر فلسفیانہ نظم ' جس کا خلاصہ لکھنے میں بھی اہم مطالب کی تفسیر کی ضرورت پڑتی ہے - اس لئے اگر کسی قدر طول ہوجائے تو اُمید ہے کہ پڑھنے والے صبر سے کام لیں گے —

کتاب کی ابتدا میں ایک دل نشیں اور دلگداز تہدیہ ہے - جس میں شاعر اپنے جوانی کے دوستوں کو یاد کرتا ہے ' جنھیں وہ ' فرانکفورت ' میں اور ' واٹسار ' کے قیام کے ابتدائی زمانے میں ' فاوست " کا پہلا مسودہ سنایا کرتا تھا - سنہ ۱۸۹۷ ع میں جب اس نے " تہدیہ " لکھا یہ پیار اور اخلاص کی صحبتیں " منتشر ہوچکی تھیں - اس کے اکثر دوست " چین کی گھڑیوں کی آرزوئیں کرتے کرتے تقدیر سے مایوس ہوکر " اُسے جدائی ' داغ دے چکے تھے - اس لئے بندۂ محبت ' پیکر وفا ' وگوٹے ' کو پہلا حصہ ختم کرتے وقت بے اختیار وہ روحیں یاد آتی ہیں جنھیں وہ " جوانی میں اپنا گیت

سناتا تھا " اور جو اب " اس نغمے کے آخری سروں کو نہیں سن سکتیں ' انہیں کے نام پر وہ اپنی شاعری کے سب سے بڑے کارنامے کو معنون کرتا ہے ۔ تقدیر کا کھیل دیکھئے کہ " فاؤسٹ " اب بھی شائع نہ ہوسکا اور گیارہ برس بعد (سنہ ۱۸۰۸ء) جب اس کے چھپنے کی نوبت آئی تو " گوئٹے " کا آخری دلی دوست 'شلر' بھی دنیا سے رحلت کرچکا تھا ۔ جب بڈھے شاعر نے کتاب کو مطبعے میں بھیجنے سے پہلے اس تمہید پر نظر ثانی کی ہوگی تو اُس کے قلب کے لئے اِن الفاظ کا سوز و گداز اور بھی بڑھ گیا ہوگا " جو چیزیں میرے پاس ہیں وہ دور نظر آتی ہیں اور کھوئی ہوئی چیزیں حقیقی معلوم ہوتی ہیں " ۔

" تمہید ' کے بعد تماشا گاہ کا تمہیدی سین ہے جس میں ' گوئٹے ' ظریفانہ انداز میں اپنے ناٹک کی تقریب کرتا ہے : منیجر شاعر اور مسخرے تینوں کے پردے میں خود ' گوئٹے ' گفتگو کر رہا ہے ۔ وہ اپنی طبیعت کے تین پہلو دکھاتا ہے ' جن کے اتحاد عمل سے یہ ناٹک انجام کو پہنچا ۔ منیجر کی حیثیت سے ' گوئٹے ' اُن لوگوں کو خوش کرنے کی فکر میں ہے جو تماشے میں محض دل بہلانے آتے ہیں ۔ وہ انہیں " لکڑی کے تنگ گھروندے کے اندر ساری کائنات کا نقشہ دکھانا " " اور آسمان سے زمین ' زمین سے پاتال تک کی سیر کرانا " چاہتا ہے ۔ شاعر کی حیثیت سے وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ عوام کے مذاق کی پروا نہ کرے اور اُن " اچھوتے " مضامین کو جو اُس کے " قلب کی گہرائی " میں پیدا ہوتے ہیں "موجودہ لمحے کی اشتہا کا لقمہ " نہ بنادے بلکہ " برسوں کے ریاض کے بعد مکمل صورت میں ظاہر کرے " اُسے آرزو ہے کہ " رباب زندگی کے اُلجھے ہوئے تاروں کو

سلجھا کر اور کس کہ نغمۂ حیات میں روانی پیدا کرے اور انفرادی روح کے سر کو کائنات کے مہاسر سے ملا کر ایک ہم آہنگ اور دل کش راگ سنائے "- مسخرے کی زبان سے وہ مینیجر اور شاعر کی بحث کا فیصلہ کرتا ہے - یہ دونوں عناصر ضروری ہیں لیکن انہیں شعوری مقاصد کی حیثیت سے پیش نظر رکھنے سے سچا ڈراما وجود میں نہیں آسکتا - صحیح راستہ یہ ہے کہ شاعر اپنے فطری وجدان کی مدد سے انسانی زندگی کا مشاہدہ کرے اور اسے اپنا موضوع بنا لے - پھر " عاشقی کے سودے " کی طرح " شاعری کا دھندا " خود بخود چل نکلے گا اور ایسا مرقع تیار ہو جائے گا " جس میں گوناگوں تصویریں ہوں مگر روشنی کم؛ غلطیوں کا انبار اور حقیقت کی ذراسی چنگاری"۔ "اسی نسخے سے وہ نادر شراب بنتی ہے جس سے سرور اور تقویت حاصل ہو" —

اصل قصے کے شروع ہونے سے پہلے " آسمان کا تمہیدی سین " ہے- ملائکہ مقرّبین ' کائنات ' کی تعریف اور خالق کائنات کی تہلیل میں مصروف ہیں - ' شیطان ' بھی بارگاہ ایزدی میں حاضر ہے اور انسان کی خود پسندی اور گمراہی پر خندہ زن ہے - صدائے غیبی اُس کی سرزنش کے لئے ' فاؤسٹ' کا ذکر کرتی ہے جو باوجود شک اور تاریکی میں مبتلا ہونے کے خدا کی بندگی کرتا ہے - ' شیطان ' جواب دیتا ہے کہ یہ شخص تو اوروں سے بھی بد تر ہے - اس کے حوصلوں کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں - " وہ تو آسمان سے اُس کے روشن ترین ستارے مانگتا ہے اور زمین سے بہترین روحانی نعمتیں - قریب و بعید کی کوئی چیز ایسی نہیں جس سے اس کے اضطراب

قلب کو تسکین ہو " ' شیطان ' کا دعویٰ ہے کہ اگر اسے اجازت ہو تو وہ ' فاؤسٹ ' کو بہت آسانی سے بہکا سکتا ہے - ارشاد ہوتا ہے " جب تک وہ دنیا میں ہے تجھے بہکانے کی ممانعت نہیں - جب تک انسان راہ طلب میں ہے اس کا بھٹکنا لازمی ہے " - " انسان کا دست عمل جلد سو جاتا ہے اور اسے آرام کی ضرورت ہوتی ہے ' اس لئے ہم اُسے تیرا سا مصاحب دیتے ہیں ' جو اُسے بہلائے ' اُبھارے اور آسمانی قوت تخلیق دے " —

اب اصل ناٹک شروع ہوتا ہے - پہلا منظر ' فاؤسٹ ' کا کمرہ ہے - ' فاؤسٹ ' ایک ادھیڑ عمر کا پروفیسر ہے ' جس نے اپنی جوانی طلب علم میں صرف کی ہے ' لیکن علم سے اُسے تسکین حاصل نہیں ہوئی - وہ نہ حسن و عشق کے مزے سے واقف ہے نہ مشاہدۂ فطرت کے کیف سے اور نہ لذت عمل سے - ان فطری رجحانات کے رکنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اُس کی زندگی بجائے ہم آہنگ وحدت کے ہنگامۂ انتشار بن کر رہ گئی ہے - اُس کے دل میں اب تک صرف ایک آرزو تھی اور یہ وہ تھی کہ علمی تحقیق و تجربے کے ذریعے کائنات کی حقیقت معلوم کرے - اُس نے اپنی آدھی عمر اس میں صرف کر دی ' راحت و مسرت کو اس پر قربان کر دیا لیکن آخر میں یہ معلوم ہوا کہ " علم انسان کی پہنچ سے باہر ہے " - اب اس کے دل پر یاس و حرمان کا دہرا بوجھ ہے : ایک تو یہ کہ طلب علم میں اُس کی سعی لا حاصل ثابت ہوئی ' دوسرے یہ کہ محض علم انسان کی روحانی تسکین کے لئے کافی نہیں - اب اُس کی روح اصل میں عقیدت ' اور عمل کے لئے تڑپ رہی ہے لیکن اُسے خود اس کا احساس نہیں - اُسے شعوری

حیثیت سے صرف یہ خلش محسوس ہوتی ہے کہ کائنات کا بھید معلوم کرنے کے لئے کوئی نزدیک کا راستہ ڈھونڈھے۔ جو کام ادراک سے نہ ہوسکا وہ اب 'فاؤسٹ' تخیل سے لینا چاہتا ہے۔ یوں تو تخیل کا موضوع آرٹ بھی ہے جس میں انسان وجدانی قوتوں کی صحیح تربیت کر کے شاہد حقیقت کا مشاہدہ ایک پیکر جمال کی حیثیت سے کرتا ہے۔ لیکن اُس کی بے صبر طبیعت بجائے تخیل کی اُس دور و دراز راہ کے جہاں وہ عقل کو رہنما بنا کر چلتا ہے' اس دلفریب پگڈنڈی کو اختیار کرتی ہے' جس سے انسان بظاہر چشم زدن میں منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے یعنی وہ بجائے آرٹ کے جادو کی مدد سے کائنات کا بھید معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ "میں اب فن ساحری کا مطالعہ کرتا ہوں۔ شاید اسی طرح میں کائنات کے اندرونی نظام سے واقف ہو جاؤں' مبداء حیات اور قوت خلق کا مشاہدہ کروں اور الفاظ کی خردہ فروشی پر لعنت بھیجوں"۔ وہ ایک جادو کی کتاب میں "کائنات اکبر" کا نقش دیکھتا ہے۔ اس کا اثر فوری اور حیرت انگیز ہے۔ اُس کی آنکھوں سے پردے اٹھ جاتے ہیں اور سارا نظام کائنات چلتی پھرتی تصویروں کی طرح نظر آتا ہے۔ وہ بے اختیار چلا اٹھتا ہے "سبحان اللہ! ہر جزوکس ترتیب کے ساتھ کل کی تعمیر میں صرف ہوا ہے اور ہر ذرے کی حرکت اور زندگی کس خوش اسلوبی سے دوسرے ذروں سے وابستہ ہے۔ وہ دیکھو اجرام سماوی کس طرح تگا پو میں مصروف ہیں اور ایک دوسرے سے کسب نور کر رہے ہیں۔ اُن کی روشن کرنیں آسمان سے زمین

رنگ پھیلی ہوئی ہیں اور شمیم سعادت برسا رہی ہیں - ہر ایک کی نوائے زندگی نغمۂ کائنات سے ہم آہنگ ہے" لیکن معاً اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ طلسمی منظر، یہ تخیل محض کا کارنامہ ایک سراب ہے جیسے ایک لمحے سے زیادہ قرار نہیں - اس کی تشنۂ دیدار روح اس کو دیکھ کر بجائے تسکین پانے کے اور بے قرار ہوجاتی ہے - وہ یاس و حسرت کے لہجے میں کہتا ہے "کتنا دلفریب تماشا ہے! مگر افسوس محض تماشا! اے نا محدود فطرت، میری نظر میں تیری بساط بس اتنی ہی ہے - اے حیات کائنات کے سرچشمو جن پر زمین و آسمان کا دار و مدار ہے، میں تمہیں سینے سے لگاؤں بتاؤ تم کہاں ہو؟ میرا تشنۂ وصال سینہ تمہاری طرف کھنچ رہا ہے - ہائے! تم اُبلو، تم سیراب کرو، اور میں یوں پیاسا رہوں؟"

اب 'فاؤسٹ' بیدلی سے کتاب کے ورق اُلٹتا ہے - دفعتاً روح ارض کا نقش نظر آتا ہے - اس کا خود فریب دل اسے یہ سمجھاتا ہے کہ اگر ساری کائنات کا بھید معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں تو کم سے کم کرۂ ارض اور انسانی زندگی کی حقیقت ضرور کھل جائے گی - اس کی دبی ہوئی امید پھر اُبھر آتی ہے، وہ 'روح ارض' کو مخاطب کرکے کہتا ہے: "اے کرۂ ارض کی روح تو مجھ سے زیادہ قریب ہے - تجھے دیکھتے ہی میری قوتیں اُچھلنے لگیں اور مجھے ایک نئی شراب نے مست کر دیا - میرے دل میں یہ ہمت پیدا ہوگئی کہ دنیا کی جوکھم اپنے سر لے لوں اور زندگی کے راحت و الم کا بوجھ اُٹھا لوں، طوفانوں کا مقابلہ کروں

کشتی کے ڈوبنے کی آواز سے نہ ڈروں" - لیکن تخیل کے نشے میں زندگی کے راحت و الم کا بوجھ اُٹھانے کے لئے طیار ہوجانا اور بات ہے اور طوفان حیات کو دوبدو دیکھنے کے بعد اُس کا مقابلہ کرنا اور چیز ہے - 'فاؤست' کا خام کار ذہن جو ابھی زندگی کی خیالی تصویروں سے کھیل رہا ہے' جو ہنوز عقیدت کے مزے سے' محبت کی چاشنی سے' عمل کے ذوق سے نا آشنا ہے روح ارض کا سامنا کرنے کے قابل نہیں - جب وہ آتشیں پیکر یکایک ظاہر ہوتا ہے تو 'فاؤست' تاب نظارہ نہیں لا سکتا - پھر بھی اُسے دھندلا سا احساس ہے کہ اُس کے اور روح ارض کے مابین کوئی رشتہ ضرور ہے - وہ اس کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے "اے وسعت کائنات میں پرواز کرنے والی' اے سرگرم عمل روح' مجھ میں اور تجھ میں کتنی مشابہت ہے!" 'روح ارض' جانتی ہے کہ اس مغرور انسان کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے - اس میں شک نہیں کہ اس کی روح میں بالقوہ وہ تمام عناصر موجود ہیں جو 'روح ارض' میں ہیں' لیکن ان عناصر کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے اُسے اپنے نفس کی توسیع اور تہذیب کرنا ہے' زر خام کو زندگی کی آگ میں تپا کر کندن بنانا ہے' تب جاکر وہ مخفی مشابہت جو دونوں روحوں میں ہے' ظاہر ہوسکتی ہے - ابھی تک 'فاؤست' کی روح نا مکمل اور اُس کی نظر نارسا ہے' اس لئے اُسے جو چیز دکھائی دیتی ہے وہ 'روح ارض' کا جلوہ نا تمام ہے - یہ پر اسرار تصویر 'فاؤست' کی نظر کو خیرہ کرکے' اُس کی خود پسندی کو پامال کرکے یہ کہتی ہوئی غائب ہوجاتی ہے "تو اُس روح سے

مشابہ ہے جس کا تو ادراک کرسکتا ہے ' مجھ سے نہیں " -
' فاؤسٹ ' اس تلخ جواب کو سن کر مایوسی ' شرم اور ذلت
سے بد حواس ہو جاتا ہے - ابھی وہ سنبھلنے بھی نہیں پاتا
کہ اُس کا مددگار شاگرد ' واگنر ' داخل ہوتا ہے - یہ ایک سیدھا
سادہ طالب علم آدمی ہے جو دن رات مطالعے میں غرق رہتا
ہے اور محنت ' دیدہ ریزی ' صبر و استقلال سے پرانی کتابوں کو
چھان کر علمی مواد اکٹھا کرتا ہے ' جس سے وہ خود کوئی
فائدہ نہیں اُٹھا سکتا لیکن کوئی اور شخص جو بہتر دل و
دماغ رکھتا ہو اسے اعلیٰ مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے -
' واگنر ' صرف محقق ہے - اسے نہ حکیم ہونے کا دعویٰ ہے اور
نہ اس کی آرزو - وہ اسی پر قانع ہے کہ بالواسطہ سر کائنات
کے حل کرنے میں جو حقیر خدمت اس سے بن آئے اسے انجام
دے - آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اس وفادارانہ مدد سے ' فاؤسٹ '
کو کتنا فائدہ پہنچا - وہ اپنے استاد کا بےحد معتقد ہے اور
اس سے استفادہ کرنے کے کسی موقع کو ہاتھ سے دینا نہیں
چاہتا - اس نے ' فاؤسٹ ' کو ' روح ارض ' سے باتیں کرتے سنا
تو سمجھا کہ وہ کوئی یونانی المیہ پڑھ رہا ہے - اگرچہ اب
آدھی رات گذر چکی ہے اور درس و تدریس کا کوئی وقت
نہیں لیکن اسے خطابت کا اتنا شوق ہے کہ تحت لفظ کا طریقہ
اپنے استاد سے سیکھنے چلا آیا - ' فاؤسٹ ' کو اس کا آنا نہایت
ناگوار ہوتا ہے - دونوں میں فن خطابت اور علمی تحقیق کے
متعلق جو گفتگو ہوتی ہے اس میں ' فاؤسٹ ' بے چینی اور
اضطراب کے عالم میں اسے جھڑکتا ہے اور چاہتا ہے کہ کتابی
علم کی طرف سے جو بے اعتمادی اسے پیدا ہوگئی ہے وہ ' واگنر '

کے دل میں بھی پیدا کرے ' لیکن ، واگنر ' اپنے محدود خیالات کے حلقے میں اس قدر مطمئن ہے کہ اُس پر اس تلخ نوائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا . وہ سمجھتا ہے کہ استاد کی طبیعت اس وقت بے کیف ہے اس لئے دوسرے دن صبح آنے کی اجازت لے کر چلا جاتا ہے —

اب 'فاؤسٹ ، اکیلا ہے . اُس کے دل پر حرمان و یاس کے خیالات نرغہ کر لیتے ہیں - مایوسی موت کا دروازہ ہے 'فاؤسٹ' کی نظر ایک شراب کے پرانے شیشے پر پڑتی ہے ' جس میں اب زہر بھرا ہے ' اسے دیکھ کر اس کے دل میں اطمینان و مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے - وہ سمجھتا ہے کہ اس کے چند قطرے اسے کشمکش حیات سے نجات دے دیں گے اور مرنے کے بعد اُس پر راز کائنات خود بخود منکشف ہو جائے گا - وہ شیشے کو اٹھا کر ہونٹوں سے لگاتا ہے - قریب ہے کہ زہر اُس کے حلق سے اتر کر رگ و پے میں سرایت کر جائے کہ دفعتاً گھنٹوں کی آواز اور فرشتوں کا نغمہ سنائی دیتا ہے - صبح ہو گئی ، ایسٹر کا دن شروع ہو گیا - ارض و سما میں مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کی یادگار میں خوشی منائی جا رہی ہے - 'فاؤسٹ' کے دل میں عقیدت کی کیفیت سوکھ چکی ہے ' لیکن جڑیں ابھی باقی ہیں - اس نغمۂ جانفزا کو سن کر بچپن کی بھولی بھالی خوش اعتقادی اور مذہبی درد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے . اس کے دل کی بیچینی دور نہیں ہوتی ' مگر کچھ دیر کے لئے رک جاتی ہے - وہ زہر کے شیشے کو یہ کہہ کر رکھ دیتا ہے " بجے جائے آسمان کے نغمۂ شیریں کی گت! میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں ' مجھے پھر زمین نے اپنا کرلیا " —

جو عارضی سکون 'فاؤسٹ' کے دل میں پیدا ہوا ہے وہ دن بھر باقی رہتا ہے - وہ 'واگنر' کے ساتھہ شہر کے باہر سیر کرنے جاتا ہے - سارا شہر 'ایسٹر' کی تعطیل منا رہا ہے - مردوں اور عورتوں کے گروہ تنگ و تاریک گلیوں سے نکل کر میدان میں سیلاب کی طرح اُمڈ آئے ہیں - گاؤں والے درختوں کے نیچے جمع ہیں اور ناچ رنگ کا لطف اُٹھا رہے ہیں - 'واگنر' کتاب کا کیڑا انسانوں کے مجمع سے گھبراتا ہے - خصوصاً دیہاتیوں کے بھدے ناتراشیدہ مذاق سے اُسے سخت کوفت ہوتی ہے - مگر 'فاؤسٹ' کے دل میں شک اور اضطراب کی تہوں کے نیچے انسانی ہمدردی کا جذبہ تھوڑی دیر کے لئے بیدار ہوگیا ہے - اُسے اپنا بچپن کا زمانہ یاد آتا ہے جب وہ وبا کے زمانے میں اپنے باپ کے ساتھہ یہاں آکر بیماروں کا علاج اور اُن کی خدمت کیا کرتا تھا - گاؤں والے احترام اور محبت سے اس کا استقبال کرتے ہیں، اس کے اور اس کے باپ کے احسانوں کا اعتراف کرتے ہیں- تھوڑی دیر اُن لوگوں کے مجمع میں ٹھیرنے کے بعد وہ 'واگنر' کو ساتھہ لے کر آگے بڑھتا ہے - 'واگنر' اسے اُس کی ہر دلعزیزی پر مبارکباد دیتا ہے - لیکن 'فاؤسٹ' کے دل میں دھوکوں کا طلسم ٹوٹ چکا ہے - وہ 'واگنر' کو بتاتا ہے کہ نہ اُس کا باپ ان تعریفوں کا مستحق تھا اور نہ وہ خود ہے، بلکہ ان دونوں کے سر ہزاروں غریبوں کا خون ہے - اُس کا باپ الکیمیا کے مرکبات سے بیماروں کا علاج کرتا تھا، جس سے بہت سے لوگ بے موت مر جاتے تھے مگر بیچارے گنوار سادگی اور جہالت کی وجہ سے اُس کے معتقد تھے اور آج تک ہیں- اُن کی تعریف 'فاؤسٹ' کے کانوں کو طعن و تشنیع معلوم

ہوتی ہے —

کچھ دور چلنے کے بعد دونوں ایک پتھر پر بیٹھ کر سستاتے ہیں - 'فاؤسٹ' کے دل میں انسان کی ظلمت اور جہالت کا احساس تازہ ہوگیا ہے اور یہ آرزو پھر اُبھر آئی ہے کہ پرندوں کی طرح فضا میں پرواز کرے اور فطرت کے رنگا رنگ جلوؤں کا قریب سے مشاہدہ کرے - 'واگنر' کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جب انسان گھر بیٹھے صفحۂ کتاب پر ساری کائنات کی سیر کر سکتا ہے تو اُس کے دل میں یہ وحشت کی لہر کیوں اُٹھے - 'فاؤسٹ' کو اس کی سادگی اور یک رنگی پر رشک آتا ہے - وہ کہتا ہے "تمہارے دل میں ایک ہی لہر ہے ؛ خدا نہ کرے دوسری اُٹھے ' آہ! میرے سینے میں دو روحیں ہیں اور ان دونوں میں نہیں بنتی ' ایک تو کثیف لذتوں کے شوق میں دنیا سے چمٹی ہوئی ہے اور دوسری کو کد ہے کہ مجھے خاک سے اُٹھا کر اُس عالم پاک میں لے جائے جو میرے بزرگوں کی روحوں کی جلوہ گاہ ہے" - یہ باتیں ہو ہی رہی ہیں کہ دور سے ایک کالا کتا دکھائی دیتا ہے جو قدم قدم پر چکر کھاتا ان دونوں کی طرف آرہا ہے - 'فاؤسٹ' کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی بھوت ہے مگر 'واگنر' اُسے مطمئن کر دیتا ہے کہ یہ معمولی کتا ہے —

اب شام ہوگئی ہے - اُستاد اور شاگرد گھر کی طرف لوٹتے ہیں - کتا پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے - 'فاؤسٹ' اپنے مطالعے کے کمرے میں بیٹھا ہے - کتا جو اُس کے ساتھ آیا ہے ' آتشدان کے پیچھے ایک گدے پر لیٹتا ہے - ایسٹر کی برکت سے 'فاؤسٹ' کو جو جمعیت قلب نصیب ہوئی تھی وہ اب تک باقی ہے -

شام کی تاریکی اُس کی روح کے اعلیٰ جذبات کو اُبھار رہی ہے - مگر کتے کے غرانے سے اُس کا سکون قلب غارت ہوجاتا ہے اور اضطراب اور بےچینی کا طوفان پھر اُمڈ آتا ہے - باوجود بے اعتقادی کے فاؤسٹ کے دل کو اکثر ایسے موقعوں پر ' انجیل ' کی تلاوت سے تسکین ہوتی ہے - اس وقت اُسے یہ خیال آتا ہے کہ ' انجیل ' کا یونانی متن پڑھ کر معنوی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اُس کا ترجمہ ' جرمن ' زبان میں کرے —

وہ " کتاب تخلیق " کی پہلی آیت کو پڑھ کر اُس کے ترجمے پر غور کر رہا ہے - کتا زور شور سے بھونکنا شروع کرتا ہے اور اُس کا جسم پھول کو بڑھنے لگتا ہے - ' فاؤسٹ ' کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی خبیث روح ہے - وہ جادو کی کتاب سے منتر پڑھتا ہے جس کے اثر سے سارے کمرے میں کہر چھا جاتا ہے اور اس کہر کے اندر سے وہ روح جو اب تک کتے کی شکل میں تھی ' ایک ملا کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے - ' فاؤسٹ ' پوچھتا ہے تو کون ہے - وہ پر اسرار پیکر جواب دیتا ہے " اس قوت کا ایک جزو جو ہمیشہ بدی کرنا چاہتی ہے اور ہمیشہ نیکی کرتی ...... وہ روح جو ہر چیز کا انکار اور ہر چیز کی نفی کرتی ہے " —

یہ وہی شیطان ہے * جو درگاہ ایزدی سے اجازت لے کر ' فاؤسٹ ' کو بہکانے آیا ہے - یہ اصل میں عشرت جہات اور

---

* گوئٹے کا (Mepohisto) ابلیس نہیں ہے بلکہ اُس کا نائب جو اُس کی طرف سے انسانوں کو بہکانے کی خدمت پر مامور ہے ابلیس سے تمیز کرنے کے لئے ہم اُسے شیطان کہیں گے —

قوت عمل کی روح کا ایک جزو ہے اور روح ارض کا مددگار - اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں زندگی کی محبت اور عمل کا ولولہ پیدا کرے - مگر چونکہ اُس کی خلقت جوہر ناقص سے ہے اس لئے وہ دونوں باتوں میں حد سے گذر گیا ہے- عشرت حیات کے سرور نے اسے بے قید جسمانی لذتوں کا پرستار اور قوت عمل کے نشے نے اُسے تخلیق ایزدی کا حریف بنا دیا ہے وہ چاہتا ہے کہ ہر انسان کو نفس پرستی میں مبتلا کر کے " آسمانی نور کی پرچھائیں " یعنی عقل سے محروم کردے اور رفتہ رفتہ ساری نوع بشر کو انسانیت کے درجے سے گرادے - اس کی آرزو ہے کہ تہذیب و تمدن کا خاتمہ کر کے انسانی روحوں کو اپنا غلام بنا کر خدا کے سامنے لے جائے اور کہے : دیکھہ تونے دنیا کو پیدا کیا تھا ' میں نے برباد کر دیا تونے انسان کو عقل دی تھی ' میں نے عیش و عشرت کا طلسم دکھا کر اُس سے چھین لی - لیکن ہزار ہا سال کوشش کرنے پر بھی وہ اس میں کامیاب نہیں ہوا - وہ اپنے زعم میں انسان کو اس لئے اُبھارتا ہے کہ سیلاب فنا میں بہا لے جا ے ' مگر انسان تھوڑے دن اس سیلاب کے ساتھہ بہتا ہے اور آخر میں اسی کی قوت سے فائدہ اُٹھا کر ساحل پر آ لگتا ہے - بہر حال اُسے تو اپنی سی کوشش کرنا ہے انجام چاہے جو کچھہ ہو - ' فاؤست ' کے معاملے میں اُسے پورا یقین ہے کہ وہ اس کے انتہائی اضطراب اور اُس کے بے پا یاں حوصلے کا رخ جسمانی لذتوں کی طرف موڑ کر اُس کی روح کو اپنے قبضے میں کر لے گا-

اِس وقت وہ جادو کے قوانین کے مطابق ' فاؤست ' کا قیدی ہے - مطالعے کے کمرے کے دروازے پر ایک کامل مقدس

کی شکل بنی ہوئی ہے جس میں سے وہ کتا بن کر آیا تھا؛ اس نے مخمس کو نہیں دیکھا اور جست کر کے اندر چلا آیا۔ لیکن اب اس کی نظر اس نقش پر پڑگئی ہے اور جان بوجھ کر وہ ضابطۂ سحر کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ 'فاؤسٹ' کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'شیطان' اس وقت اس کے قابو میں ہے تو وہ اجازت دینے سے انکار کرتا ہے "جو شیطان کو پکڑ پائے اسے اپنی گرفت مضبوط رکھنا چاہئے"۔ مگر 'شیطان' مکر و فریب کا استاد ہے۔ 'فاؤسٹ' کو جادو کا تماشا دکھانے کے بہانے اپنی ماتحت روحوں کو بلاتا ہے، جو ایک دلفریب گیت سنا کر 'فاؤسٹ' کو مئے نغمہ کے نشے میں مدہوش کر دیتی ہیں۔ 'شیطان' اسے خواب غفلت میں دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے "اے فاؤسٹ تو کتنا ہی کچھ ہو مگر وہ انسان نہیں جو 'شیطان' کو جکڑ کر رکھ سکے"۔ وہ چوہوں کو بلاتا ہے جو مخمس کا ایک کونا کتر ڈالتے ہیں اور وہ نکل کر چلا جاتا ہے —

دوسری بار 'شیطان' ایک رئیس زادے کے بھیس میں آتا ہے۔ وہ 'فاؤسٹ' کو دعوت دیتا ہے کہ اس کے ساتھ عہد رفاقت کرلے اور چل کر دنیا کی سیر کرے اور زندگی کے عیش و عشرت کا لطف اٹھائے۔ مگر 'فاؤسٹ' کی زیست بیزاری انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اس کے دل کی آگ اس کی ہڈیوں تک کو پھونکے ڈالتی ہے۔ وہ آتش نوائی پر مجبور ہے، چاہے ساری زندگی ساری دنیا جل کر خاکستر ہو جائے، وہ بے اختیار چلا اٹھتا ہے "لعنت ہو ان بلند خیالات پر جن سے ہمارا ذہن اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے؛ لعنت ہو مظاہر کی

نظر بلندی پر جو ہمارے حواس پر قبضہ کرلیتی ہے؛ لعنت ہو شہرت اور بقائے دوام کے فریب پر جو ہمیں خواب میں خوشامد کی لوری دیتے ہیں؛ لعنت ہو مال وحشم پر جو ہمیں منچلے پن کے کاموں پر اُبھارتا ہے یا عیش و عشرت میں مدہوش کردیتا ہے؛ لعنت ہو انگور کے آب حیات پر، لعنت ہو محبت کے راز و نیاز پر، لعنت ہو اُمید پر، لعنت ہو عقیدے پر اور سب سے بڑھ کر لعنت ہو صبر پر" —

"افسوس! صد افسوس!
تو نے مسمار کر دیا
خوبصورت دنیا کو
اپنے زبردست گھونسے سے
. . . .
اے زمین کے سورما بیٹے
اسے نئی شان سے تعمیر کر
اپنے سینے میں، اپنے دل میں
اس کی پھر سے بنیاد رکھ
زندگی کا ایک نیا دور
روشن ضمیری سے شروع ہو
اور اس کی تہنیت میں
نئے گیت گائے جائیں" ۔

خدا جانے اس گیت میں کیا تاثیر ہے کہ 'فاؤسٹ' کا ڈوبا ہوا دل لمحۂ ہلاکت کی گہرائی سے پھر اُچھلتا ہے۔ اُس کی رگوں میں زندگی کا سوکھا ہوا خون دوبارہ گردش کرنے لگتا ہے —

یہ روحیں جنہوں نے یہ اعجاز مسیحائی دکھایا، کون ہیں؟ یہ شیطانی روحیں ہیں، جنہوں نے شیطان کے حکم سے 'فاؤست' کا دل موت سے زندگی کی طرف پھیرا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ یہ روحیں اور خود 'شیطان' روح ارض کے آلۂ کار ہیں۔ یہ اپنے زعم میں انکار اور نفی، ہلاکت اور تباہی کے علم بردار ہیں؛ لیکن تقدیر الٰہی اِن پر ہنستی ہے اور ان سے اپنا کام لیتی ہے۔ یہ اس پر مجبور ہیں کہ 'فاؤست' کو قعر عدم میں گرنے سے روکیں۔ یہ چاہتی ہیں کہ اُسے حرمان و یاس سے برباد نہ ہونے دیں، بلکہ عیش و عشرت سے ہلاک کریں۔ ان کی پہلی خواہش تو پوری ہوگئی، اب دیکھنا ہے دوسری بھی پوری ہوتی ہے یا نہیں —

ابھی تو 'فاؤست' کو ان روحوں نے صرف مرنے سے روکا ہے، تڑپنے سے نہیں۔ وہ زندہ ہے؛ مگر نیم بسمل۔ اس کا اضطراب قلب کم نہیں ہوا بلکہ اور بڑھ گیا۔ وہ 'شیطان' کی دعوت قبول کرتا ہے اور اُس کے حسب خواہش معاہدہ کرنے کے لئے طیار ہے، لیکن دنیا کی سیر اور زندگی کے مشاہدے میں اُسے راحت و مسرت کی تلاش نہیں بلکہ درد و الم کی جستجو ہے، وہ زندگی کے بلند سے بلند اور پست سے پست جلوے کا مشاہدہ کرنا اور نوع انسانی کے رنج و راحت میں شریک ہونا چاہتا ہے "تاکہ اس کا "انفرادی نفس وسعت پاکر نوعی نفس بن جائے اور آخر ایک دن اپنی نوع کے ساتھ فنا ہو جائے —"

'شیطان' اس کی اس خواہش کو شیخ چلی کا منصوبہ سمجھ کر اُس پر ہنستا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انفرادی نفس

کا اتنی وسعت پانا کہ وہ "کائنات اصغر" بن جائے ناممکن ہے —

بہر حال اُس کا اور 'فاؤسٹ' کا معاہدہ ہوتا ہے اور 'فاؤسٹ' خون کے حرفوں میں اُس پر دستخط کرتا ہے — 'شیطان' اقرار کرتا ہے کہ "زندگی کے سفر میں رفیق بلکہ غلام کی حیثیت سے 'فاؤسٹ' کے ساتھ رہے گا" - وہ اس دنیا میں 'فاؤسٹ' کی خدمت کا بیڑا اٹھاتا ہے اس کی پلکوں کے اشارے پر کام کرنے کا وعدہ کرتا ہے، بشرطیکہ 'فاؤسٹ' دوسری دنیا میں اُس کے ساتھ بھی کرے - 'فاؤسٹ' اس پر راضی ہے مگر وہ معاہدے کے الفاظ کو زیادہ واضح کرنا چاہتا ہے "اگر تو کبھی بہلا پھسلا کر مجھے میری زندگی سے مطمئن کردے اور عیش و عشرت سے دھوکا دیدے ...... اگر میں کسی لمحے کو مخاطب کر کے یہ کہدوں : ذرا ٹھہر جا تو کتنا حسین ہے' تب تجھے اختیار ہے کہ تو مجھے طوق و سلاسل میں جکڑ کر قعر مذلت میں ڈھکیل دے' تب میری موت کا گھنٹہ بجے' تب گھڑی رک جائے' سوئی گرجائے : تب میرے لئے وقت کا خاتمہ ہے، یعنی اگر دنیا کی لذتیں 'فاؤسٹ' کے دل کو لبھالیں تو اُس کی روح پر شیطان کا قبضہ ہوجائے گا —

'شیطان' 'فاؤسٹ' سے اصرار کرتا ہے کہ فوراً سفر کے لئے طیار ہوجائے اتنے میں ایک طالب علم جو یونیورسٹی میں نیا نیا داخل ہوا ہے ' 'فاؤسٹ' سے ملنے آتا ہے - 'فاؤسٹ' چاہتا ہے کہ اُس سے ملنے سے انکار کردے ' لیکن 'شیطان' کی تجویز ہے کہ جتنی دیر فاؤسٹ سفر کی طیاری کرے وہ خود

'فاؤسٹ' بن کر طالب علم سے گفتگو کرے - فاؤسٹ راضی ہو جاتا ہے اور سفری کپڑے پہننے کے لئے چلا جاتا ہے -

'شیطان' اور طالب علم کی گفتگو میں 'گوئٹے' نے 'شیطان' کی زبانی اپنے زمانے کی 'جرمن' یونیورسٹیوں کے مختلف شعبوں پر بلکہ اصل میں نوع انسانی کی علمی جد و جہد پر طنز آمیز تنقید کی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم الفاظ کے گورکھ دھندے میں پھنس کر واقعی زندگی سے بے تعلق ہوگیا ہے؛ وہ بےجان چیزوں کی تحلیل کر سکتا ہے' جیتی جاگتی چیزوں کو نہیں سمجھ سکتا - "نظری علوم خشک اور بے رنگ ہیں اور عملی زندگی ایک ہرا بھرا درخت"- طالب علم 'شیطان' کی تنقید کے اصلی مفہوم کو نہیں پہنچ سکتا' وہ تو بس اتنا سمجھتا ہے کہ یہ شفیق اُستاد اسے طلب علم کی زحمت و مشقت سے بچانا چاہتا ہے اور لطف زندگی حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے - 'شیطان' کا مشورہ' کہ طب پڑھنا چاہئے کیوں کہ اس میں عیاشی کا خوب موقع ملتا ہے' طالب علم کو بہت پسند آتا ہے- وہ (مصنوعی) پروفیسر 'فاؤسٹ' سے درخواست کرتا ہے کہ اُس کی خاندانی بیاض پر کوئی مقولہ لکھ دے' جسے وہ زندگی میں اپنا دستور العمل بنا سکے - 'شیطان' یہ الفاظ لکھتا ہے :

"تم دیوتاؤں کی طرح نیکی اور بدی دونوں کا علم حاصل کرو" —

طالب علم خوش خوش اپنے گھر جاتا ہے - اس کے جانے کے بعد 'شیطان' کہتا ہے "بس اس مقولہ پر عمل کر اور

میری خالہ ناگن * کے پیچھے چل - ایک دن تیرے شبہہ ایزدی ہونے کی حقیقت کھل جائے گی" —

وہ جانتا ہے کہ اسے ایک نیا شکار مل گیا —

اب ' شیطان ' ' فاؤسٹ ' کو ایک طلسمی چوغہ پہناتا ہے اور آگ جلا کر بخارات پیدا کرتا ہے جو دونوں کو اُڑا کر دوش ہوا پر لے جاتے ہیں —

اس کے بعد کا سین ' لائپزش ' میں ہے - ' آؤایر باخ ' کے مشہور شراب خانے میں یاران بے تکلف جمع ہیں ' شراب کا دور چل رہا ہے اور آپس میں بازاری مذاق ہو رہا ہے - ' شیطان ' ' فاؤسٹ ' کو لے کر وہاں پہنچتا ہے تاکہ ان لوگوں کی صحبت میں اس کا جی بہلے -! وہ ان لوگوں کو جادو کی آتشیں شراب پلاتا ہے ؛ شراب کے چند قطرے زمین پر گرتے ہیں اور شعلہ بن کر بھڑکتے ہیں - شرابیوں پر غصہ اور خوف طاری ہوتا ہے اور وہ ' شیطان ' سے اس مذاق کا انتقام لینا چاہتے ہیں ؛ ' شیطان ' ایسا جادو کر دیتا ہے کہ شراب خانہ انھیں انگور کا باغ نظر آتا ہے اور وہ ایک دوسرے کی ناک کو انگور کا خوشہ سمجھ کر چاقو سے کاٹتے ہیں - اس عرصے میں ' شیطان ' ' فاوسٹ ' کو لے کو چل دیتا ہے - طلسم کا اثر زائل ہونے کے بعد یہ لوگ اپنی حالت دیکھتے ہیں اور غصے سے بوٹیاں چباتے ہیں —

ظاہر ہے کہ یہ سین تہذیب کی شان سے گرا ہوا ہے اور قصے میں بھی نہیں کھپتا - ' گوئٹے ' کا ' فاؤسٹ ' ایسا بد مذاق نہیں کہ اس بازاری صحبت میں اُس کا دل بہلے اور نہ ' شیطان ' اتنا بیوقوف

*سانپ کی طرف اشارہ ہے ' جس کی بدولت حضرت آدم بہشت سے نکلے —

ہے کہ وہ اس قسم کی خفیف الحرکاتی سے ' فاؤسٹ' کو پرچانے کی کوشش کرے ـ اصل میں یہ 'فاؤسٹ' کے پرانے قصے کا ایک حصہ ہے جسے 'گوئٹے' نے بھی لے لیا ہے ـ ابتدائی مسودے میں اُس نے خود ' فاؤسٹ ' کو ان لغو حرکتوں کا فاعل قرار دیا ہے مگر بعد میں اُسے احساس ہوا کہ یہ باتیں 'فاؤسٹ' کی سیرت سے مناسبت نہیں رکھتیں' اس لئے اُس نے اتنی تبدیلی کردی کہ بانی کار ' شیطان ' کو رکھا اور 'فاؤسٹ' کو محض تماشائی ' جو اس سارے کھیل سے بیزار ہے ـ اس سین کو ' گوئٹے ' نے غالباً دو وجوہ سے قائم رکھا : ایک یہ کہ وہ اس پردے میں اپنی , لائپزش ، کی زندگی کے تلخ تاثرات بیان کرنا چاہتا تھا ـ دوسرے یہ کہ وہ تھیٹر کے اُن تماشائیوں کو خوش کرنا چاہتا تھا جو نظر فریب مناظر دیکھنے کے شائق ہیں ـــ

اس کے بعد ' فاؤسٹ ' اور ' شیطان ' " جادو گرنی کے باورچی خانے " میں نظر آتے ہیں - اس سین میں ' گوئٹے ' نے جادو کے پہلو سفلی کو نمایاں کیا ہے - ایک زمانے میں وہ سحر و نیرنجات کا قائل تھا مگر بہت جلد اس خام خیالی سے نجات پا گیا - یہاں وہ دکھانا چاہتا ہے کہ جادو کے شوق کی بدولت انسان کے ادنیٰ جذبات اُبھر آتے ہیں اور وہ بدمذاقی اور نجاست کے ان گڑھوں میں گرتا ہے جنہیں ' شیطان ' بھی اپنی شان سے پست سمجھتا ہے - ناٹک کے قصے میں اس سین کی اہمیت یہ ہے کہ ' فاؤسٹ ' کی عمر زیادہ ہونے سے جو دقت پیدا ہوتی تھی وہ دور ہوجاتی ہے - ' فاؤسٹ ' ادھیڑ عمر کا آدمی ہے ' اس لئے وہ عیش و عشرت کی زندگی کا پورا لطف نہیں اُٹھا سکتا - آنے والے عشق و عاشقی کے معاملات کو واقعیت

کا رنگ دینے کے لئے ' فاؤست ' کو نئے سرے سے جوان کرنا ضروری ہے - یہ ممکن تھا کہ شاعر ' شیطان ' ہی کی مدد سے ' فاؤست ' کو جوانی بخش دیتا لیکن جادوگرنی کا واسطہ پیدا کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ جادو کی ذلت اور پستی دکھانے کا موقع ہاتھہ آے —

' فاؤست ' ' شیطان ' کے ساتھہ جادو گرنی کے باورچی خانے میں آتا ہے ' جہاں بوڑھوں کو جوان بنانے کے لئے ماء اللحم طیار ہوتا ہے - ' فاؤست ' کو اس ناپاک مکان میں قدم رکھتے گھن آتی ہے - وہ چاہتا ہے کہ ' شیطان ' جوانی حاصل کرنے کی کوئی دوسری تدبیر بتا ے - ' شیطان ' کہتا ہے : دوسری تدبیر یہ ہے کہ انسان کسانوں کی سادہ اور صحت بخش زندگی اختیار کرے - وہ جانتا ہے کہ ' فاؤست ' کی سی طبیعت کا آدمی اس پر کبھی راضی نہ ہوگا - اور واقعی ' فاؤست ' باوجود انتہائی کراہت کے وہاں ٹھہرکر جادو گرنی کا انتظار کرتا ہے - وہاں جادو کے آئینے میں اُسے ایک عورت کی شکل نظر آتی ہے ' جس پر وہ ہزار جان سے عاشق ہوجاتا ہے - اس آئینے میں یہ صفت ہے کہ ہر شخص کو اس میں اپنا حسن کا نصب العین مجسم نظر آتا ہے - شارحوں میں سے بعض کا یہ خیال ہے کہ ' فاؤست ' نے یہاں جو تصویر دیکھی وہ ' گریتشن ' کی ہے جس پر وہ آگے چل کر عاشق ہوتا ہے - بعض کہتے ہیں تھی یہ ' ہیلن ' کی صورت ہے جسے ' فاؤست ' (دوسرے حصے میں) عالم مثال میں بلاتا ہے اور اس سے شادی کرتا ہے - ہمارے خیال میں ' فاؤست ' اس " ابدی جوہر انوثیت " کا عکس رخ دیکھتا ہے جو گوئٹے کے فلسفۂ عشق کی جان ہے -

بھی عکس اسے 'گریٹشن' کے حسن 'المانی' میں بھی نظر آیا اور 'ھیلن' کے جمال 'یونانی' میں بھی۔ اس لئے دونوں میں سے کسی کے ساتھہ اس کی تخصیص نہیں کی جا سکتی۔ ''ابدی جوھر انوثیت'' کی تشریح ھم آگے چل کر کریں گے۔ یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ 'گوئٹے' کے نزدیک کائنات میں ایک ابدی حسین جوھر کار فرما ہے' جو انسان کو پست مادی زندگی سے: بلند روحانی حیات سرمدی کی طرف کھینچتا ھے۔ اسی کی جھلک عاشق صادق کو اپنی معشوقہ کے حسن میں نظر آتی ھے اور اگر انسان کی زندگی شہوانی لذات میں پھنس کر نہ رہ جائے تو اس مجازی عشق کے زینے سے وہ بام حقیقت تک پہنچ سکتا ھے۔ غرض جادو گرنی آتی ھے اور , فاؤسٹ , کو عرق شباب پلاتی ھے۔ , فاؤسٹ , اور 'شیطان' رخصت ہو جاتے ھیں۔

آئندہ سین میں 'فاؤسٹ' جوان نظر آتا ھے۔ ایک دلربا دوشیزہ 'گریٹشن' گرجے سے لوٹ کر اپنے گھر جارھی ھے۔ 'فاؤسٹ' اسے راہ میں دیکھتا ھے' اسے اس لڑکی کے بھولے بھالے چہرے میں اپنے پیکر خیالی کی جھلک نظر آتی ھے اور وہ اس کے دام الفت میں اسیر ہو جاتا ھے۔ وہ چاھتا ھے کہ 'گریٹشن' سے گفتگو چھیڑے لیکن وہ عصمت مآب اسے جھڑک کر چلی جاتی ھے۔ 'فاؤسٹ' 'شیطان' سے اپنی محبت اور بیقراری کا حال کہتا ھے اور اسے حکم دیتا ھے کہ جلد سے جلد اس لڑکی سے ملاقات کی صورت نکالے۔ 'شیطان' کہتا ھے کہ وہ لڑکی اب تک خلش آرزو سے بیگانہ ھے۔ اس لئے اسے قابو میں لانا سہل نہیں۔ آخر جب 'فاؤسٹ' کا اصرار حد سے گذر

جاتا ھے تو وہ وعدہ کرتا ھے کہ کوئی تدبیر کرے گا۔ ' فاؤست ' اس شرط پر کچھہ دن صبر کرنے کے لئے طیار ھے کہ ' شیطان ' اس عرصے میں اُسے اُس کی محبوبہ کی خواب گاہ کی زیارت کرادے اور اس کے لئے کوئی قیمتی تحفہ لادے —

شام کو ' شیطان ' ' فاؤست ' کو ' گریتشن ' کی خواب گاہ میں لے جاتا ھے۔ ' فاؤست ' کچھہ عرق شباب کے اثر سے اور کچھہ ' شیطان ' کی صحبت کی بدولت شہوانی خواھشات سے مغلوب ھے۔ لیکن ' گریتشن ' کی خواب گاہ کی معصومانہ فضا میں اس کے لطیف جذبات بیدار ھوجاتے ھیں اور وہ اپنی محبوبہ کی پاک اور بھولی گھریلو زندگی کے تصور کے مزے لیتا ھے۔ ' گریتشن ' کے قدموں کی کی آھٹ سن کر دونوں اُس کی الماری میں ایک زیور کا صندوقچہ چھوڑ کر چلے جاتے ھیں۔ ' گریتشن ' داخل ھوتی ھے اور الماری میں زیور دیکھہ کر حیران رہ جاتی ھے۔ وہ اپنی ھمسائی ' مارتھے ' کے گھر جاتی ھے اور زیور پہن کر اُسے دکھاتی ھے۔ ' شیطان ' بھی ایک مسافر کی صورت بنا کر وھاں پہنچتا ھے اور ' مارتھے ' کو اُس کے شوھر کے مرنے کی جھوٹی خبر سناتا ھے۔ ' مارتھے ' یہ خبر سن کر دل میں بہت خوش ھوتی ھے مگر جھوٹ موٹ کے آنسو بہاتی ھے۔ ' شیطان ' اس عورت کے چہرے سے بھانپ لیتا ھے کہ یہ کُٹنا پے کے لئے بہت موزوں ھے اور اس کے ذریعے سے ' گریتشن ' بہکائی جا سکتی ھے۔ وہ اپنی خبر کی تصدیق کے بہانے دوسرے دن ' فاؤست ' کو ھمراہ لانے کی اجازت لے کر چلا جاتا ھے۔ چلتے چلتے ' گریتشن ' سے اصرار کرتا ھے کہ وہ بھی اس موقع پر موجود رھے —

' گریتشن ' کے کیرکٹر میں ' گوئٹے ' نے ' جرمن ' عورت کی

روح کا دلکش مرقع دکھایا ہے - اُسے آب و رنگ و خال و خط کے طلسم یعنی حسن ظاہری میں بہت کم حصہ ملا ہے لیکن اُس کی روحانی خوبیوں کا رنگ اس کے چہرے پر جھلکتا ہے اور ارباب نظر کے دل کو کھینچتا ہے - وہ سادگی اور نیکی، عقیدت اور دینداری محبت اور خدمت، سوز اور درد، صبر اور تحمل کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور " ابدی جوہر انوثیت " کی سچی مظہر - وہ اپنے نسوانی وجدان کی بدولت بے جانے بوجھے 'شیطان' سے کراہت رکھتی ہے اور 'شیطان' کو بھی خود بخود اس سے وحشت ہوتی ہے - 'شیطان' 'فاؤسٹ' کو مادیت، لذت پرستی، سرکشی، انکار اور 'ہلاکت' کی طرف کھینچتا ہے اور 'گریتشن' اسے روحانیت عبودیت ایمان اور بقائے ابدی کی طرف لے جانا چاہتی ہے -

دوسرے دن مارتھے کے گھر پر عاشق و معشوق ملتے ہیں - ایک طرف 'مارتھے' 'ابلیس' پر بوڑھے غمزوں کا جال ڈال رہی ہے اور دوسری طرف 'فاؤسٹ' اور 'گریتشن' میں پیمان وفا باندھا جارہا ہے - انہیں باتوں میں وقت گذرتا ہے - رات گئے 'مارتھے' جسے "نقصان مایہ" سے زیادہ " شماتت ہمسایہ" کا خوف ہے 'فاؤسٹ' اور شیطان سے اصرار کرتی ہے کہ وہ اب رخصت ہوجائیں ورنہ محلے کے لوگوں کو بدگمانی کا موقع ملے گا -

'فاؤسٹ' کو خار محبت کی خلش چین نہیں لینے دیتی ہے - وحشت دل اُسے کھینچ کر صحرا میں لے جاتی - یہاں وہ 'روح ارض' کے فیض سے فطرت کے حسن پنہاں کا مشاہدہ کرتا ہے اور درختوں کے سبز پتوں میں معرفت

گرد گار کے دفتر دیکھتا ھے - " حھرت کی سرد مہری سے نہیں بلکہ ایسی گرم جوشی سے جیسے کوئی اپنے دوست کے قلب کی گہرائیوں میں نظر ڈالتا ھے " اس سعادت بخش تنہائی میں شاید اُسے سکون قلب حاصل ہوتا لیکن 'شیطان' آتا ھے اور 'روح ارض' کی بخشی ہوئی نعمتوں کو " ایک لفظ میں ایک سانس میں معدوم کر دیتا ھے "- وہ 'فاؤست' کے دل میں 'گریتشن' کی محبت کی آگ' جو بجھی نہیں مگر کجلا گئی ھے' پھر بھڑکا دیتا ھے- اب 'فاؤست' عجیب کشمکش میں مبتلا ھے - اس کا دل عشق کے پاک جذبے اور شہوانی لذت کی ناپاک خواہش کی رزم گاہ بن گیا ھے - آرزو اُسے لذت کی طرف کھینچتی ھے اور لذت میں اُس کا دل آرزو کے لئے تڑپتا ھے —

اس حالت میں ایک 'شیطان' آتا ھے اور 'گریتشن' کا حال زار سناتا ھے - وہ 'فاؤست' کی محبت میں طائر رشتہ برپا کی طرح تڑپ رہی ھے اور دن رات اُس کی راہ دیکھا کرتی ھے - 'شیطان' کا اصرار ھے کہ 'فاؤست' بستی میں چل کر غریب 'گریتشن' کو " اُس کی محبت کا انعام دے " 'فاؤست' اس شیطانی ترغیب سے بچنے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پیر مارتا ھے مگر کچھ بن نہیں پڑتی - آخر وہ بستی میں جا کر 'گریتشن' سے ملنے پر راضی ہو جاتا ھے —

'مارتھ' کے پائیں باغ میں 'فاؤست' اور 'گریتشن' دوبارہ ملتے ھیں اور معشوقہ اپنے عاشق کو درد ھجر کی داستاں سناتی ھے - وہ دل و جان سے 'فاؤست' پر فدا ھے مگر

ایک تو اُسے 'فاؤسٹ' کی دہنداری کی طرف سے اطمینان نہیں ہوسکے وہ اُس کے ساتھی سے ڈرتی ہے اور نفرت کرتی ہے۔ وہ اپنے دل کی اُلجھن دور کرنے کے لئے 'فاؤسٹ' سے سوال کرتی ہے کہ اُسے خدا پر عقیدہ ہے یا نہیں۔ 'فاؤسٹ' کا جواب 'گوئٹے' کے مذہبی عقائد کا آئینہ ہے: "کس میں یہ تاب ہے کہ خدا کا نام لے اور اس پر ایمان لائے! تو پوچھتی ہے کہ میں اُسے مانتا ہوں یا نہیں؟ کس احساس رکھنے والے دل کی مجال ہے کہ کہے 'میں اُسے نہیں مانتا'۔ وہ محیط کُل! وہ قادر مطلق! کیا اُس کی قدرت، اُس کی ذات مجھے تجھے اور خود اُسے محیط نہیں؟ کیا اوپر آسمان کا گنبد نہیں؟ کیا نیچے زمین کا فرش نہیں؟ کیا ابدی ستارے محبت کی نظریں برساتے سیر میں مصروف نہیں؟ کیا میں تجھے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے نہیں دیکھ رہا ہوں؟ کیا تیرے دل و دماغ میں وجود محض بسا ہوا نہیں؟ کیا تیری آنکھوں میں راز آشکارا چھپا ہوا نہیں؟ اُس وسعت نا محدود سے اپنے دل کو معمور کرلے اور جب اس واردات سے تجھ پر وجد طاری ہوجائے تو اُس کا جو نام چاہے رکھ لے: سعادت، دل، عشق یا خدا۔ میرے پاس اس کے لئے کوئی نام نہیں۔ جو کچھ ہے وجدان ہے نام ایک آواز ہے، ایک دھواں ہے جو کہر بن کر آسمانی نور کو چھپا لیتا ہے۔"

'گریٹشن' کو اس جواب سے ایک حد تک اطمینان ہوجاتا ہے مگر اس کے دوسرے شبہے کو دور کرنے میں 'فاؤسٹ' کامیاب نہیں ہوتا۔ اسے 'شیطان' سے روحانی نفرت یا بقول

'فاؤسٹ' کے للهی بغض هے "جیسے هی وه دروازے میں قدم رکھتا هے حقارت کی هلسی کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھتا هے اور کچھ بیزار سا نظر آتا هے، صاف معلوم هوتا هے کہ اسے کسی چیز سے لگاو نہیں۔ اس کے ماتھے پر لکھا هے کہ کوئی اللہ کا بندہ اسے نہیں بھاتا۔ ... اس کے هوتے مجھ سے دعا بھی نہیں مانگی جاتی۔ اس سے میرے دل میں ناسور سا پڑ گیا هے"۔ 'فاؤسٹ' یہ تمنا ظاهر کرتا هے کہ 'گریتشن' کو آغوش میں لے کر گھڑی بھر جسمانی اور روحانی وصل کا لطف اٹھائے۔ بھولی لڑکی اسے رات کو اپنے گھر بلانے پر طیار هے مگر اپنی ماں کی موجودگی کے سبب سے معذوری ظاهر کرتی هے۔ 'فاؤسٹ' اسے بیهوشی کی دوا (جو غالباً 'شیطان' کا تحفہ هے) دیتا هے اور اصرار کرتا هے کہ رات کو سوتے وقت اپنی ماں کو پلا دے۔ وہ 'گریتشن' کو یقین دلاتا هے کہ اس میں کسی نقصان کا خطرہ نہیں —

بد نصیب 'گریتشن' اپنے دلدار کی خواهش کو پورا کرتی هے۔ وہ اتنی معصوم هے کہ اسے اس کے نتائج کی خبر نہیں۔ اتفاق سے وہ اپنی ایک سہیلی سے کسی دوسری سہیلی کی تباهی کا حال سنتی هے — اب اُس پر یہ بات کھلتی هے ایک گھڑی بھر کی لغزش سے بیچاری لڑکیوں کی ساری زندگی عذاب میں پڑ جاتی هے۔ اِدھر تو وہ اس سے سہم جاتی هے اور اُدھر اُس کی ماں بیهوشی کی دوا کے اثر سے گذر جاتی هے۔ غریب 'گریتشن' احساس گناہ اور ماں کے صدمے سے بد حواس کلواری 'مریم' کے طاق میں پھول

دکھلے جاتی ہے اور اس " درد بھری دکھیاری بی بی " کو اپنا درد دل سناتی ہے —

اس عرصے میں اس کے بھائی 'والنٹین' کو جو فوج میں نوکر ہے اپنی ماں کی موت اور اپنی بہن کی "آوارگی" کی خبر پہنچتی ہے - وہ سیدھا سادہ سپاہی جو عزت کو جان سے بڑھ کر سمجھتا یہ سن کر اپے آپے میں نہیں رہتا - اس کے قلب میں اتنی وسعت اور اس کی نظر میں اتنی گہرائی نہیں کہ عارضی لغزش اور بدچلنی میں فرق کرے اور اپنی بد نصیب بہن پر قہر توڑنے کی جگہ اُس کے ٹوٹتے ہوئے دل کو تسکین دے - پھر اُس کے دوست اور اُس کے کان بھرتے ہیں - وہ اپنی بہن کو سزا دینے اور اس کے عاشق سے انتقام لینے کے قصد سے وطن کی طرف روانہ ہوتا ہے - تقدیر کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ جب وہ رات کے وقت اپنے گھر کے پاس پہنچتا ہے تو 'فاؤست' سے اس کی مڈبھیڑ ہوتی ہے جو 'شیطان' کو ساتھ لئے 'گریتشن' سے ملنے کی فکر میں کھڑا ہے - 'والنٹین' اور 'فاؤست' میں تلوار چلتی ہے اور 'شیطان' 'فاؤست' کی مدد کرتا ہے - والنٹین زخمی ہو کر گرتا ہے - محلے کے لوگ ان لڑنے والوں کی آوازیں سن کر دوڑ پڑتے ہیں - 'شیطان' 'فاؤست' کو لے کر بھاگ جاتا ہے - 'والنٹین' کے گرد ایک مجمع اکٹھا ہے - 'گریتشن' بھی شور وغل کی آواز سن کر باہر آتی ہے اور اپنے بھائی کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھ کر چیخ اُٹھتی ہے - والنٹین سب کے سامنے 'گریتشن' کے واقعی اور فرضی گناہوں کا اعلان کرتا ہے اور اسے بد دعائیں دیتے دیتے دم توڑتا ہے —

اب 'گریٹشن' کی جو حالت ہے وہ بیان نہیں ہوسکتی۔ عاشق سے چھوٹنے کا قلق، ماں اور بھائی کے مرنے کا صدمہ، بدنامی کی شرم اور سب سے بڑھ کر گناہوں کی ندامت۔ ان چیزوں سے اس کے دل پر مایوسی اور اُس کے دماغ پر جنون کا تسلط ہوگیا ہے۔ اسی حالت میں اُس کے لڑکا ہوتا ہے جسے وہ تالاب میں غرق کر دیتی ہے۔ اس جرم میں وہ قید کر دی جاتی ہے اور سزائے موت کے انتظار میں زندگی کی گھڑیاں گذارتی ہے —

'فاوسٹ' مفرور ہے۔ اُسے ان واقعات کی خبر نہیں 'شیطان' چاہتا ہے کہ عیش و عشرت کے دلفریب مناظر دکھا کر 'گریٹشن' کے خیال کو اس کے دل سے نکال دے اور اس کی روح کو اپنے قابو میں لے آئے۔ وہ اسے 'والپرگس کی رات' * کا جشن دکھانے کے لئے جاتا ہے —

'شیطان' کا خیال ہے کہ شیطانی لذتوں کے ہیجان و تلاطم میں 'فاوسٹ' کی عقل معطل ہو جائے گی، اُس کی روح میں عالم بالا کی طرف پرواز کرنے کی طاقت نہ رہے گی اور وہ مادی زندگی پر قناعت کرکے معاہدے کے مطابق 'شیطان' کا مرید ہو جائے گا۔ اس لئے 'شیطان' اُسے عام مجمع سے ہٹا کر اپنے خاص حلقے میں لے جاتا ہے۔ وہاں جاکر 'فاوسٹ' میں تاب مقاومت گھٹنے لگتی ہے اور وہ جادوگرنیوں کے مجنونانہ رقص میں شریک ہو جاتا ہے۔ لیکن دفعتاً یہ طلسم

---

* یہ جشن 'جرمن' کہانیوں کے مطابق یکم مئی کی شب کو بروکن پہاڑ پر ہوتا ہے اس میں ساری چڑیلیں اور جادوگرنیاں ابلیس کے دربار میں جمع ہوتی ہیں اور عیش پرستی کی داد دی جاتی ہے —

ٹوٹ جاتا ھے - اِدھر اس کے ساتھہ ناچنے والی چڑیل کے منہ سے ایک سرخ چوھیا نکلتی ھے جس سے 'فاؤسٹ' کے دل میں سخت کراھت پیدا ھوتی ھے - اُدھر اُسے دور سے 'گریٹشن' کا پیکر خیالی نظر آتا ھے اور اُس کے دل میں "ابدی جوھر انوثیت" کی سوئی ھوئی آرزو کو بیدار کر دیتا ھے - سچے عشق کے چھینٹے سے شہوانی عشق کا نشہ اُتر جاتا ھے اور 'فاؤسٹ' کی روح 'شیطان' کے دام فریب سے تڑپ کر نکل جاتی ھے - اس کے بعد 'گوئٹے' 'شیطان' کے سردار 'ابلیس' کے دربار کا منظر دکھانا چاھتا تھا جہاں 'فاؤسٹ' کو مادی لذتوں کے سیلاب سے آخری مقابلہ کرنا پڑتا لیکن اُس کا یہ ارادہ پورا نہ ھو سکا - اُس کے بجائے اُس نے روحوں کے تھیٹر کا سماں باندھا جس میں اپنے عہد کے ادیبوں' نقادوں' اور فلسفیوں پر طنز آمیز تنقید کی بوچھار کردی - یہ سین بھی قصے میں کسی طرح نہیں کھپتا مگر یہ تو 'گوئٹے' کے آرٹ کی عام کمزوری ھے کہ جن خیالات سے کسی خاص زمانے میں اُس کا دل متاثر ھوتا ھے انھیں وہ بغیر ترتیب اور تسلسل کا خیال کئے اپنی تصنیف میں خواہ مخواہ ٹھونس دیتا ھے -

'والپرگس' کی رات کا خمار دور ھونے کے بعد 'فاؤسٹ' کو 'گریٹشن' کی یاد ستاتی ھے - جب اُسے معلوم ھوتا ھے کہ 'گریٹشن' پر کیا مصیبتیں گذریں اور گذر رھی ھیں تو وہ اپنی بیوفائی اور تغافل پر بہت پچھتاتا ھے اور 'شیطان' پر لعنت ملامت کی بوچھار شروع کردیتا ھے کہ اس کی بدولت وہ اپنی معشوقہ کے حال سے بے خبر رھا - اُس کے

انتہائی اصرار کے بعد 'شیطان' اس بات پر راضی ہوتا ہے کہ اُسے 'گریتشن' کے قید خانے میں لیجائے گا اور اس کی رہائی میں مدد دے گا —

'قید خانے کا منظر'' فاؤسٹ'' کے پہلے حصے کا آخری سین ہے - 'شیطان' محافظوں کو بیہوش کر دیتا ہے اور 'فاؤسٹ' دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتا ہے 'گریتشن' جنون کی حالت میں 'فاؤسٹ' کو جلاد سمجھتی ہے لیکن 'فاؤسٹ' کے بار بار سمجھانے کے بعد وہ اُسے پہچانتی ہے - اس کی حالت اور اُس کی گفتگو دھوپ چھاؤں کا عجیب حسین اور دلگداز منظر ہے - اُس کے دماغ پر جنوں کی تاریکی چھائی ہوئی ہے جس میں کبھی عقل کی روشنی چمک اُٹھتی ہے - مگر دیوانگی اور ہوشیاری دونوں کی لوح پر 'گریتشن' کی بھولی' نیک اور سراپا درد سیرت کا نقش نہایت دلکش ہے - گفتگو کے آخری حصے سے اس کا کچھ تھوڑا سا اندازہ ہو سکتا ہے :—

'فاؤسٹ' اگر تجھے یہ احساس ہے کہ میں ہی تیرا چاہنے والا ہوں تو میرے ساتھ چلی آ —

مارگریتے * وہاں ؟

'فاؤسٹ' آزادی کی کھلی ہوا میں —

'مارگریتے' اگر وہاں قبر ہے اور موت میری راہ دیکھ رہی ہے تو چلتی ہوں ! یہاں سے ابدی خواب گاہ میں مگر وہاں سے آگے ایک قدم نہیں - کیا تو جاتا ہے ؟ 'ہائنرش' کاش میں تیرے

---

* 'گریتشن کا پورا نام 'مارگریتے' ہے 'گریتشن' پیار کا نام ہے جیسے ہم 'زیب النساء' سے 'زیبن' اور 'نجم النساء' سے 'نجمن' بنا لیتے ہیں —

ساتھ چل سکتی ! —

'فاؤسٹ' : چل کیوں نہیں سکتی ! چلنے پر راضی تو ہو! دروازہ کھلا ہے —

'مارگریٹے' : میری مجال نہیں کہ یہاں سے جاؤں - میری رہائی کی کوئی صورت نہیں - بھاگنے سے کیا فائدہ ؟ لوگ میری تاک میں ہیں - یہ کیا کم مصیبت ہوگی کہ بھیک مانگتی پھروں ' اور وہ بھی دل میں چور لئے ہوئے ؟ یہ کیا کم مصیبت ہوگی کہ پردیس میں ٹھوکریں کھاتی پھروں ؟ اور پھر ایک نہ ایک دن پکڑا جانا ضروری ہے —

'فاؤسٹ' : تو پھر میں بھی تیرے پاس رہوں گا —

'مارگریٹے' : جلدی جا ! جلدی جا ! اپنے معصوم بچے کی جان بچا - بس دیر نہ کر ; چشمے کے کنارے کنارے سیدھا چلا جا اور پل سے گذر کر جنگل میں بائیں طرف مڑجا جہاں تالاب میں ایک تختہ رکھا ہے - دوڑ ! اسے تھام لے ! دیکھ وہ اُبھرا ! ابھی تک ہاتھ پاؤں مار رہا ہے - بچالے ! بچالے ! —

'فاؤسٹ' : خدا کے لئے ہوش میں آ ; بس جہاں ایک قدم اُٹھایا پھر تو آزاد ہے —

'مارگریٹے' : کاش ہم اس پہاڑ کے پاس سے جلد گذر جاتے ! وہ دیکھ میری ماں ایک چٹان پر بیٹھی ہے - مجھے ڈر سے ٹھنڈا پسینہ آتا ہے - میری ماں چٹان پر بیٹھی ہے اور اُس کا سر ہل رہا ہے - وہ نہ بلاتی ہے نہ اشارہ کرتی ہے ; اُس کا سر بھاری ہے - وہ اتنی دیر سوئی کہ اب کبھی نہ جاگے گی اُسے میں نے سلا دیا تھا کہ ہم بے کھٹکے ہم آغوشی کا لطف اُٹھائیں - ہا ! وہ بھی کیا اچھے دن تھے ! —

' داؤسـت ' : نہ خوشامد سے کام چلتا ھے نہ سمجھانے سے - اب چاھے جو کچھہ ھو میں تجھے زبردستی اُٹھائے لئے چلتا ھوں —

' مارگریتے ' : خبردار مجھے نہ ھاتھہ لگانا ! مجھے اس زبردستی کی برداشت نہیں ! تو مجھے کیوں جلاد کی طرح گھسیٹتا ھے ؟ کیا میں نے تیری ناز برداری نہیں کی ؟

' فاؤست ' دن نکلا چاھتا ھے ! میری پیاری خدا کے لئے مان جا !

' مارگریتے ': دن ؟ ھاں دن ھونے والا ھے ! آخری دن آرھا ھے - یہ دن میری شادی کا تھا ! کس سے یہ نہ کہنا کہ تو 'گریتشن' کے پاس تھا - ھائے میرا سہرا ! جو ھونا تھا ھوگیا - اب ھم پھر ملیں گے مگر ناچ میں نہیں - لوگوں کا ھجوم ھے سب خاموش ھیں - گلیوں میں اور چوک میں تل دھرنے کی جگہہ نہیں - موت کا گھنٹہ بج رھا ھے - بانس ٹوٹ گیا - لوگ میری مشکیں کس رھے ھیں اور مجھے کھینچتے ھوے قتل گاہ میں لے جارھے ھیں - جلاد کی تیز تلوار جو پہلے اور گردنوں پر چمکی تھی اب میری گردن پر چمک رھی ھے - دنیا قبر کی طرح خاموش ھے —

فاؤست : آہ کاش میں کبھی پیدا نہ ھوتا !

شیطان : (دروازے کے باھر نظر آتا ھے) اُٹھو ! ورنہ تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں - آخر یہ فضول حیص بیص کب ! یہ شش و پنج یہ قیل و قال ! میرے گھوڑے سردی میں کانپ رھے ھیں - صبح کی روشنی نمودار ھے —

مارگریٹے: یہ زمین کے اندر سے کون سی شکل ظاہر ہوئی؟
یہ وہی ہے! وہی ہے! اسے یہاں سے نکال دے۔
پاک زمین میں اس کا کیا کام؟ یہ میری روح
چاہتا ہے!

فاؤسٹ: تو زندہ رہے گی!

مارگریٹے: اے داور حقیقی! میں اپنی روح تجھے سونپتی ہوں۔

ابلیس: چل! چل! ورنہ میں تجھے بھی اسی کے ساتھ
چھوڑ جاؤں گا۔

مارگریٹے: میں تیری ہوں اے آسمانی باپ! مجھے نجات دے!
اے فرشتو اے عالم قدس کے لشکرو! میرے گرد
جمع ہو جاو اور میری حفاظت کرو۔ ہائنرش تجھے
دیکھ کر میرا دل لرزتا ہے۔

شیطان: اب یہ نہیں بچتی!

عالم بالا کی صدا: بچ گئی۔

شیطان: (فاؤسٹ سے) آ میرے ساتھ (فاؤسٹ کے ساتھ
غائب ہو جاتا ہے)

قید خانے کے اندر سے آواز آرہی ہے: ہائنرش! ہائنرش!

'فاؤسٹ' اور 'گریٹشن' کا قصہ ختم ہوگیا۔ 'گریٹشن' کے نسوانی وجدان نے اُس پر یہ راز کھول دیا تھا کہ 'فاؤسٹ' کے ساتھ جانا گویا اپنے آپ کو 'شیطان' کے حوالے کرنا ہے۔ اُس نے ایسی رہائی پر موت کو ترجیح دی اور اپنے گناہوں کا کفارہ دے کر نجات ابدی حاصل کی۔ اس وقت وہ 'فاؤسٹ' کو نہیں بچا سکی لیکن اب وہ ایک روحانی شمع بن کر اس کو راہ دکھائے گی اور آگے بڑھاتی جائے گی، یہاں تک کہ

عالمِ حقیقت کے پر اسرار پردوں میں دونوں نظر سے غائب ہو جائیں —

یہاں پہلا حصہ ختم ہوتا ہے اور 'فاؤسٹ' اور 'گریٹشن' کا واقعی افسانہ بھی۔ اس قصے میں دونوں کی حیثیت معمولی انسانوں کی ہے، البتہ کہیں کہیں اس بات کی ذراسی جھلک نظر آجاتی ہے کہ 'فاوسٹ' نوعِ انسانی کا نمائندہ ہے اور 'گریٹشن' "ابدی جوہر انوثیت" کی مظہر۔ دوسرے حصے میں رنگ بالکل بدل جاتا ہے۔ 'فاؤسٹ' کی انفرادی حیثیت بالکل چھپ جاتی ہے؛ وہ جدید مغربی تمدن کے انسان کی مثال (ٹائپ) بن کر رہ جاتا ہے اور 'گریٹشن' تو خود جسم سے آزاد ہو کر روحِ انوثیت میں جذب ہو ہی چکی ہے۔ مختصر یہ کہ دوسرا حصہ اول سے آخر تک ایک طویل استعارہ ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ شک اور اضطراب اور مادی خواہشات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا انسان کس طرح ذوقِ جمال اور محبت بنی نوع کی منزلوں سے گذر کر عرفان و عقیدت کی سرحد میں داخل ہوتا ہے، جہاں اس کی زنجیریں خود بخود ٹوٹ کر گر جاتی ہیں —

'گوئٹے' کی طبیعت میں شک بھی ہے اور یاس بھی' لیکن امید ان سب چیزوں پر غالب ہے۔ اُسے یہ گوارا نہیں کہ "فاؤسٹ" کے قدیم افسانے کی تقلید میں اپنے ہیرو کو 'شیطان' سے مغلوب ہو جانے دے۔ اُس کا 'فاوسٹ' جدید تمدن کا نمائندہ ہے۔ 'گوئٹے' کو یقین ہے کہ عہدِ جدید کا انسان شدید کشمکش کے بعد ایک دن ضرور نجات پائے گا۔ اس نجات کی بنیاد اُس نے 'گریٹشن' کی شخصیت سے ڈال دی ہے۔ دوسرے

حصے میں وہ اس بنیاد پر ایک پوری عمارت کھڑی کر دیتا ہے —

ہم نے صرف پہلے حصے کا ترجمہ کیا ہے ' اس لئے دوسرے حصے کے مضامین تفصیل سے بیان کرنیکی ضرورت نہیں - ہم ایک مختصر سا خاکہ محض اس غرض سے کھینچتے ہیں کہ پڑھنے والوں کو پورا قصہ معلوم ہو جائے —

فاؤست کے جانے کے بعد 'گریتشن' سزائے موت پا کر قید حیات سے رہا ہوجاتی ہے - 'فاؤست' فراق کے صدمے سے تڑپتا ہے - دوسرے حصے کے پہلے سین میں وہ حسن فطرت کے نظارے میں محو نظر آتا ہے - مناظر قدرت کا سکون اُس کے دل کے زخموں کے لئے مرہم کا کام دیتا ہے —

لیکن وہ 'شیطان' کا حلیف ہے ، جو ذوق عمل اور آرزوے لذت کی روح ہے - 'شیطان' کو گوارا نہیں کہ 'فاؤست' دم بھر چین سے بیٹھے - وہ اُس کے دل میں قوت و اقتدار کا شوق اُبھارتا ہے اور اُسے لیکر شاہنشاہ کے دربار میں پہنچتا ہے - 'شیطان' کے مشورے سے وہ سلطنت کی مالی مشکلات دور کرنے کے لئے کاغذ کا سکہ جاری کرتا ہے اور شاہنشاہ کی تفریح طبع کے لئے نیرنجات کا تماشا دکھاتا ہے - شاہنشاہ 'فاؤست' سے فرمائش کرتا ہے کہ وہ قدیم 'یونان' کی مشہور حسینہ 'ھیلن' کی روح کو بلوائے - 'فاؤست' اس معاملے میں 'شیطان' سے مدد چاہتا ہے مگر وہ معذوری ظاہر کرتا ہے - اُس کی رائے میں اس مہم کے سرانجام کے لئے خود ' فاؤست ' کو عالم مثال میں جانا پڑے گا - ' فاؤست' ہمت کرکے عالم مثل کا سفر اختیار کرتاہے اور " امہات " کی دستگیری سے جو صور اعیان کی تخلیق کرتی

' ھیں وہ ھیلن ' کی روح کو ساتھ لاتا ھے - شاھنشاہ اور اُس کے درباری ' ھیلن ' کے حسن کامل کی قدر دانی سے قاصر ھیں - ان پر اس کے نظارے سے کوئی اثر نہیں ھوتا مگر ' فاؤسٹ ' دل و جان سے ' ھیلن ' پر عاشق ھوجاتا ھے - وہ وارفتگی کے عالم میں اس پیکر مثالی سے ھم آغوش ھونے کے لئے بڑھتا ھے کہ دفعتاً ایک دھماکے کی آواز آتی ھے روحیں غائب ھو جاتی ھیں اور ' فاؤسٹ ' بے ھوش ھوکر گر پڑتا ھے - ' شیطان ' اسے کندھے پر لاد کر لے جاتا ھے اور اس کے پرانے مکان میں مطالعے کے کمرے میں پہنچا دیتا ھے —

' شیطان ' جانتا ھے کہ ' فاؤسٹ ' کو ' ھیلن ' کا وصال حاصل کرنے کے لئے ایک " انسانی پتلے " کی مدد کی ضرورت ھے - ' فاؤسٹ ' کا شاگرد ' واگنر ' جو اب ایک مشہور عالم ھے کیمیاوئی ترکیب سے ایک " انسانی پتلا " بنانے میں مصروف ھے - ' شیطان ' ' واگنر ' سے مل کر اس مصنوعی انسان کی تخلیق میں اُس کی مدد کرتا ھے - چشم زدن میں ایک شیشے کے اندر ایک چھوٹا سا انسان پیدا ھوتا ھے اور ' شیطان ' اور ' واگنر ' سے باتیں کرنے لگتا ھے - ' شیطان ' اس شیشے کو اُٹھا کر ' فاؤسٹ ' کے پاس لاتا ھے جو اب تک بے ھوش پڑا ھے - " انسانی پتلا " اپنی مخفی بصیرت سے یہ معلوم کر لیتا ھے کہ ' فاؤسٹ ' اس وقت ' یونان ' کا خواب دیکھ رھا ھے - وہ کہتا ھے کہ ' فاؤسٹ ' کو بیدار کرنا مناسب نہیں بلکہ اُسے اسی طرح اُٹھا کر ' یونان ' لے چلنا چاھئے تاکہ جب اُس کی آنکھ کُھلے تو اپنے آپ کو اُس ملک میں پائے جس کا وہ آرزو مند ھے اور جہاں اُسے ' ھیلن ' کا وصال حاصل

هو سکتا ہے - 'شیطان' تھوڑی دیر انکار کرنے کے بعد ساتھ چلنے پر راضی ہو جاتا ہے ۔ 'واگنر' بھی ساتھ جانا چاہتا ہے مگر وہ پتلا اُسے ساتھ لے جانے سے انکار کرتا ہے اور اُسے مشورہ دیتا ہے کہ وہ بدستور اپنی عملی تحقیق میں مصروف رہے

جیسا ہم کہہ چکے ہیں' اس تمثیل میں 'گوئٹے' کو عہد جدید کے انسان کی ذہنی اور روحانی ارتقا دکھانا منظور ہے - اُس نے 'فاؤسٹ' کو اپنے زمانے کے 'یورپی' انسان کی "رومانی" روح قرار دیا ہے اور 'ھیلن' کو قدیم 'یونانی' انسان کی "کلاسکی" روح - رومانی روح میں جوش اور قوت اور وسعت ہے اور کلاسکی روح میں ترتیب اور ہم آھنگی - ان دونوں روحوں کے ملنے سے مکمل انسان بن سکتا ہے - 'فاؤسٹ' کے شاھنشاہ کے دربار میں جانے' وہاں 'ھیلن' کی روح کو بلانے' اُس کے عشق میں مبتلا ہونے اور ہم آغوشی کی آرزو میں ناکام رھنے سے یہ مراد ہے کہ جب جدید 'یورپی' انسان مدنی زندگی کی گتھیوں کو سلجھانا چاہتا ہے تو وہ اپنے تمدن اور خود اپنے نفس کے اندر انتشار سا پاتا ہے اور اُسے یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ قدیم 'یونانی' تمدن کا مطالعہ کرکے صحیح اور ستھرا ذوق جمال حاصل کرے' جس کے بغیر ترتیب اور ہم آھنگی پیدا نہیں ہوسکتی لیکن اُسے محض تخیل کی مدد سے کلاسکی تہذیب کا جو نقش نظر آتا ہے وہ خیالی اور بے بنیاد ہے - اس کا گہرا مشاہدہ بغیر "تاریخی نظر" کے ناممکن ہے - اسی تاریخی نظر کو 'گوئٹے' نے استعارے میں انسانی پتلا کہا ہے' جسے

' فاؤست ' کا تخیل اور تفکر پیدا نہیں کرسکتا بلکہ اس کے لئے ' واگنر ' کے صبر و استقلال اور محققانہ مطالعے کی ضرورت ہے - البتہ اس سے کام وہی لے سکتا ہے جو تخیل کے پروں پر اُڑے - بے چارہ محقق اس سے محروم رہتا ہے —

غرض " انسانی پتلا " ' فاؤست ' اور ' شیطان ' کو لے کر ' یونان ' پہنچتا ہے اور یہ سب ' کلاسکی والپرگس ' کے جلسے میں شریک ہوتے ہیں ' جہاں تمام قدمائے ' یونان ' کی روحیں جمع ہیں - یہاں " انسانی پتلے " کا شیشہ ٹوٹ جاتا ہے اور اُسے موت آجاتی ہے جو اصل میں اُس کی ولادت ہے - اس کے معنی یہ ہیں کہ تاریخی نظر تخیل کے ساتھ مل کر علمی تحقیق کے تنگ دائرے میں محدود نہیں رہ سکتی بلکہ شاعرانہ مشاہدے کی وسیع فضا میں گم ہوجاتی ہے —

' فاؤست ' ' یونان ' میں ایک ' جرمن ' طرز کا قلعہ بناتا ہے اور ' جرمن ' سرداروں کے جھرمٹ میں وہاں رہتا ہے - ' شیطان ' ' ہیلن ' کو بہکا کر اس قلعے میں لاتا ہے - ' فاؤست ' اور ' ہیلن ' کی شادی ہوتی ہے ' جس سے ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے - جب یہ لڑکا پل کر بڑا ہوتا ہے تو ایک دن جوانی کے جوش میں دوش ہوا پر اُڑتا ہوا نامحدود فضا میں گم ہوجاتا ہے - ' ہیلن ' بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلی جاتی ہے مگر دونوں کے لبادے ' فاؤست ' کے پاس رہ جاتے ہیں ' جنھیں لے کر وہ ' شیطان ' کے ساتھ ' جرمنی ' کو لوٹتا ہے —

یہاں ' گوئٹے ' نے رومانی اور کلاسکی روح کے امتزاج کی حدود دکھائی ہیں - عہد جدید کا انسان عہد قدیم کے تمدن

کے مطالعے سے اتنا ھی فائدہ اُٹھا سکتا ھے کہ اُس کا ظاھری رنگ اختیار کر لے - اُس کا پیکر اصلی رومانی ھی رھے گا - البتہ اُس نے اُوپر سے کلا سکی روح کا لباس پہن لیا ھے —

مگر یہ فائدہ بھی کم نہیں 'فاؤست' جب 'ھیلن' اور اُس کے بچے کے لبادے لئے ھوئے لوٹتا ھے تو اس میں یہ صلاحیت پیدا ھو جاتی ھے کہ تمدنی زندگی کو ھم آھنگی کے ساتھہ ترتیب دے سکے - 'شیطان' اسے عیش و عشرت اور عزت و شہرت کی طرف مائل کرنا چاھتا ھے لیکن اس کے دل میں محض قوت عمل اور انسانی ھمدردی کا جذبہ ھے - وہ راہ میں سمندر کے کنارے ایک زمین کا خطہ دیکھتا ھے جسے پر شور سیلابوں نے کاٹ کر ناھموار کر دیا ھے - اُسے عناصر کی اس تاخت و تاراج پر غصہ آتا ھے اور اُس کے دل میں ولولہ اٹھتا ھے کہ یہاں پشتے بلند ھوا کر پانی کے زور کو توڑے اور اس زمین کو سمندر کے پنجے سے نکال کر اس پر ایک بستی بسائے - 'شیطان' کے مشورے سے وہ بادشاہ کی ایک لڑائی میں مدد کرتا ھے اور اس سے یہ زمین جاگیر میں لے لیتا ھے —

'فاؤست' کی تجویز کامیاب ھوتی ھے - 'شیطان' کی مدد سے سمندر کے کنارے پشتے باندھے جاتے ھیں ' نہریں بنائی جاتی ھیں ' گودیاں تعمیر ھوتی ھیں ' جہازوں کی آمد و رفت ھونے لگتی ھے - تھوڑے ھی دن میں ایک بڑی بستی آباد ھو جاتی ھے جو 'فاؤست' کی حکومت میں مکمل تہذیب کا نمونہ بن جاتی ھے —

مگر 'گوئٹے' کی نظر سے جدید تمدن کا تاریک پہلو بھی

مخفی نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یورپی انسان کے عمل کی محرک ایک حد تک انسانی ہمدردی ہے لیکن اس سے بڑی زیادہ قوت و سطوت کا جذبہ - وہ نوع انسانی کی خدمت نہیں بلکہ اُس پر حکومت کرنا چاہتا ہے اور ترقی کے نشے میں کمزوروں کے جذبات کو پامال کرتا ہے بلکہ اُن کے سروں کو پیر سے ٹھکراتا ہے —

' فاؤست ' کی بستی میں پرانے زمانے کی یادگار ایک جھونپڑی رہ گئی ہے جو ایک بوڑھے مرد اور اس کی بڑھیا بیوی کا مسکن ہے - یہ دونوں اپنی جھونپڑی ' فاؤست ' کے موعودہ محل کے بدلے بھی دینے کو طیار نہیں - ' فاؤست ' کی نظر میں یہ چیز کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے - وہ ' شیطان ' کو بھیجتا ہے کہ ان لوگوں کو زبردستی یہاں سے ہٹا دے - وہ جا کر جھونپڑی میں آگ لگا دیتا ہے ' جس میں بوڑھا اور بڑھیا بھی جل کر خاک ہو جاتے ہیں - ' فاؤست ' جب یہ خبر سنتا ہے تو اسے بہت افسوس ہوتا ہے لیکن وہ اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لیتا ہے کہ تمدن کی ترقی کے لئے یہ ظلم ناگزیر ہے —

وہ اپنے محل میں کھڑا آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا ہے - اتنے میں چار روحیں داخل ہوتی ہیں - ان میں سے ایک یعنی " تشویش کی روح " اُس کے چہرے پر دم کرتی ہے اور وہ اندھا ہو جاتا ہے —

اب وہ پھاوڑا چلنے کی آواز سنتا ہے - وہ سمجھتا ہے کہ پشتے باندھنے کے لئے زمین کھودی جا رہی ہے لیکن اصل میں ' شیطان ' اس کی قبر کھدوا رہا ہے - ' فاؤست ' اس

وقت اپنی بستی کی ترقی کی نئی تجویز سوچ رہا ہے۔ بستی پہاڑ کے دامن میں ہے اور اس کے قریب دلدل اور نم زمین ہے۔ 'فاؤسٹ' اپنے خیال میں محو اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہے اگر یہ زمین خشک کرلی جائے تو یہاں ایک اور بستی بسائی جا سکتی ہے۔ یہاں رہنا خطرناک ہوگا کیونکہ ہر وقت یہ اندیشہ رہے گا کہ کہیں سمندر کا سیلاب پشتوں کو توڑ کر ساری آبادی کو غرق نہ کردے۔ مگر اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اگر لوگ ہمیشہ خطرے میں رہیں تو ہر وقت ہشیار اور مستعد بھی رہیں گے۔ 'فاؤسٹ' جب چشم تصور سے ان آزاد لوگوں کو اس آزاد کی ہوئی زمین پر دیکھتا ہے تو اس کا دل جوش مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے اور وہ بے اختیار گزرنے والے لمحے سے کہتا ہے "ذرا ٹھہر جا' تو کتنا حسین ہے!"

اب 'فاؤسٹ' معاہدے کی رو سے 'شیطان' سے مغلوب ہوگیا ہے۔ ارضی زندگی نے اُس کے دل کو لبھا لیا ہے۔ اُس کا طائر روح جو فضائے حقیقت میں پرواز کرنے کی آرزو میں ہر وقت تڑپا کرتا تھا تھوڑی دیر کے لئے قفس مجاز سے مانوس ہوگیا ہے۔ لیکن یہ شکست محض ظاہری ہے۔ واقعی شکست تو جب ہوتی کہ وہ مادی لذتوں پر پھسل پڑتا یا اپنی قوت پر مغرور ہو کر قدرت کاملہ سے سرکشی اختیار کرتا۔ بہ خلاف اس کے وہ "ابدی جوہر انوثیت" کے عشق کی بدولت شہوانی خواہشوں کی قید سے آزاد ہو چکا ہے' انسانی ہمدردی کے جذبے میں سرشار ہے اور اپنی قوت کو اپنی بصیرت کے مطابق تہذیب و تمدن کی ترقی میں صرف کرتا

ہے - اس میں شک نہیں کہ ابھی اُس کی ارتقا میں بہت سے مراحل باقی ہیں - ابھی وہ اُس بیخودی کی لذت سے واقف نہیں جس سے خودی کی تکمیل ہوتی ہے ' ابھی اُس میں اتنی پختگی نہیں پیدا ہوئی کہ نوع انسانی کی خدمت میں اپنی انفرادیت کو کھو کر اپنی شخصیت کو پالے اور تسلیم و عقیدت کے بحر ذخار میں ڈوب کر " قطرے " سے " گوہر " بن جائے - جس میں بہ قول ' غالب ' کے دریا کا اضطراب محو ہوجاتا ہے - لیکن رحمت ایزدی انسانی کوششوں کی محدودیت سے واقف ہے ؛ وہ نیت کی پاکی اور سعی کی اِستواری کو دیکھتی ہے اور نتائج کی ناتمامی سے چشم پوشی کرتی ہے - وہ فرشتوں کی زبان سے کہتی ہے " جو روح سرگرم سعی ہے اُسے ہم نجات دے سکتے ہیں " —

عالم ارضی میں ' فاؤسٹ ' کی سعی اپنی حد کو پہنچ چکی ہے - اس کا " وقت " پورا ہوگیا ہے اور معاہدے کے الفاظ کے مطابق " گھڑی بند ہوجاتی ہے ' سوئی گرجاتی ہے " یعنی اُس کی روح جسم سے جدا ہوجاتی ہے - ' شیطان ' سمجھتا ہے کہ یہ روح اُس کی ہوگئی لیکن فرشتوں کا گروہ آتا ہے ' اسے اپنے حسن سے مسحور کردیتا ہے اور ' فاؤسٹ ' کی روح کو لے کر طبقات سماوی سے گذرتا چلا جاتا ہے - راہ میں ' گریٹشن ' کا پیکر مثالی اپنی ماں کے گلے سے لپٹا نظر آتا ہے - یہ " ابدی جوہر انوثیت " کا ایک جلوہ ہے جو ' فاؤسٹ ' کی روح کے لئے شمع راہ کا کام دیتا ہے - اب یہ روح اُس سرحد میں داخل ہوگئی ہے جہاں فروغ تجلی سے مرغ خیال کے پر جلتے ہیں - فقط قدسیوں کی سلگت کی آواز آرہی ہے : —

سب فانی چیز یں
محض مجازی نقوش ہیں؛
عالم حقیقت میں سعی ناتمام
واقعہ بن جاتی ہے،
یہاں ارادۂ ناگفتہ
پورا ہو جاتا ہے؛
ابدی جوہر انوثیت
ہمیں آگے کھینچے لئے جاتا ہے"

باب ششم

تنقید اور خاتمہ

کسی نازک خیال معنی آفریں شاعر کے کلام کو پڑھنا اور سمجھنا ایسا ہے جیسے کسی گھنے تاریک جنگل میں راستہ ڈھونڈھنا - ایسے موقع پر بہترین تدبیر یہی ہے کہ انسان بے دیکھے بھالے دلیری سے آگے بڑھا چلا جائے، تھوڑی دیر میں اُس کی نظر تاریکی کی عادی ہو جاتی ہے، اُسے اپنے گرد و پیش کے درخت صاف نظر آنے لگتے ہیں اور وہ حس مکانی سے کام لے کر جسے ہم "اٹکل" کہتے ہیں، سب سے سیدھا اور آسان راستہ ڈھونڈھ لیتا ہے - اگر تاریکی بہت زیادہ ہو تو اُسے روشنی لے کر چلنا پڑتا ہے لیکن اُس پر بھی صحیح سمت معلوم کرنے میں اٹکل ہی سے کام چلتا

ہے - اسی طرح دقیق اور پیچیدہ نظموں کو سمجھنے کا بھی سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ پڑھنے والا ہمت کرکے پڑھنا شروع کردے - کچھہ دن کے بعد وہ شاعر کے طرز ادا سے اس کی مخصوص ترکیبوں سے ' اس کی محبوب تشبیہوں اور استعاروں سے مانوس ہو جاے گا اور اپنے وجدان صحیح کی بدولت اس کا مدعا سمجھنے لگے گا - لیکن اگر وہ نظم جو زیر مطالعہ ہے بہت ہی پیچیدہ ہو تو ضرورت پڑتی ہے کہ شاعر کی زندگی' اس کے دوسرے کلام' اس کے عہد کی ادبی تحریکوں کی روشنی میں اس پر نظر ڈالی جاے' یعنی خارجی شہادت کی بنا پر اس کی تفسیر کی جاے' پھر بھی تفسیر کرنے والا شاعرانہ وجدان سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ـــ

تفسیر یا تنقید کرنے والوں کو عموماً یہ دقت پیش آیا کرتی ہے کہ انھیں خارجی شہادت کا کافی مواد نہیں ملتا اور انہیں خود مفسر یا نقاد کے علاوہ محقق کا کام بھی انجام دینا پڑتا ہے - لیکن ' گوئٹے ' کی شاعری خصوصاً " فاؤست " کی تنقید میں جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ اس کے بالکل بر عکس ہیں - یہاں خارجی مواد اس کثرت سے موجود ہے کہ اس کو صحیح طریقے سے ترتیب دینا اور اس سے صحیح نتائج نکالنا دشوار ہے - اس گھنے جنگل کے رہرو کے لئے روشنی کی کمی نہیں بلکہ ہر طرف سے رنگ برنگ کی شعاعوں کا ایسا ہجوم ہوتا ہے کہ آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں - ' گوئٹے ' کی سوانح عمری پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں - اس کی زندگی کے ہر دور کا کلام نظم اور نثر شایع ہوچکا ہے - اس کے خطوط ' اس کے مکالمات ' کے متعلق اس کے

ہمعصروں کی رائیں ہمارے سامنے موجود ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کے شاہ کار "فاؤسٹ" کی تفسیر ان سب چیزوں کی مدد سے ایسی کی جاتی جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہتی - لیکن اس مقدمے کے دوسرے اور چوتھے باب کے مطالعے کے بعد ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اس کا کلام مختلف اور متضاد عناصر کا مجموعہ ہے، جن سے "فاؤسٹ" کی تفسیر کے متعلق قطعی نتائج نہیں نکل سکتے، اسی لئے اس کے شارحوں اور نقادوں میں اس قدر اختلاف رائے ہے کہ 'گوئٹے' کی روح فارسی شاعر کی زبان سے فریاد کرتی ہے؛ "شد پریشان خواب من از کثرت تعبیر ہا" —

بظاہر ہمیں چاہئے تھا کہ ہم اس مقدمے کو پانچویں باب پر ختم کردیتے اور "فاؤسٹ" کا ترجمہ بغیر کسی تنقید کے ناظرین کے سامنے پیش کردیتے کہ وہ خود شاعرانہ وجدان اور ذوق سلیم کی رہنمائی سے اس کے مطالب کو سمجھیں اور اسے اعلیٰ شاعری کی کسوٹی پر کسیں - لیکن دو وجوہ سے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا - اول تو ہم صرف پہلے حصے کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں، جس میں قصہ مکمل نہیں، اس لئے پڑھنے والوں کو شاعر کا منشا سمجھنے میں اور نظم کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے میں دشواری ہے - دوسرے ہمارے ملک کے لوگ ابھی تک عموماً مغربی شاعری اور خصوصاً، جرمن، شاعری کی روح کے محرم نہیں ہیں - اس لئے اُن کے پیش نظر وہ معیار ہی نہیں ہے، جس پر اس نظم کو پرکھنا چاہئے - جس طرح قصے کا خلاصہ بیان کرنے میں ہمیں جابجا تنقیدی تشریح

سے کام لینا پڑا اسی طرح اب اس کی ضرورت ہے کہ باوجود ان مشکلات کے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں پورے ناٹک پر ایک گہری تنقیدی نظر ڈالیں - ظاہر ہے کہ ہم اس اہم فرض سے پوری طرح عہدہ بر آ نہیں ہو سکتے - لیکن کم سے کم ہمارے ناظرین کو یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ 'گوئٹے' کی اس معرکۃ الآرا تصنیف پر کن کن پہلوؤں سے نظر ڈالنا چاہئے اور اس کی قدر و قیمت کن اصولوں کے ماتحت معین کرنا چاہئے —

شاعری کے ہر شاہ کار کے تنقید میں دو اہم پہلو ہوتے ہیں :

(۱) یہ معلوم کرنا کہ شاعر محض انسانی زندگی یا عالم فطرت کی ایک تصویر پیش کرنا چاہتا ہے یا ان کی تفسیر بھی - اس کا مقصد محض یہ ہے کہ آب و رنگ ' لحن و صوت ' الفاظ و معنی ' کے تناسب اور ہم آہنگی سے حسن ازل کا ایک جلوہ دکھا کر حسن پرستوں کو وجد میں لے آئے یا اسے اس پردے میں حیات و کائنات کے کسی اہم مسئلے کو اپنے فطری مشاہدے اور شاعرانہ وجدان کی مدد سے حل کرنا مقصود ہے —

(۲) یہ فیصلہ کرنا کہ شاعر اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے اور اس کی نظم کی اجمالی اور فلسفیانہ اہمیت کیا ہے —

پہلے مسئلے میں '' فاؤسٹ '' کے نقادوں میں سخت اختلاف ہے - کسی کے نزدیک 'گوئٹے' کا مقصد محض حیات انسانی کی نقاشی ہے ، کسی کے نزدیک اس کی ترجمانی اور رہنمائی

بھی - کسی کے خیال میں یہ محض چند متفرق تصویروں کا مجموعہ ہے ' کسی کے خیال میں ایک مکمل مرقع ' یعنی مسلسل ڈراما - کوئی اِسے المیہ سمجھتا ہے کوئی فرحیہ - کوئی آپ بیتی جانتا ہے کوئی جگ بیتی - کوئی کہتا ہے یہ عہد جدید کے انسان کی رومانی روح کا عکس ہے ' کوئی کہتا ہے نہیں اُس کی روحانی ارتقا یعنی رومانی اور کلاسکی عناصر کے امتزاج کا چربا ہے —

اس اختلاف کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ '' فاؤسٹ '' ساٹھ برس کے طویل عرصے میں لکھا گیا اور اس دوران میں اس کا مقصد کچھ سے کچھ ہو گیا - یہ زمانہ 'یورپ' خصوصاً 'جرمنی' کی تمدنی زندگی میں انقلاب کا زمانہ تھا - ''فاؤسٹ'' عہد انقلاب کا آئینہ ہے ' اس لئے اس میں متضاد عناصر کا پایا جانا حیرت انگیز نہیں - اس حقیقت کی طرف ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں ' لیکن یہاں ہم اس پر ایک دوسرے پہلو سے نظر ڈالیں گے —

متمدن قوموں کی زندگی ارتقا کے تین مدارج سے گذرتی ہے - اُس کے ادب کو بھی ' اگر وہ حقیقی معنی میں ادب یعنی زندگی کا آئینہ ہے ' یہی مدارج طے کرنا پڑتے ہیں —

جب کوئی قوم بدویت سے تمدن کی سرحد میں داخل ہوتی ہے تو اُس کی معاشرت اور اس کے خیالات میں یک‌رنگی خشونت اور مردانگی ہوتی ہے - اس کی زندگی ایک مکمل اور سادہ نظام کے ماتحت ہوتی ہے ' اس کے پیش نظر ایک معین اور سہل‌الحصول نصب‌العین ہوتا ہے - یہی حالت اُس کے ادب کی بھی ہوتی ہے ' وہ اپنے جذبات

کا اظہار عموماً شاعری سے کرتی ھے اور شاعری میں بھی رزمیہ شاعری کو اختیار کرتی ھے - اس میں کسی ایسے ہیرو کی زندگی کی مکمل تصویر پیش کی جاتی ھے جو ایک جانی بوجھی راہ پر چل کر رکاوٹوں کو آسانی سے دور کرتا ہوا کامیابی کی منزل پر پہنچ جاتا ھے —

دوسرا دور وہ ہوتا ھے جب فطری قوت ارتقا کی بدولت انسان اپنے تنگ دائرہ حیات کو توڑ کر اُس میں وسعت پیدا کرنا چاھتا ھے - اس کی ابتدا جذبات کے ہیجان سے ہوتی ھے ' جو ساری زندگی پر چھا جاتا ھے - انسان کے دل میں نئی آرزوئیں ' نئے مقاصد پیدا ہوتے ہیں اور وہ انہیں پورا کرنے کے لئے تڑپتا ھے - زندگی کا بندھا بندھایا شیرازہ بکھر جاتا ھے ' ہر فرد جماعت سے الگ ہوکر ادھر ادھر بھٹکتا ھے - یہ دور رومانی دور کہلاتا ھے ' اس زمانے کے ادب میں جذبات پرستی ' بے چینی ' کشمکش آرزو غالب ہوتی ھے ' جس کے اظہار کا ذریعہ غنائی شاعری اور ڈراما میں المیہ ھے —

تیسرا دور وہ ھے جب یہ پھیلی ہوئی زندگی سمیٹی جاتی ھے- اس تمدن کی جو بہت وسیع ہوگیا ھے ' حد بندی ہوتی ھے - اس میں ہم آھنگی اور ترتیب پیدا کی جاتی ھے - اجتماعی زندگی کا نصب العین نئے سرے سے معین ہوتا ھے - اور معاشرت کا نظام دوبارہ قائم ہوتا ھے - زندگی کے پیچیدہ مسائل ایک معینہ نصب العین کے ماتحت حل کئے جاتے ہیں - یہ دور کلاسکی دور کہلاتا ھے اور اپنے اظہار کے لئے ناول اور فرحیے کا ذریعہ ڈھونڈھتا ھے —

یورپ کی تمدنی زندگی کا پہلا دور قرون وسطیٰ کا زمانہ تھا - حیات اجتماعی پر مذہب عیسوی اور کلیسائی نظام حاوی تھا - زندگی بہت تنگ تھی ' مگر مرتب اور مکمل- اس عہد کا مصور ' اطالوی ' شاعر ' ڈانٹے ' ہے اور اُس کا مشہور رزمیہ (Divine Comedy) اس کی بے مثل تصویر —

اس دور کا خاتمہ ' نشاۃ ثانیہ ' کے آغاز سے ہوا - پندرھویں صدی میں جب ' ترکوں ' نے ' قسطنطنیہ ' کو فتح کیا تو " یونانی ' تمدن کے حامل بھاگ کر ' اطالیہ ' آئے اور اُن کے آنے سے ' یورپ ' کی زندگی میں ایک نئی تحریک شروع ہوئی - ' یورپی ' انسان کی نظر کیتھولک عیسائیت کے تنگ دائرے سے نکل کر وسیع میدان حیات تلاش کرنے لگی - اُس کی توجہ کا مرکز عالم آخرت نہیں رہا بلکہ یہ دنیا اور یہ زندگی ' اس کی کشمکش ' اس کا نشیب و فراز اس کا راحت و الم - اس انقلابی عہد کا مکمل نقشہ ' شیکسپیر ' کی شاعری میں موجود ہے - ' شیکسپیر ' ڈراما نگار ہے اور اُسے اس فن کی تمام اصناف ' المیہ ' فرحیہ اور تاریخی ڈراما پر قدرت ہے - لیکن اس کا اصل آرٹ المیہ ڈراما میں نظر آتا ہے - اس کا کمال یہی ہے کہ اُس نے انسانی جذبات کی رنگا رنگی ' ان کے مد و جزر ' ان کے باہمی کشمکش ' اور ان کے عبرت انگیز نتائج کی جیتی جاگتی تصویریں دکھائی ہیں —

یہ رومانیت کا سیلاب ابھی اچھی طرح اُمنڈ نے نہ پایا تھا کہ عقلیت کے پشتوں سے اس کی روک تھام کر دی گئی - ہم کہہ چکے ہیں کہ اٹھارھویں صدی کا عقلیت

کا فلسفہ ' فرانس ' میں پیدا ہوا اور پھر ' انگلستان ' اور ' جرمنی ' وغیرہ میں پھیلا - بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ذہن انسانی کا عقلی عنصر جذبات و احساسات پر غالب آ گیا ہے ' روایات و رسوم کی قیود سے آزاد ہو گیا ہے اور اب انسانی زندگی پر محض عقل کی حکومت ہو گئی - ادب پر بھی آزاد خیالی کا رنگ چھا گیا تھا - ڈراما کا زور تھا اور اس میں مخصوص مذہبی عقائد اور اعمال کا مضحکہ اُڑایا جاتا تھا ' بے تعصبی اور روشن خیالی کی تلقین اور " عقلی مذہب " کی تبلیغ کی جاتی تھی - اُصول میں سختی کے ساتھ ' یونانیوں " کی تقلید ہوتی تھی اور قدیم ' یونان ' اور ' روما ' کے قصے ناٹکوں اور غنائی نظموں کے موضوع قرار دئے جاتے تھے ؛ ادبی تاریخ میں یہ دور کلاسکی کے نام سے موسوم ہے -

لیکن اصل میں اٹھارھویں صدی کی یہ فلسفیانہ اور ادبی تحریک ' یورپی ' ذہن کی فطری ارتقا کا نتیجہ نہ تھی ' بلکہ محض ' یونانیوں ' اور ' رومیوں ' کی تقلید سے پیدا ہوئی تھی - اس سے واقعی مناسبت جو کچھ تھی صرف ' فرانسیسیوں ' کو تھی اور وہی اس کو فروغ دینے میں کامیاب ہوے - ' فرانس ' اس زمانے میں علم و ادب کا مرکز تھا اور اُس کا ذہنی اقتدار سارے ' یورپ ' پر مسلم تھا ؛ اس لئے دوسرے ملکوں کو چار و ناچار اُس کی پیروی کرنا پڑی - اُن کے باشندوں کے ذہن میں ابھی اتنی پختگی نہ تھی کہ کلاسکی طرز خیال کو اپنا سکتے - ' یورپ ' کی عام تمدنی تاریخ میں اس تحریک کی اہمیت زیادہ تر منفیانہ ہے - یہ ایک دفاعی جنگ تھی

قرون وسطیٰ کے ذھنی اثرات کے خلاف جواب تک عوام کے دلوں میں راسخ تھے - ثبوتی حیثیت سے اس تحریک میں تخلیقی قوت بہت کم تھی - سچ پوچھئے تو اس عہد کو کلاسکی کہنا محض زبردستی ھے - اس یک طرفہ عقلیت میں وہ توازن اور ہم آھنگی ھرگز نہ تھی جو 'یونانیوں' کے دور آخر کے فلسفے اور ادب میں پائی جاتی ھے —

اٹھارھویں صدی کے آخر میں عقلیت کے خلاف رد عمل شروع ھوا ۔ ایک طرف 'کانٹ' کی دقیقہ سنجی نے اور دوسری طرف 'روسو' کی آشفتہ نوائی نے اس کی کمزوریوں کا پردہ فاش کردیا اور لوگوں کے دلوں سے اس کی حکومت اٹھہ گئی —

'رومانیت' کی دبی ھوئی تحریک پھر اُبھری اور ساری تمدنی زندگی پر چھا گئی ۔ ادب اور شاعری میں 'ھرڈر' * نے مسلمہ قواعد اور مسلمہ عقائد کے پشتوں کو توڑ کر 'طوفان و ھیجان' کی راہ کھول دی —

'رومانیت' کی اس دوسری لہر میں پہلی لہر سے کہیں زیادہ زور تھا - 'شیکسپیر' کے عہد تک رومانی جذبات پرستی قرون وسطیٰ کے بھولے پن کے ساتھہ ملی جلی تھی - 'شیکسپیر' نے اُصول فن کی قیود کو توڑ دیا لیکن رسم و رواج ' مذھب و اخلاق سے بغاوت نہیں کی — وہ دنیا اور زندگی کی نیرنگیاں دکھاتا ھے اور ان سے لطف اور عبرت حاصل کرتا ھے — لیکن حیات و کائنات کے نظام پر اعتراض نہیں کرتا - وہ رند ھے مگر مشکک یا منکر نہیں - اس کا المیہ جذبات اور کیرکٹر کا المیہ ھے ' خیالات اور عقائد کا المیہ نہیں — جذبات و احساسات

---

* ملاحظہ ھو باب اول کا آخری حصہ —

کے طوفان کے ساتھ خیالات اور عقائد کا ہیجان سب سے پہلے 'جرمنی' میں 'ہرڈر' سے شروع ہوا اور نوجوان 'شلر' اور نوجوان 'گوئٹے' کے یہاں اوج کمال کو پہنچا * —

'گوئٹے' رومانیت کا مریض بھی تھا اور چارہ گر † بھی - اُسے خدا نے یہ کمال دیا تھا کہ ہر درد کا درماں اُسی درد سے اور ہر زہر کا تریاق اُسی زہر سے نکال لیا کرتا تھا - 'طوفان و ہیجان' کے عہد میں اُس نے شورش اور اضطراب کی خلش کو اس حد تک پہنچا دیا کہ وہ سکون و اطمینان کی آرزو میں تبدیل ہوگئی - اُس کا 'فاؤسٹ' اسی تغیر کی یادگار ہے - اسی لئے "فاؤسٹ" کا سمجھنا اس تغیر کے سمجھنے پر موقوف ہے —

سچا شاعر سچے مجدد کی طرح اپنے زمانے سے بلتا ہے اور پھر اُسے بلاتا ہے - ابتدا میں وہ زمانے کے دھارے کے ساتھ بہتا ہے ' یہاں تک کہ اُس کی قوت کے راز کو سمجھ لے اور پھر اس قوت سے کام لے کر دریا کے رخ کو پلٹ دیتا ہے - 'گوئٹے' نوجوانی میں بالکل اپنے زمانے کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا - "ویرتھر" اور "گوٹس" وغیرہ سے قطع نظر کر کے اگر ہم صرف "فاؤسٹ" کے پہلے مسودے پر نظر ڈالیں جو Urfaust کے نام سے موسوم ہے تو خالص رومانیت کا مرقع نظر آتا ہے - یہ قصہ سراسر المیہ ہے : شک ' اضطراب ' مایوسی ' ناکامی کی دلگداز داستان - آگے چل کر شاعر کا تصور حیات بدلتا ہے ' اب وہ ہنگامۂ ہستی کو محض اپنے جذبات کا طلسم نہیں بلکہ اعلیٰ مقاصد کا

---

* † ملاحظہ ہو باب اول کا آخری حصہ —

نظام سمجھتا ہے۔ اب وہ قید حیات کو بند غم جان کر توڑنا نہیں چاہتا بلکہ روحانی ترقی کی ایک منزل سمجھ کر اس سے مانوس ہونا چاہتا ہے۔ جو تغیر اس کی طبیعت میں ہوا ہے، وہی یہ پیغمبر سخن اپنی کتاب "فاؤست" میں اور "فاؤست" کے ذریعے سے اپنے ملک کی زندگی میں کرنا چاہتا ہے۔ "فاؤست" کا قصہ وہی رہتا ہے، اس کی اکثر سین وہی رہتے ہیں، لیکن اس کی روح بدل جاتی ہے۔ اب اس کے شک میں یقین کی، اضطراب میں سکون کی، مایوسی میں اُمید کی اور ناکامی میں کامیابی کی جھلک نظر آنے لگتی ہے۔ بظاہر وہ اب بھی المیہ رہتا ہے لیکن اس میں فرحیہ کی شان پیدا ہوجاتی ہے ــــ

غرض "فاؤست" مغربی تمدن کے ایک دور کے انجام اور دوسرے دور کے آغاز کی یادگار ہے۔ یا یوں کہئے کہ رومانی ادب اور کلاسکی ادب کی درمیانی کڑی ہے، اس لئے اس میں دونوں کی خصوصیات موجود ہیں۔ وہ آرٹ کا نمونہ بھی ہے اور متفرق تصویروں کا مجموعہ بھی؛ المیہ بھی ہے اور فرحیہ بھی؛ زندگی کا عکس بھی ہے اور اس کی تفسیر بھی۔ ممکن ہے کہ ان مختلف عناصر کے امتزاج میں 'گوئٹے' پوری طرح کامیاب نہ ہوا ہو لیکن اس کا مقصد یہی ہے اور ہم جب تک اس مقصد کو پیش نظر نہ رکھیں 'فاؤست' کو سمجھنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے ـ

اس بحث کے چھیڑنے سے اور بعض گزری ہوئی باتوں کو دہرانے سے ہماری غرض ایک تو یہ تھی کہ ناظرین "فاؤست" کی ظاہری بے شکلی اور بے ترتیبی سے نہ اُلجھیں اور اس رشتۂ

اتحاد کو نظر میں رکھیں جو ان متفرق اجزا کو ملاتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ اس اہمیت کو محسوس کر لیں جو " فاؤست " کو ' یورپ ' کی ادبی اور تمدنی تاریخ میں حاصل ہے۔ ورنہ اصل میں اس کتاب کو پڑھنے کے بعد سوا ان قصیلت مآب نقادوں کے جو اصطلاحی اور فنی بحثوں کی بھول بھلیاں میں پڑ کر حقیقت سے دور ہو جاتے ہیں ' ہر شخص یہی سمجھے گا کہ یہ ڈراما ہے اور فلسفیانہ ڈراما ' کیوں کہ اس میں ' گوئٹے ' نے زندگی کے اہم ترین مسائل پر گہری نظر ڈالی ہے اور انہیں حل کرنے کی کوشش کی ہے —

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ' فاؤست " میں گوئٹے نے خود اپنے نفس کے مختلف عناصر کی کشمکش اور اپنی سیرت کی ارتقا دکھائی ہے یا اپنے زمانے کی عام زندگی کی تحلیل اور تفسیر کی ہے - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابتدائی مسودے میں ' گوئٹے ' نے پندرھویں صدی کے عالم اور ساحر ' جان فاؤست ' کی کہانی کو اپنے درد دل کی داستان کے ساتھ ملا جلا کر بیان کیا تھا ' اس کے بعد پہلے حصے میں پرانا افسانہ تقریباً نظر انداز ہوگیا اور محض آپ بیتی رہ گئی اور دوسرے حصے میں یہ آپ بیتی زبردستی جگ بیتی بنادی گئی - ' اطالوی ' فلسفی اور نقاد ' کروچے ' کی رائے ہے کہ دوسرے حصے میں کوئی مسلسل قصہ نہیں ہے ' بلکہ انسانی زندگی کی چند متفرق تصویریں پیش کی گئی ہیں - اس میں شبہ نہیں کہ ' گوئٹے ' نے ساٹھ برس کے عرصے میں " فاؤست " کے خاکے کو کئی بار بدلا اور موجودہ صورت میں یہ نظم مختلف

عناصر سے مرکب ہے ' لیکن ہمارے خیال میں باوجود اس اختلاف کے بنیادی مقصد اول سے آخر تک ایک ہے۔ ابتدائی مسودہ Urfaust بیشک محض آپ بیتی ہے ' لیکن موجودہ ترمیم شدہ اور مکمل "فاؤسٹ" کے دونوں حصوں میں شاعر آپ بیتی کے پردے میں جگ بیتی سناتا ہے ' یعنی اپنے عہد کے یورپی انسان کی روحانی مصیبتوں کی داستان — فرق اتنا ہے کہ پہلے حصے میں آپ بیتی کا پردہ بہت گہرا ہے اور دوسرے حصے میں ہلکا - پہلے حصے میں قصے کا سلسلہ پوری طرح قائم ہے ' دوسرے میں متفرق کڑیاں ملنے نہیں پاتیں —

غرض ' گوئٹے ' کا مقصد یہی ہے کہ اپنی زندگی کی کہانی اس طرح کہے کہ وہ اس کے عہد کی عام زندگی کی کہانی بن جائے ' وہ اپنی ذات کو جدید 'یورپی ' انسان کی روحانی روح کی مثال بنا کر پیش کرتا ہے - اس روح میں دو متضاد قوتیں ہیں - ایک قوت کا رجحان یہ ہے کہ نظام ہستی کا منشا معلوم کرے ' روح کائنات کی حقیقت کو سمجھے اور اس سے اتحاد پیدا کرے - دوسری قوت یہ چاہتی ہے کہ زندگی کے نشیب و فراز کا عملی تجربہ حاصل کرے اور مادی لذتوں کا لطف اُٹھائے - پہلی قوت انسان کے دل میں بلند اور برتر آرزوئیں پیدا کرتی ہے مگر راہ عمل نہیں دکھاتی -دوسری اسے ذوق عمل سے آشنا کرتی ہے مگر اسی کے ساتھ خودی اور لذت پرستی میں مبتلا کر دیتی ہے - پہلی کا نمایندہ ' فاؤسٹ ' ہے دوسری کا 'شیطان ' - انسانی زندگی کی تکمیل کے لئے ان دونوں کا ملنا ضروری ہے ' مگر اس طرح کہ

'فاؤسٹ' غالب رہے اور 'شیطان' مغلوب - اِن دونوں کی باھمی کشمکش میں ایک تیسری قوت مداخلت کرتی ھے' یعنی جوھر انوثیت - یہ محبت اور عقیدت اور تسلیم و رضا کا ابدی جوھر ھے' جو کل کائنات میں جاری اور ساری ھے' لیکن اس کا اصلی مظہر عورت ھے- یہی جوھر انوثیت 'گوئٹے' کے نزدیک وہ چیز ھے جس کی جھلک ھر عاشق کو اپنی معشوقہ کی صورت اور سیرت میں نظر آتی ھے - عشق کا راز یہ ھے کہ روح انسانی میں طلب حقیقت کی جو آگ بھڑکتی ھے وہ علم و عمل کی چھینٹوں سے نہیں بجھتی' بلکہ اس التہاب کو تسکین دینے کے لئے کسی ایسی قوت کی ضرورت ھے جو 'خلیل اللہ' کی طرح اس آگ کو گلزار بنادے - یہ قوت ذوق بیخودی' لذت تسلیم' کیف محبت ھے' جو آسمان کے ستاروں میں' سمندر کی لہروں میں' پہاڑوں کی چوٹیوں میں' جنگل کے درختوں میں' غرض ساری فطرت خاموش میں پائی جاتی ھے؛ مگر اس کا زندہ مجسمہ عورت ھے' جو روح کائنات سے اتحاد کامل رکھتی ھے - جوھر انوثیت کا نمایندہ 'گوئٹے' نے 'گریتشن' کو بنایا ھے - 'فاؤسٹ' اگر 'شیطان' پر غالب آسکتا ھے تو صرف 'گریتشن' کی مدد سے - اِن تینوں کے باھمی تعلق کو دکھانا اصل میں عہد جدید کے 'یورپی' انسان کی روحانی کشمکش کی تفسیر ھے —

غالباً اب "فاؤسٹ" کی فلسفیانہ حیثیت ناظرین پر واضح ھوگئی ھوگی مگر جیسا کہ ھم پہلے عرض کرچکے ھیں اس کا مصنف کوئی خشک علمی مقالہ لکھنا نہیں چاھتا بلکہ فلسفۂ حیات کے مسائل کو شاعرانہ آرٹ کا لباس پہناکر

پیش کرنا چاہتا ہے —

آرٹ کی ہر صنف خصوصاً ڈراما کا بہترین نمونہ وہ سمجھا جاتا ہے جس میں عمومیت اور انفرادیت دونوں کی شان ہو - یعنی حیات انسانی کا جو مرقع پیش کیا جائے وہ ہوتو کسی خاص زمانے کے خاص شخص کی تصویر ' لیکن ایسی ہو کہ اس میں ہر عہد کے انسان کو اپنی زندگی کی جھلک نظر آے - جن لوگوں کا قصہ بیان کیا جاے ان کی جداگانہ خصوصیات اس طرح دکھائی جائیں کہ وہ جیتے جاگتے چلتے پھرتے انسان معلوم ہوں ' مگر اسی کے ساتھہ ان کے کیرکٹر میں وہ عام صفات بھی نمایاں کی جائیں جو ساری نوع انسانی میں مشترک ہیں - " فاؤست " کے پہلے حصے میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں ' البتہ دوسرے حصے میں استعاریت اتنی غالب آگئی ہے کہ واقعیت اور اس کے ساتھہ انفرادی رنگ تقریباً معدوم ہوگیا ہے - ہمیں یہاں دوسرے حصے سے بحث نہیں - لیکن پہلے حصے کے متعلق ہم یہ دعوی کرسکتے ہیں کہ وہ آرٹ کا مکمل نمونہ ہے - قصے کا محل وقوع ' جرمنی ' اور زمانہ سولھویں صدی ہے - مقامات اور مناظر سب اصلی ہیں - اس عہد کے لوگوں کے طرز معاشرت ' ان کے خیالات ' ان کے عقائد کے دکھانے میں تاریخی صحت کا پورا خیال رکھا گیا ہے - کہیں کہیں جیسے روحوں کے تھیٹر میں ' گوئٹے ' نے اپنے ہمعصر نقادوں اور ادیبوں پر چوٹ کرنے کی غرض سے ایسی چیزیں بھی داخل کردی ہیں جو فنی اور تاریخی نقطۂ نظر سے بالکل نا مناسب اور بیجا ہیں - مگر مجموعی حیثیت سے " فاؤست " کا پس منظر [Background] اصلیت کے

مطابق ھے ' جس سے اشخاص کی انفرادیت نمایاں کرنے میں بڑی حد تک مدد ملتی ھے ' پھر سیرت نگاری میں شاعر کے قلم نے یہ کمال کیا ھے کہ مارتھی ' اور ' واگنر ' سے لے کر [جو محض افراد کی حیثیت رکھتے ھیں] ' گریتشن ' ' فاؤست ' اور ' شیطان ' تک (جو روح انسانی کی مختلف قوتوں کے نمائندے ھیں) سب کیرکٹر ایسے سچے اور زندہ معلوم ھوتے ھیں ' گویا ھم نے انھیں اپنی آنکھ سے دیکھا ھے اور ان سے باتیں کی ھیں - ' مارتھی ' ' واگنر ' طالب علم اور دوسرے ضمنی کیرکٹر تو غیر معمولی اور یکرنگ طبیعت رکھتے ھیں؛ ان کی تصویر کامیابی سے کھینچنے میں ' گوئٹے ' کی محض اتنی تعریف ھے کہ وہ اپنے موقع کی جزویات پر بھی پوری توجہ صرف کرتا ھے ' لیکن ' گریتشن ' ' فاؤست ' اور ' شیطان ' کی سیرت گوناگوں عناصر سے مرکب ھے - ان کی شبیہ میں مختلف رنگوں کو اس طرح ملانا کہ اس پر نقاش ازل کے بنائے ھوے نقش کا دھوکا ھو جائے حقیقت میں فطرت انسانی کے مصور کا اعجاز ھے —

یہ تو انفرادیت ھوئی ' اب عمومیت کے لحاظ سے دیکھئے تو " فاؤست " وہ آئینہ ھے جس میں ھر زمانے کے انسان کو اپنی صورت نظر آتی ھے - اس میں شک نہیں کہ اس کا اصل مقصد عہد جدید کے ' یورپی ' انسان کی زندگی دکھانا ھے - اس کے قصے کا سارا ماحول یورپ کا ھے اور دوسرے حصے میں جن اقتصادی اور معاشرتی مسائل کا ذکر آیا ھے وہ بھی زیادہ تر یورپ سے متعلق ھیں - لیکن جس روحانی کشمکش کا نقشہ اس میں کھینچا گیا ھے ' وہ ھر عہد اور ھر ملک کے

انسانوں میں مشترک ھے ھر متمدن انسان کے دل میں راز کائنات کو سمجھنے اور روح کائنات سے متحد ھونے کی آرزو پیدا ھوتی ھے۔ ھر انسان اس مشکل کو علم کی مدد سے حل کرنا چاھتا ھے اور ناکام ھوتا ھے، ھر انسان ذوق عمل اور مادی لذت کے دامن میں پناہ ڈھونڈھتا ھے اور نہیں پاتا، ھر انسان کو روحانیت اور مادیت، اثبات و نفی، بے خودی اور خودی کی کشمکش میں محبت اور عقیدت سے تقویت پہنچتی ھے اور اسی کی بدولت نجات کی راہ نظر آتی ھے۔ اس لئے اگر 'فاؤست' 'شیطان' اور 'گریتشن' کے قصے کو عام انسانی زندگی کا مرقع کہیں تو بیجا نہ ھوگا۔

ھم نے اس تنقید کی بنا دو سوالوں پر رکھی تھی۔ پہلا سوال یہ تھا کہ 'فاؤست' کے لکھنے میں 'گوئٹے' کا مقصد کیا تھا؟ اور دوسرا سوال یہ کہ وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ھوا ھے؟ پچھلے صفحات میں ھم نے ثابت کیا ھے کہ وہ اپنے زمانے کی روحانی کشمکش کی اجمالی تصویر اور فلسفیانہ تفسیر پیش کرنا چاھتا ھے اور ضمناً یہ بھی دکھا دیا ھے کہ اسے ان دونوں چیزوں میں پوری کامیابی ھوئی —

اب یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ 'گوئٹے' کے "فاؤست" نے روح انسانی کی جن مشکلات کا نقشہ کھینچا ھے، ان کا حل بھی بتایا ھے یا نہیں؟ اس کا جواب ھم پانچویں باب میں قصے کا خلاصہ بیان کرنے کے سلسلے میں دے چکے ھیں۔ 'گوئٹے' کے نزدیک اُس کے زمانے کی رومانی روح

جسے ایک طرف علم و عرفان کی آرزو کھینچ رہی ہے اور دوسری طرف عملی زندگی اور مادی لذات کا شوق ' اگر اس کشمکش سے نجات پاسکتی ہے تو محض محبت اور عقیدت کے ذریعے سے - مگر اس دولت کو پانے کے لئے اسے بہت سی کٹھن منزلوں سے گذرنا ہے - پہلے اُسے قدیم یونان کی کلاسکی روح سے متأثر ہو کر جمالی ترتیب اور ہم آہنگی حاصل کرنا ہے ' اس کے بعد مدنی زندگی کی تشکیل اس طرح کرنا ہے کہ قوت کے ولولے اور خدمت کے جذبے میں توازن پیدا ہو - 'گوئٹے' جانتا ہے کہ پہلا کام دشوار ہے اور دوسرا دشوار تر - لیکن اُسے یقین ہے کہ اگر روح انسانی خلوص سے اپنے امکان بھر کوشش کرے گی تو تائید الٰہی اُسے محبت و عقیدت کا جلوہ دکھا کر عالم حقیقت میں پہنچا دے گی - جہاں اس کی "سعی" "اتمام" سے ہم آغوش ہوگی - اُس نے اپنے رفیقوں کو اور اپنے بعد آنے والوں کو روحانی ترقی کا زینہ دکھا دیا ہے ' لیکن یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس کی آخری سیڑھیوں پر چڑھنے کے لئے "کچھ اُدھر کا بھی اشارہ چاہئے" - اس "اشارے" کی حقیقت کیا ہے اور یہ کیونکر ظاہر ہوتا ہے؟ اس کا جواب 'گوئٹے' کے پاس نہیں - وہ خود ایک گہرا مذہبی عقیدہ رکھتا ہے لیکن یہ عقیدہ محض باطنی وجدان کی حد تک ہے ؛ جسے وہ الفاظ میں ادا نہیں کرسکتا ' اس لئے اس بارے میں وہ اوروں کی رہنمائی کرنے سے قاصر ہے —

فلسفی شاعر کا جو فرض تھا وہ اس نے ادا کردیا —

فلسفی کی عقل اور شاعر کے تخیل کی حد بس یہیں تک ہے :—

کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجاست
این قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

تمہید

کیوں اے سیماب روش تصورات تم پھر میرے سامنے آگئے؟ ایک دن تھا کہ میں تمھیں دھندلی نظروں سے دیکھتا تھا، کیا اب میں تمھیں الفاظ کے رشتے میں پرونے کی کوشش کروں؟ کیا میرے سر میں اب تک تمہارا سودا باقی ہے؟ اللہ رے تمہارا ہجوم اور تمہاری ریل پیل! اچھا لو آؤ اور میرے دل میں راجہ بن کر براجو، اے دلفریب خیالو جو کہر اور دھند سے امڈے چلے آتے ہو۔ میرے سینے میں جوانی کی آگ پھر بھڑک اُٹھی ہے اُس جادو کی ہوا سے جو تمہارا طوفان ساتھ لایا ہے —

تم مجھے میری عشرت فانی کے نقشے دکھا رہے ہو اور وہ صورتیں جو مجھے پیاری تھیں پھر نظر آرہی ہیں؛ کسی پرانے گیت کی طرح جو بھولا ہوا سا، بے صدا سا ہو۔ مجھے اُن پہلی محبتوں اور دوستیوں کی یاد پھر ستا رہی ہے۔ پرانی چوٹیں پھر اُبھر آئی ہیں: نئے سرے سے زندگی کی بھول بھلیاں سے نوحۂ غم کی آواز بلند ہے اور اُن دوستوں کا ماتم کر رہی ہے جو چین کی گھڑیوں کی آرزو کرتے کرتے تقدیر سے مایوس ہو کر، مجھے جدائی کا داغ دے گئے —

وہ روحیں جنھیں میں اپنے پہلے گیت سناتا تھا ، میرے آخری نغموں کو نہیں سن سکتیں - وہ پیار اور اخلاص کی صحبتیں منتشر ہو گئیں ؛ میرے راگ کی پہلی صدائے باز گشت نامحدود فضا میں گم ہوگئی - اب میری تلخ نوائی کی سننے والی نا آشنا صورتیں ہیں جن کی تعریف سے میرا دل دھڑکنے لگتا ہے ، میرے پرانے قدر دانوں میں سے دو چار جو بچ رہے ہیں ، خدا جانے کہاں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں —

میرے دل میں اُس سنجیدہ اور پر سکون عالم ارواح کی آرزو جو مدتوں سے دب گئی تھی ، پھر اُبھر آئی ہے ، میرا شکستہ گیت ایولی * رباب کے راگ کی طرح بے ترتیب سروں میں بکھرا جاتا ہے ، مجھ پر روحانی خوف طاری ہے ، میری آنکھ سے آنسو جاری ہیں میرا دل جو لوہے کی طرح مضبوط تھا اب نرم اور کمزور ہے ; جو چیزیں میرے پاس ہیں وہ دور نظر آتی ہیں اور کھوئی ہوئی چیزیں حقیقی معلوم ہوتی ہیں —

* aeolian harp ایک باجا جو ہوا چلنے سے خود بخود بجتا ہے

تماشا گاہ کا تمہیدی سین

منیجر – شاعر – مسخرا

منیجر

تم دونوں نے بارہا مصیبت اور پریشانی میں میری مدد کی ہے ؛ اب یہ تو کہو ' تمہارے خیال میں ہمارا کام جرمنی کی سر زمین میں چمکے گا یا نہیں؟ مجھے تو عوام کے خوش کرنے کی فکر ہے کیوں کہ ان کا عمل اس پر ہے " جیو اور جینے دو " ۔ کھمبے کھڑے ہو چکے ہیں ' تختے جڑ ے جا چکے ہیں ' اب ہر شخص ہم سے روحانی ضیافت کی توقع رکھتا ہے ۔ وہ دیکھو تماشائی پالتھی مارے ' بھویں چڑھائے بیٹھے ہیں اور ایسی چیز دیکھنا چاہتے ہیں جس سے وہ حیران رہ جائیں ۔ میں اُن کے مذاق کو خوب سمجھتا ہوں ' لیکن اس بار میں ایسا پریشان ہوں کہ کبھی نہ تھا ؛ یہ مانا کہ وہ اعلیٰ درجے کے تماشے دیکھنے کے عادی نہیں لیکن کمبخت ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے ' آخر انہیں کیا چیز دکھائیں جو نئی اور انوکھی ہو ' معنی خیز ہو ' مگر ساتھ ہی دلچسپ بھی ہو ' کیونکہ سچ پوچھو تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے ' جب میں دیکھتا ہوں کہ میرے چھوٹے سے تھیٹر میں تماشائیوں کا ہجوم ہے ' اور وہ چیختے چلاتے ' داخلے کے

تنگ دروازے پر یوں پلے پڑتے ھیں گویا وہ جنت کا دروازہ ھے۔ چار بجے دن ھی سے ٹکٹ گھر کے سامنے اُن میں دھکم دھکا ھونے لگتی ھے اور ھر شخص ٹکٹ کے لئے جان لڑا دیتا ھے جیسے قحط کے زمانے میں نان بائی کی دوکان پر۔ اتنے مختلف مذاق کے لوگوں پر ایسا جادو کرنا شاعر ھی کا کام ھے۔ تم بھی آج یہ کر دکھاؤ تو کیا بات ھے —

شاعر

میرے سامنے اس رنگ برنگ مجمع کا نام نہ لو، جسے دیکھ کر رفعت خیال رخصت ھو جاتی ھے۔ مجھے اُٹھتی ھوئی لہروں کا یہ سیلاب نہ دکھاؤ جو ھمیں زبردستی اپنے ساتھ بہا لے جاتا ھے۔ مجھے تو اُس گوشۂ تنہائی میں لے جاؤ جہاں بہشت کا سا سکون ھے، جہاں اُس خالص مسرت کے پھول کھلتے ھیں جس کا لطف بس شاعر ھی اُٹھا سکتا ھے، جہاں دل کو محبت اور دوستی کی سعادت نصیب ھوتی ھے۔ وہ باغ جسے خدا نے اپنے ھاتھ سے لگایا اور سنوارا ھے۔ ھائے کیا غضب ھے کہ وہ اچھوتے مضامین جو شاعر کے قلب کی گہرائی میں پیدا ھوتے ھیں، اور جنھیں اُن کی زبان ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں برے بھلے انداز سے بیان کرتی ھے، موجودہ لمحے کی اشتہا کا لقمہ بن جاتے ھیں۔ (حالانکہ) اکثر شاعر کی افکار برسوں کے ریاض کے بعد مکمل صورت میں ظاھر ھوا کرتی ھیں۔ ملمع کی چیزیں موجودہ لمحے کے لئے ھیں؛ اور کھرا سونا آیندہ نسلوں کے لئے امانت رھتا ھے —

مسخرا

جی بس آیندہ نسلوں کا ذکر تو رھنے ھی دیجئے۔ اگر میں

آیندہ نسلوں کی فکر میں رهوں ' تو موجودہ نسلوں کو کون هنسائے ؟ یہ بھی تو هنسنا چاهتی هیں اور کیوں نہ هنسیں ؟ مانا کہ مستقبل کی بڑی اهمیت هے مگر میرے جیسے یار شاطر کا حال بھی تو آخر کوئی چیز هے ؟ جسے اپنے خیالات دلچسپ پیرائے میں ادا کرنا آتا هے وہ عوام کے تلون کا رونا نہیں روتا ؛ اُس کے لئے تو جتنا بڑا حلقہ هو اتنا هی اچھا - جتنے زیادہ لوگ هوں گے اتنا هی زیادہ اثر هوگا - تو سمجھے بھائی ذرا همت کرو اور ایک شاہ کار لکھہ ڈالو جس میں تخیل اپنے پورے طائفے کے ساتھہ هو اور حکمت بھی هو ' عقل سلیم بھی هو ' جذبات بھی هوں ' جوش بھی هو مگر هاں ' یہ یاد رهے ' مسخراپن بھی ضرور هو —

منیجر

خصوصاً واقعات بہت سے هوں - لوگ اس لئے آتے هیں کہ کچھہ هوتا هوا دیکھیں - اگر قصے میں بہت سے دلچسپ سین هوں ' کہ لوگ حیرت سے منہ پھیلائے دیکھا کریں ' تو بس سمجھہ لو کہ تمھاری شہرت پھیل گئی ' اور تم هر دلعزیز هوگئے - بہت لوگوں کو رجھانے کے لئے بہت سی چیزیں چاهئیں ' تاکہ هر شخص کو کوئی چیز اپنے ڈھب کی مل جائے - جو بہت کچھہ دیتا هے وہ بہتوں کو کچھہ دینا هے ؛ اور هر شخص خوش خوش گھر جاتا هے - اگر تم قصہ دکھاتے هو تو ٹکڑے ٹکڑے کرکے دکھاؤ - ایسے پسند سے لوگوں کو پسند آئیں گے ؛ ایسا قصہ لکھنا بھی آسان هے اور دکھانا بھی آسان - اگر مسلسل تماشا دکھایا بھی تو کیا فائدہ ' دیکھنے والے سلسلے کو توڑ هی کے دیکھیں گے —

شاعر

اور تماشا جو مٹی میں مل جائے گا ؛ مگر تمہیں اس کا کیا احساس ؛ تم کیا جانو اس میں شاعر کی کیسی ذلت ہے ۔ تم تو بازی گر شاعروں کی تک بندی کا کلمہ پڑھتے ہو —

منیجر

تم خوب اعتراض کرو میں برا نہیں مانتا ۔ جو کوئی اپنے کام میں کامیابی چاہتا ہے وہ مناسب اوزار استعمال کرنے پر مجبور ہے ۔ لہذا تو سوچو کہ تمہیں کچی لکڑی چیرنا ہے ۔ جن کے لئے تم لکھتے ہو ذرا اُن کو بھی تو دیکھو ۔ کوئی (تماشے میں) بے شغلی سے اکتا کر آیا ہے ؛ کوئی الوان نعمت سے سیر ہو کر : اور قیامت تو یہ ہے کہ اکثر لوگ اخبار چھوڑ کر آئے ہیں ان کو سوانگ دیکھنے کی اُمید ؛ شوق کے پروں پر اُڑا کر لائی ہے ؛ خواتین بناؤ سنگار کئے تماشائیوں کو مفت کا تماشا دکھاتی ہیں ۔ تم اپنے شاعری کی چوٹی پر بیٹھے تخیل کے مزے لیتے ہو ؛ تمہاری بلا سے تھیٹر بھرا ہو یا خالی ہو ۔ ذرا اپنے قدر دانوں کو قریب سے تو دیکھو ؛ آدھے بے حس ہیں اور آدھے بے تمیز ۔ ایک تو تماشے سے جا کر تاش کھیلے گا ؛ اور دوسرا کسی بیسوا کے آغوش میں رات گزارے گا ۔ اِن بیچارے سادہ لوحوں کو کیوں ستاتے ہو ؛ کہاں یہ اور کہاں آرٹ کی دیویاں ! بس تم تو لکھتے جاؤ ؛ لکھتے جاؤ ؛ اور لکھو ؛ اور لکھو ؛ پھر تمہاری کامیابی یقینی ہے ؛ ایسی ترکیب کرو کہ لوگ چکر میں آجائیں ۔ اِن کو خوش کرنا تو بہت مشکل ہے ۔ ہائیں یہ تمہیں کیا ہوا ! خوش ہو گئے یا خفا ہو گئے ؟

شاعر

جا دور ہو یہاں سے ، کسی اور غلام کو ڈھونڈ ! کیا خوب ! شاعر تیری خاطر اپنے عزیز ترین حق کو ، فطرت کے عطا کئے ہوئے حق انسانیت کو مسخرے پن میں برباد کردے ! اُس کے پاس کیا چیز ہے جس سے وہ دلوں کو ہلا دیتا ہے ، اور سارے عناصر پر حکمرانی کرتا ہے بجز اُس ہم آہنگی کے جو ساری کائنات کو اُس کے دل سے متحد کر دیتی ہے ۔ جب فطرت ابدی رشتۂ تقدیر کو بے پروائی سے کات کر بل پربل دئے جاتی ہے ، اور رباب زندگی کے اُلجھے ہوئے تاروں سے بے سری صدائیں نکل کر سامعہ خراشی کرتی ہیں تو کون دیدہ ریزی سے ان تاروں کو سلجھاتا ہے اور اُن کو کس کر نغمۂ حیات میں روانی پیدا کرتا ہے ؟ کون انفرادی روح کا سر کائنات کے سہانے سر سے ملا کر ہم آہنگ ، دلکش راگ سناتا ہے ؟ کون جذبات قلب کی شورشوں سے طوفان کا منظر دکھاتا ہے ؟ کون سنجیدہ تفکر سے شفق شام کا سماں باندھتا ہے ؟ کون بہار کے سارے خوش رنگ پھولوں کو محبوب کی رہ گذر میں بچھا دیتا ہے ؟ کون بے حقیقت سبز پتوں سے عزت کے ہار بنا کر ہر سورما کے گلے میں ڈالتا ہے ؟ کون کوہ اولمپس * کی حفاظت کرتا ہے اور دیوتاؤں میں میل کراتا ہے ؟ وہی قوت انسانی کا اعلیٰ مظہر جسے شاعر کہتے ہیں —

مسخرا

اچھا اب مجھ سے سنئے یہ قوت کیوں کر ظاہر ہوتی ہے : شاعری کا دھندا اُسی طرح چلتا ہے جیسے عاشقی کا سودا ہوا

---

* یونانی علم الاصنام میں اولمپس اُس پہاڑ کا نام ہے جہاں دیوتا رہتے ہیں۔

کرتا ھے ۔ کوئی اچھی صورت نظر آئی دل پر چوٹ لگی ' قدم رک گئے اور رفتہ رفتہ ھم دام الفت میں اسیر ھوگئے ۔ پہلے تو قسمت یاوری کرتی ھے پھر اُس سے لڑائی ٹھن جاتی ھے ؛ پہلے زمانے نے مسرت کی ایک جھلک دکھائی ' پھر ستم ظریفی شروع کردی بس چشم زدن میں ایک رومان تیار ھوگئی ۔ آؤ ھم بھی ایک ایسا تماشا دکھائیں ۔ بس اپنا موضوع انسانی زندگی کو بنا لو جسے بسر سب کرتے ھیں مگر سمجھتے کم ھیں ' اُس کا جو رخ لے لو وھی دلچسپ ھے ' گونا گوں تصویریں ھوں مگر روشنی کم ' غلطیوں کا انبار اور حقیقت کی ایک ذرا سی چنگاری ۔ اسی نسخے سے وہ نادر شراب بنتی ھے جس سے ساری دنیا کو سرور اور تقویت حاصل ھو ۔ پھر دیکھنا کہ تمھارے تماشے میں کیسے کیسے حسین جوان آتے ھیں اور تمھاری لن ترانیوں کو کس شوق سے سنتے ھیں ۔ پھر ھر درد آشنا دل تمھارے کلام سے حسرت و اندوہ کا لطف اُٹھائے گا ' کوئی بات ایک کو تڑپائے گی کوئی دوسرے کو ' اور ھر شخص کو وھی چیز نظر آئے گی جو اُس کے دل میں ھے ۔ یہ نوجوان اب تک ذراسی بات میں ھنسنے اور رونے لگتے ھیں ' اب تک زور کلام کی قدر کرتے ھیں اور ظاھری خوبیوں پر سر دھنتے ھیں ۔ پختہ مغزوں سے بیشک کوئی اُمید نہیں لیکن خام کار نوجوان تمھیں ھاتھوں ھاتھ لیں گے —

شاعر

اچھا تو مجھے بھی وہ دن واپس لادو جب میرا بادۂ زندگی ھنوز نارسا تھا ' جب میرے سرچشمہ فکر سے لگاتار نئے نئے نغمے اُبلتے تھے ' دنیا میری نظروں میں ایک طلسم

اسرار تھی اور ہر کلی ایک راز سربستہ - آہ ! اُس زمانے میں سب وادیاں پھولوں سے مالامال تھیں اور یہ سب پھول میرے دامن میں تھے - میرے پاس کچھ نہ تھا اور سب کچھ تھا یعنی ایک دل جس میں حقیقت کی طلب تھی اور مجاز کا عشق - لاؤ مجھے وہ من کی موجیں اُسی اگلی سی وحشت کے ساتھ واپس دیدو ' وہ گہری پر درد لذتیں ' وہ نفرت کی قوت اور محبت کی طاقت ؛ لاؤ مجھے میری جوانی پھیردو —

مسخرا

میرے پیارے دوست تمہیں جوانی کی ضرورت تو جب ہوتی کہ تم میدان جنگ میں دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہوتے ' یا کوئی خوبصورت نازنین تمہارے گلے میں با نہیں ڈال کر زور سے بھینچ لیتی ' یا تم دوڑ میں مقابلہ کرتے اور انتہا تک پہنچنے کی قوت نہ پاکر انعامی ہار کو دور سے دیکھہ کر للچاتے ' یا دیوانہ وار رقص کرنے کے بعد رنگ رلیاں منانے اور شراب و کباب میں رات بسر کرنے کے قصد سے بھٹکتے - مگر بڑے میاں ' تمہارا کام تو یہ ہے کہ ساز زندگی کے جانے بوجھے ہر تاروں کو ہمت اور خوش اسلوبی کے ساتھہ بجاؤ اور جو منزل طے تمہارے پیش نظر ہے وہاں تک بھٹکتے بھٹکتے پہنچ جاؤ نسانی یقین جانو کہ اس سے ہمارے دل میں تمہارا احترام کم نہ ہوتا - یہ غلط ہے کہ بڑھاپے میں بچپن لوٹ آتا ہے بڑھاپے میں بھی بچپن نہیں جاتا —

ظاہر ہوتی ہے :
بقی کا سودا ہوا

منیجر

بس باتیں بہت ہو چکیں اب عمل کی باری

، دیوتا رہتے ہیں—

وقت اس چلمن چلاں میں ضائع ہوا اس میں کوئی مفید کام ہو سکتا تھا ۔ یہ بیکار عذر ہے کہ طبیعت موزوں نہیں - جو ہچکچاتا ہے اُس کی طبیعت کبھی موزوں نہیں ہوتی - جب تم شاعر بنتے ہو تو شاعری کی باگیں سلبھالو - تم جانتے ہو کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے ؛ ہمیں زور دار شراب معنوی چاہئے ؛ بس دیر نہ کرو جھٹ پٹ طیار کر دو - جو کام آج نہ ہوا وہ کل بھی نہ ہوگا ؛ کوئی دن بیکار نہ کھونا چاہئے - ہمت مردانہ وقت کو ایسا مضبوط پکڑتی ہے کہ وہ نکل کر جا نہیں سکتا ۔ جب یہ قابو میں آگیا تو کام خود بخود ہوتا ہے ـــ

تم جانتے ہو کہ ہماری 'جرمن' اسٹیج پر جس کا جو جی چاہے دکھا سکتا ہے اس لئے تم بھی پردوں اور مشہدوں سے دل کھول کر کام لو ؛ ہلکی اور تیز روشنی دونوں کو استعمال کرو اور ستاروں کی بھر مار کر دو - ہارے یہاں پانی ، آگ ، پہاڑ ، چرند پرند ، کی کمی نہیں - بس اسی لکڑی کے تنگ گھروندے کے اندر ساری کائنات کا نقشہ دکھا دو - آسمان سے زمین ، زمین سے پاتال تک سیر کرو ، تیزی سے مگر سنبھلے ہوئے ـــ

آسمان پر تمہیدی سین

اسرافیل

سورج کا نغمہ بدستور اپنے ہم چشم کُروں کے راگ سے ہم آہنگ ہے اور اپنا مقدر دور رعد کی سی تیزی سے پورا کر رہا ہے - اُسے دیکھ کر فرشتوں کا دل بڑھتا ہے اگرچہ وہ اسے سمجھنے سے قاصر ہیں - قدرت کی معجز نما صناعیاں ویسی ہی حسین ہیں جیسی صبح ازل کو تھیں —

جبرئیل

عروس زمین بے انتہا تیزی سے رقص کر رہی ہے ؛ باری باری سے روشن ، خوش نما دن اور تاریک بھیانک رات کی جھلک نظر آتی ہے - سر بفلک پہاڑوں کے دامن میں وسیع سمندر لہریں لے رہا ہے اور پہاڑ اور سمندر دونوں کرۂ ارض کے ساتھ ساتھ ابدی گردش میں مصروف ہیں —

میکائیل

تند و تیز طوفان سمندر سے خشکی اور خشکی سے سمندر کی طرف دوڑ رہے ہیں اور طلسمی زنجیروں کی طرح زمین کی کمر سے لپٹے ہوئے ہیں - بادل کی گرج کے ساتھ بجلی چمک کر ایک آگ سی لگا دیتی ہے لیکن اے رب جلیل

تیرے چاؤش تیرے دن کے سبک رفتار جلوس کی خبر دے رہے ہیں —

شیطان

یارب چونکہ تو نے پھر میری طرف توجہ کی اور میری خیریت پوچھی ' اور یوں بھی تو میرے آنے سے خوش ہوتا ہے ' اِس لئے میں بھی تیرے غلاموں کے زمرے میں حاضر ہوا ہوں - میں معافی چاہتا ہوں کہ مجھے فصیح و بلیغ گفتگو نہیں آتی تیرے مقربین مجھ پر خوب ہنسیں گے بلکہ تو بھی اگر ہنسنے کی عادت ترک نہ کر چکا ہوتا تو میری باتوں پر ضرور ہنستا ۔ مجھے سورجوں اور کائناتوں کی خبر نہیں میں تو فقط انسانوں کی مصیبتوں کو دیکھا کرتا ہوں اس زمین کے باشندے دیوتا کے اب تک وہی دم خم ہیں اور یہ آج بھی ویسا ہی معجون مرکب ہے جیسا ازل کے دن تھا - شاید اُس کی حالت کچھ بہتر ہوتی اگر تو اُسے یہ آسمانی نور کی پرچھائیں نہ بخشتا ۔ وہ اسے عقل کہتا ہے مگر اس سے وہ کام لیتا ہے جو بہائم اپنی بہیمیت سے بھی نہیں لیتے - خطا معاف مجھے تو وہ لمبی ٹانگوں والے ٹڈے کی طرح معلوم ہوتا ہے جو ہمیشہ اُڑنے کی کوشش کرتا ہے اُڑتے اُڑتے کود کر گھاس میں گرتا ہے اور اپنا گیت گانے لگتا ہے ۔ کاش وہ گھاس ہی میں پڑا رہتا ! مگر وہ تو ہر جگہ ٹانگ اُڑانے کو موجود ہے —

صدائے غیبی

بس تجھے اتنا ہی کہنا ہے ؟ کیا تو ہمیشہ شکایت ہی

کرنے آتا ہے ؟ کیا تجھے زمین اب بھی پسند نہیں —

شیطان

بیشک میرے مالک مجھے تو وہاں ویسی ہی ابتری نظر آتی ہے۔ انسان کے حال زار پر مجھے افسوس آتا ہے بلکہ جی چاہتا ہے کہ میں اُسے ستانا چھوڑ دوں —

صدائے غیبی

تو 'فاؤست' کو جانتا ہے ؟

شیطان

کون وہ علامہ ؟

صدائے غیبی

ہاں وہ ہماری بندگی کرنے والا —

شیطان

بجا ہے! اچھی بندگی ہے۔ اُس بیوقوف نے کھانا پینا تک چھوڑ دیا ہے۔ اُس کے دماغ میں جو سودا پک رہا ہے وہ اُسے نہ جانے کہاں لے جائیگا۔ خود اُسے بھی اپنی دیوانگی کا کچھ کچھ احساس ہے ؛ وہ آسمان سے روشن ترین ستارے مانگتا ہے اور زمین سے بہترین روحانی نعمتیں ' قریب و بعید کوئی چیز ایسی نہیں جس سے اُس کے اضطراب قلب کو

صدائے غیبی

اگر وہ ابھی شک اور تاریکی میں ہماری بندگی کرتا تو ہم بہت جلد اُس کی آنکھوں سے پردے اُٹھا دیں گے باغبان جانتا ہے کہ جو پودا ہرا بھرا ہے وہ آگے چلکر پھولے پھلے گا۔

شیطان

اچھا اسی بات پر شرط ہو جائے میں اُسے اب بھی بہکا سکتا ہوں - اگر تیری اجازت ہو تو اُسے رفتہ رفتہ اپنی راہ پر لگاؤں -

صدائے غیبی

جب تک وہ دنیا میں ہے تجھے بہکانے کی ممانعت نہیں - جب تک انسان راہ طلب میں ہے اُس کا بھٹکنا لازمی ہے -

شیطان

میں تیرا شکر گزار ہوں - مُردوں سے بیوہار کرنے کا مجھے خود شوق نہیں - مجھے تو جیتا جاگتا انسان چاہیئے ؛ لاشوں سے بندہ کوسوں دور رہتا ہے ' مرے ہوئے چوہے سے بلی کو کیا کام ——

صدائے غیبی

اچھا یہ معاملہ تیرے سپرد ہے - اگر تجھ سے ہو سکے تو اس کی روح کو مبداء اصلی سے ہٹا کر اپنے ساتھ شقاوت کے گڑھے میں لے جا - ورنہ شرم سے سر جھکا کر یہ اعتراف کر : ——

نیک انسان کو نفسانیت کی ظلمت بھی راہ راست نظر آتی ہے ——

شیطان

بہت خوب ! یہ کتنی بڑی بات ہے - میری شرط جیتی جتائی ہے - لیکن اگر میں کامیاب ہوجاؤں تو مجھے اکڑنے اور اترانے کی اجازت ملے - بات تو جب ہے کہ وہ میری خالہ ' بہشت کی ناگن کی طرح شوق سے مٹی چاٹے ——

صدائے غیبی

جا تجھے اس کی اجازت ہے - مجھے تجھ جیسوں سے نفرت نہیں - تمام مکر خبیث روحوں میں مسخرا شیطان سب سے کم تکلیف دہ ہے - انسان کا دستِ عمل جلد سو جاتا ہے اور اُسے آرام کی ضرورت ہوتی ہے - اِس لئے ہم خوشی سے اُسے تیرا سا مصاحب دیتے ہیں جو اُسے بہلائے اُبھارے اور شیطانی قوت تخلیق دے - لیکن اے خدا کے نیک بندو تم ہمیشہ حسنِ لایزال کے تصور میں مگن رہو - ابدی زندگی اور قوت تخلیق کو محبت کی نازک کمند میں باندھ لو ' اس نیرنگ تغیرات کو لافانی معانی کی زنجیر میں جکڑ لو ——

(آسمان ہٹ جاتا ہے اور ملائک مقربین منتشر ہو جاتے ہیں)

شیطان

میں کبھی کبھی خوشی سے بڑے میاں کے سلام کو چلا آتا ہوں اور اُن سے لڑائی مول لینے سے پرہیز کرتا ہوں - کیسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اتنا بڑا بادشاہ شیطان تک سے انسانیت سے باتیں کرتا ہے ——

——(*)——

158
133

فاؤست

رات کا وقت

(ایک چھوٹا سا گاتھک طرز کا کمرہ جس کی چھت لداؤ کی ہے - فاؤست اپنی ڈیسک کے سامنے ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہے - اُس پر بے چینی کی کیفیت طاری ہے) -

فاؤست

افسوس اے فاؤست ! تو نے فلسفہ ، قانون اور طب کی خاک چھانی اور ستم تو یہ ہے کہ دینیات * میں بھی سر کھپایا مگر کمبخت سادہ لوح ! تو جہاں تھا وہیں ہے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا ؛ تو فاضل کہلاتا ہے بلکہ علامہ اور دس سال سے اپنے شاگردوں کو انگلیوں پر نچاتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ علم انسان کی پہنچ سے باہر ہے - ہائے یہ خیال مجھے سوہان روح ہو گیا ہے - مانا کہ میں اُن مدعیان فضیلت سے

---

* جرمنی کی یونیورسٹیوں میں علوم و فنون کے چار شعبے ہوتے ہیں - شعبہ فلسفہ (جس میں ادب ، لسانیات ، تاریخ اجتماعیات ، سائنس اور ریاضی شامل ہیں) شعبہ قانون ، شعبہ طب اور شعبہ دینیات - ان چاروں کا ذکر کرنے سے یہ مراد ہے کہ فاؤست نے [illegible] علوم حاصل کئے تھے -

اِن عالموں، فاضلوں، مصلحوں اور ملاؤں سے، زیادہ سمجھدار ھوں
اُن کے شکوک اور اوھام سے آزاد ھوں، جہنم اور شیطان سے نہیں
ڈرتا لیکن اس روشنئی طبع نے میری مسرتوں پر پانی پھیر
دیا ھے - میں اس خیالِ خام سے بھی دل کو بہلا نہیں سکتا
کہ میں کچھہ جانتا ھوں اور دوسروں کو سکھا سکتا ھوں اور میری
ذات سے لوگوں کو فیض پہنچتا ھے - نہ میرے پاس مال و دولت
ھے نہ عزت وجاہ - ایک کتا بھی ایسی زندگی برداشت نہ
کرے گا - اس لئے اب فن ساحری کا مطالعہ کرتا ھوں کہ شاید
ارواح کے ذریعے سے اور اُن کی زبان سے کچھہ بھید کھلے اور
مجھے یہ ضرورت نہ رھے کہ کمال عرقریزی سے اُن مسائل
پر تقریر کروں جن کے سر پیر کی مجھے خبر نہیں، شاید
میں اس طرح کائنات کے اندرونی نظام سے واقف ھوجاؤں
مبداءحیات اور قوت تخلیق کا مشاھدہ کروں اور الفاظ کی خردہ
فروشی پر لعنت بھیجوں —

اے ماہ کامل کاش یہ آخری بار ھو کہ تو مجھے دیدہ ریزی
اور مشقت سے آدھی رات کو اس دماغ سوزی میں مصروف دیکھے -
اے میرے غمگین دوست، اب تک تیری کرنیں کتابوں اور کاغذوں
کے حجاب سے گزر کر مجھہ تک پہنچتی تھیں - کاش اب میں تیری
پیاری روشنی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر سیر کروں، روحوں
کے دوش بدوش گہرے غاروں پر منڈلاؤں، تیری رندھی ھوئی چاندنی
میں سر سبز چراگاھوں پر اُڑتا پھروں، اور علم کی خلش سے
نجات پا کر شبنم میں نہاؤں اور جسم و روح کی صحت کا

لطف اُٹھاؤں —

آہ میں کب تک اس قید خانے میں ' اس منحوس کال کوٹھڑی میں بند رہوں گا جہاں دلفروز آسمانی روشنی بھی نقشی کھڑکیوں سے دھندلی ہو کر آتی ہے ' جہاں دیمک کی چاٹی ' گرد سے اٹی کتابوں کے ڈھیر لگے ہیں اور دھوئیں سے کالے کاغذ کے انبار چھت تک پہنچتے ہیں ' جہاں سائنس کے آلات ' بوتلیں ' شیشیاں ڈبے ' صندوق غرض باوا آدم کے زمانے کا سارا کاٹ کباڑ جمع ہے - دیکھ 'فاؤسٹ' یہ ہے تیری دنیا ! واہ کیا دنیا ہے ! —

پھر بھی تو پوچھتا ہے کہ کیوں تیرا دل غم کے شکنجے میں دبا جاتا ہے اور کونسا درد پنہاں تیری رگوں میں خون کے بہاؤ کو روکتا ہے ؟ اُس جیتے جاگتے سنسار کو چھوڑ کر جس میں خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے تو یہاں مردوں کے پنجروں اور جانوروں کی ہڈیوں کے درمیان دھوئیں اور بد بو کی فضا میں سانس لیتا ہے —

اُٹھ ! بھاگ ! خدا کی وسیع دنیا میں چل ! کیا یہ پر اسرار کتاب جو نسطرا دیم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے تیرے زاد راہ کے لئے کافی نہیں ؟ یہاں سے نکل کر تو ستاروں کی رفتار کو پہچانے گا اور فطرت کے فیض درس سے تجھے روحوں کی گفتگو سمجھنے کا ملکہ حاصل ہوگا - یہاں تو مقدس نقوش کی تعبیر میں بیکار سر کھپاتا ہے - اے میرے گرد منڈلانے والی روحو ' اگر تم میری آواز سنتی ہو تو جواب دو —

(وہ کتاب کھولتا ہے کائنات اکبر کا نقش نظر آتا ہے)

واہ واہ ! ایک نظر میں میرا دل و دماغ خوشی سے معمور ہوگیا بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ راحت زندگی کی پاک لہر ، شباب کی مستی لئے ہوئے ، بجلی کی طرح میرے رگ و ریشے میں دوڑ گئی - کیا کسی دیوتا نے یہ نقوش بنائے ہیں جن کی بدولت میری روح کو تسکین ہے اور میرا غریب بیکس دل مسرت سے لبریز ہے ، جن کی پر اسرار تاثیر سے مجھے چاروں طرف فطرت کی قوتیں بے نقاب نظر آرہی ہیں - کیا میں بھی کوئی دیوتا ہوں ؟ مجھے کیسی بصیرت حاصل ہوگئی ہے ! ان پاک لکیروں میں مجھے فطرت کی کارسازیاں صاف نظر آرہی ہیں - اب میں سمجھا حکیموں کا وہ قول "عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں - خود تیری آنکھیں بند ہیں اور تیرا دل مردہ * اُٹھ اے طالب اُٹھ اور اپنے دل کی گرد کو دھو ڈال - اپنے جسم خاکی کو شفق صبح میں غسل دے " —

(نقش کو غور سے دیکھتا ہے)

سبحان اللہ ! ہر جز کس ترتیب کے ساتھ کل کی تعمیر میں صرف ہوا ہے اور ہر ذرے کی حرکت اور زندگی کس خوش اسلوبی سے دوسرے ذرات سے وابستہ ہے - وہ دیکھو اجرام سماوی کس طرح تگاپو میں مصروف ہیں اور ایک دوسرے سے کسب

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا (غالب)

نور کر رہے ہیں - اُن کی روشن کرنیں آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہیں اور شمیم سعادت برسا رہی ہیں - ہر ایک کی نوائے زندگی نغمۂ کائنات سے ہم آہنگ ہے کیا دلفریب تماشا ہے! مگر افسوس! محض تماشا! اے نا محدود فطرت، میری محدود نظر میں تیری بساط بس اتنی ہے - اے حیات کائنات کے سر چشمو جن پر زمین و آسمان کا دارومدار ہے، آؤ میں تمہیں سینے سے لگاؤں، بتاؤ تم کہاں ہو؟ میرا تشنۂ وصال سینہ تمہاری طرف کھنچ رہا ہے - تم اُبلو، تم سیراب کرو اور میں یوں پیاسا رہوں! —

(وہ بیدلی سے کتاب کا ورق اُلٹتا ہے - روح ارض کا نقش نظر آتا ہے) —

اس نقش کا مجھ پر کچھ اور ہی اثر ہے - اے کرۂ زمین کی روح، تو مجھ سے زیادہ قریب ہے - تجھے دیکھتے ہی میری قوتیں اُبھرنے لگیں اور مجھے ایک نئی شراب نے مست کردیا - /میرے دل میں یہ ہمت پیدا ہوگئی کہ دنیا کے جوکھم اپنے سر لے لوں اور زندگی کی رنج و راحت کا بوجھ اُٹھا لوں، طوفان کا مقابلہ کروں اور کشتی کے ڈوبنے کی آواز سے نہ ڈروں — /

ارے! یہ کیا ہوا! میری آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا - چاندنی چھپ گئی - چراغ نظر نہیں آتا - بخارات اُٹھ رہے ہیں! میرے سر کے گرد روشنی کی سرخ کرنیں تڑپ رہی ہیں - ایک رعشہ سا چھت سے اُتر کر مجھ پر طاری ہوگیا

ھے - اے وہ روح جس کی میں ملتیں کر رھا تھا، مجھے محسوس ھوتا ھے کہ تو میرے گرد منڈلا رھی ھے - آ، ظاھر ھو جا! ارے! میرا دل پھٹا جا تا ھے! میرے سارے حواس میں نئے احساسات کا طوفان برپا ھے - میرا دل تو نے تسخیر کرلیا! ظاھر ھو! ظاھر ھو! چاھے میری جان پر بن جاے —

(وہ کتاب کو بند کر دیتا ھے اور روح کا منتر پر اسرار طریقے سے پڑھتا ھے - ایک سرخ شعلہ بھڑک اُٹھتا ھے - شعلے میں سے روح ظاھر ھوتی ھے)

روح

مجھے کون بلاتا ھے؟

فاؤست

(منھ پھیر کر) ھیبت ناک شکل!

روح

تو نے مجھے کھینچ بلایا ھے، میرے کُرے پر دیر سے کشش کا عمل کر رھا تھا - بول کیا چاھتا ھے؟

فاؤست

اُف! میں تیری تاب نہیں لا سکتا —

روح

تو میری ملاقات کی، میری شکل دیکھنے کی، میری آواز سننے کی دعائیں مانگ رھا تھا - تیری موثر التجاؤں نے مجھے متوجہ کر لیا، میں آگئی - واہ رے مافوق البشر تو تو خوف سے لرز رھا ھے - اب وہ روح کی فریاد کہاں

گئی؟ وہ قلب کیا ہوا جس نے اپنی دنیا الگ بنائی تھی اور اُس کی پرداخت میں مصروف تھا، جو مسرت کی اُپج میں روحوں کی برابری کرنا چاہتا تھا۔ وہ 'فاؤسٹ' کہاں ہے جس کی آواز میرے کانوں میں گونجی تھی، جس کی قوی کشش نے مجھے کھینچا تھا؟ کہا وہ تو ہی ہے جو میری سانس کو آندھی سمجھ کر تن بدن سے کانپ رہا ہے۔ واہ رے ڈرپوک سہمے ہوے کیڑے!

فاؤسٹ

میں اے پیکر شعلہ! میں اور تجھ سے ڈروں؟ ہاں میں ہی وہ 'فاؤسٹ' ہوں تیرا ہمسر!

روح

سیلاب ہستی و بود میں، طوفان جد و جہد میں، ارض و سما میں میں ملذ لاتی ہوں، شرق و غرب میں آتی جاتی ہوں! میں مہد بھی ہوں لحد بھی، ابدی سمندر ہوں، نیرنگ تغیر ہوں، شعلۂ حیات ہوں۔ زمانے کے راچھہ پر تخلیق کے تانے بانے سے، قبائے زندگی بنتی ہوں جو معبود حقیقی کی پوشاک مجازی ہے —

فاؤسٹ

اے وسعت کائنات میں پرواز کرنے والی، اے سرگرم عمل روح، مجھ میں اور تجھ میں کتنی مشابہت ہے!

روح

تو اُس روح سے مشابہ ہے جس کا تو ادراک کرسکتا ہے،

مجھہ سے نہیں —

(غائب ہوجاتی ھے)

فاؤست

(گر پڑتا ھے) - تجھہ سے نہیں ؟ میں شبیہ ذات ایزدی ! تجھہ تک سے مشابہ نہیں !

(کوئی دروازے پر دستک دیتا ھے)

فاؤست

ھائے غضب ! میں سمجھہ گیا — یہ میرا مددگار * شاگرد ھے — اب میری ساری خوشی رخصت ہوئی ! کیا ستم ھے ، میرے نظارۂ ارواح میں آج اس خشک مزاج شب رونے آ کر خلل ڈال دیا —

(واگنر شب خوابی کے کپڑے پہنے داخل ہوتا ھے)

(فاؤست طوعاً و کرھاً اُسکی طرف متوجہ ہوتا ھے)

واگنر

معاف فرمائیے گا میں نے آپ کو تحت لفظ پڑھتے سنا ؛ یقیناً آپ کوئی یونانی المیہ پڑہ رھے تھے ! میں بھی اس فن میں استفادہ کرنا چاھتا ہوں کیونکہ اِس کی آج کل بڑی قدر ھے - میں نے لوگوں کو اکثر اس کی تعریف کرتے سنا ھے - اس زمانے میں ایک مسخرا ایکٹر ایک پادری کو سبق دے سکتا ھے -

---

* جرمنی کی یونیورسٹیوں میں پروفیسر کسی لائق شاگرد کو اپنا مددگار بنا لیتے ہیں —

تحت اللفظ پڑھنا بھی باقاعدہ ایک فن ہے -

[illegible]

فاؤست

بشر طیکہ پادری بھی مسخرا ایکٹر ہو اور یہ بھی کبھی کبھی ہوتا ہے —

واگنر

آہ جب انسان ایک طرح کے عجائب خانے میں بند کر دیا جائے اور دنیا کو بہ مشکل تعطیل کے دن دور سے بغیر دور بین کے دیکھتا ہو تو آخر وہ لوگوں پر اپنی تقریر سے کیسے اثر ڈالے — ؟

فاؤست

اگر تمہارے دل میں درد نہیں، اگر تمہارے الفاظ دل سے نکل کر سننے والوں کے دلوں کو تسخیر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، تو تمہیں ہرگز کامیابی نہ ہوگی یوں تم بیٹھے لاسا لگایا کرو، دوسروں کا پس خوردہ کھاتے رہو، اپنے راکھ کے ڈھیر کو پھونک پھونک کر برائے نام چنگاریاں دکھاتے رہو، اور تعریف کا شوق ہے تو بچوں سے اور بندروں سے داد لیتے رہو، مگر تمہاری بات لوگوں کے دلوں کو تبھی لگےگی جب تمہارے دل سے نکلے گی —

واگنر

مقرر کی کامیابی تو محض طرز ادا پر موقوف ہے! مجھے ایک عرصے سے اس کا احساس ہے مگر ابھی میں اس میں کچا ہوں —

فاؤست

ارے کمبخت ایمانداری کے ساتھ کامیابی کی سعی کر! اُلو کی

طرح گلا پھاڑنے سے کیا فائدہ اگر انسان سمجھہ دار ھے اور مذاق سلیم رکھتا ھے تو بغیر خطابت کی باریکیوں کے اُس کی تقریر خود بخود اچھی ھوتی ھے ؛ اگر کوئی بات تمھارے دل سے لگی ھے اور تم اُسے کہنا چاھتے ھو تو الفاظ کی تلاش میں سر کھپانے کی کیا ضرورت ھے ؟ یہ تمھاری آب و تاب کی تقریریں جن میں تم الفاظ کے موتی پروتے ھو ، اُس گُھریلی ہوا کی طرح جو موسم خزاں میں سوکھے پتوں کو کھڑ کھڑاتی ھے ، دلوں میں حرارت پیدا کرنے سے قاصر ھے —

واگنر

آہ ! آرٹ وسیع ھے اور ھماری عمر تھوڑی ھے - میرا تو اکثر تنقیدی مشاغل کے دوران میں سر چکراتا جاتا ھے اور دل دھڑکنے لگتا ھے - انسان کے لئے کتابوں کے ماخذ تک پہنچنا کس قدر دشوار ھے - قریب آدھی دور جاتا ھے کہ موت آجاتی ھے —

فاؤست

کیا کتاب وہ مقدس چشمہ ھے جس کے دھاروں سے تمھاری پیاس ھمیشہ کے لئے بجھہ جائے گی ؟ نہیں ، سچی تسکین اور تقویت اگر حاصل ھوسکتی ھے تو اپنے دل سے —

واگنر

قصور معاف ، گزرے ھوے زمانوں کے خیالات کا مطالعہ کرنے اگلے وقتوں کے کسی حکیم کی نظر سے دنیا کو دیکھنے ، اور پھر اپنے عہد کی ترقیوں سے مقابلہ کرنے میں بڑا لطف آتا ھے —

فاؤست

واہ کیا کہنا ہماری ترقیوں کا! ارے بھائی گزرے ہوے زمانے ہمارے لئے مکتوب سربستہ کا حکم رکھتے ہیں؛ جنھیں تم اگلے زمانے کے خیالات کہتے ہو وہ ہمارے ہی عہد کے حضرات کا خیال ہے جس کا عکس تاریخ میں نظر آتا ہے۔ ہماری تاریخیں کیا ہیں؟ ایک خواب پریشان، جس سے ایک ہی نظر میں لوگوں کا دل اُکتا جاتا ہے۔ فضولیات کا دفتر، مہملات کا انبار، زیادہ سے زیادہ کسی بڑے واقعے یا ملکی مہم کی داستان یا سیان پن کے مقولوں کا مجموعہ جو کٹھ پتلیوں کی زبان سے اچھے معلوم ہوتے ہیں —

واگنر

لیکن دنیا! انسان کا دل اور اُس کا ذہن! اس کا تھوڑا بہت علم تو ہر شخص حاصل کرنا چاہتا ہے —

فاؤست

ہاں وہ جس کا نام ہم نے علم رکھا ہے! مگر کون کہہ سکتا ہے کہ بچے کا اصلی نام کیا ہے۔ * جن معدودے چند لوگوں کو حقیقت کا کچھ علم حاصل ہوا وہ اپنی حماقت سے راز کو چھپا نہ سکے؛ انھوں نے عوام پر اپنے جذبات و مشاہدات ظاہر کردئے اور لوگوں نے انھیں سولی پر چڑھا دیا یا آگ میں جلا دیا۔ مگر بھائی اب رات زیادہ آ گئی۔

---

* یہ جرمن زبان کی ایک ضرب المثل ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اصل حقیقت کی خبر کسی کو نہیں —

اس وقت یہ گفتگو ملتوی کرنا چاہیئے —

واگنر

میں تو خوشی سے تمام رات جاگنے کو تیار ہوں کہ آپ کے ساتھہ یہ علمی مکالمہ جاری رہے - کل ایسٹر کا پہلا دن ہے آپ اجازت دیں تو صبح تڑکے حاضر ہو کر چند مسائل آپ سے حل کروں - میں نے تحصیل علم میں بڑی محنت کی ہے ؛ میں نے بہت کچھہ سیکھا مگر چاہتا ہوں کہ سب کچھہ سیکھہ لوں —

فاؤست

عجب بات ہے کہ اس شخص کو کبھی نا امیدی نہیں ہوتی جو سطحی چیزوں میں مشغول رہتا ہے ! وہ خزانے کی تلاش میں شوق سے مٹی کھودتا ہے اور کیچوے پا کر خوش ہو جاتا ہے —

کیا ایسے شخص کو حق ہے کہ یہاں ' جہاں روحیں میرے گرد حلقہ کئے ہوئے تھیں ' بکواس کرے ؟ مگر اس مرتبہ تو اے بد بخت ترین انسان میں تیرا شکر گزار ہوں - تو نے مجھے اس دہشت سے نجات دی جس سے میرے حواس جاتے رہتے - اُف ! وہ شکل دیو کے برابر تھی اور میں اس کے سامنے بونا معلوم ہوتا تھا —

میں شبیہ ایزدی ' جو اپنے خیال میں حقیقت ابدی کے آئینے سے قریب تھا اور جسم خاکی کی آلائشوں سے پاک ہو کر صفائے قلب اور نور معرفت کے مزے لے رہا تھا ' میں جو اپنے

آپ کو فرشتے سے برتر سمجھتا تھا ' جسے یہ گمان تھا کہ اُس کی بے قید روحانی قوت فطرت کے رگ و ریشے میں دوڑتی ہے اور دیوتاؤں کی طرح تخلیق کا لطف اُٹھاتی ہے ' اسی سزا کے قابل تھا - ایک ہی گرج میں میرے ہوش اُڑ گئے —

نہیں اے روح ' مجھے تیری برابری کا منصب نہیں ! مجھ میں تجھے بلانے کی قوت تو تھی مگر روکنے کی نہ تھی - اُس مقدس لمحے میں مجھے اپنی برتری اور اپنی کمتری دونوں کا احساس ہوا تو نے مجھے انسانی تقدیر کے گوشے میں دھکیل دیا جس کا کہیں اور ہے نہ چھور - مجھے کون بتائے ؟ کیا کروں کیا نہ کروں ؟ کیا میں اپنے دل کی لگی بجھانے کی کوشش کروں ؟ آہ ! ہمارے کام اور ہمارے آلام دونوں سفر حیات میں سنگ راہ ہیں —

ہماری روح کو جو بے بہا نعمت ملی ہے اُس میں اوپری چیزوں کا میل ہوجاتا ہے جب ہمیں دولت دنیا ہاتھ آتی ہے تو ہم روحانی برکتوں کو وہم اور دھوکا سمجھنے لگتے ہیں - اعلی جذبات جو ہماری زندگی کا سرمایہ ہیں دنیا کی کیچڑ میں آلودہ ہوجاتے ہیں —

اگر پہلے تخیل کی بلند پروازی اُمید کی قوت سے فضائے نا محدود کی محرم تھی تو اب اس کے لئے ایک تنگ دائرہ کافی ہے اور ساری اُمیدیں ' یکے بعد دیگرے ' زمانے کے بھنور میں ڈوبتی جاتی ہیں * فکرو تردد نے دل میں گھر کر کے درد پنہاں

---

* بحر کی وسعت نظر سے چھپ گئی —
موج کے ہمراہ ہوں گرداب میں —

کا جال پھیلا دیا ھے ؛ اضطراب کا طوفان برپا ھے اور راحت و سکون کی کشتی ڈگمگا رھی ھے ! یہ فکریں نئے نئے روپ بدلتی ھیں ، کبھی گھر بار کی شکل اختیار کرتی ھیں ' کبھی بیوی بچوں کی ؛ کبھی آگ کی ؛ کبھی پانی کی ' کبھی زھر کی ' کبھی تلوار کی ' تو اُن ضربوں سے کانپتا ھے جو کبھی کارگر نہیں ھوتیں اور اُس نعمت کو رویا کرتا ھے جو کبھی ضائع نہیں ھوسکتی —

میں دیوتاؤں کا ھمسر نہیں ! آہ ! اس کا مجھے خوب احساس ھے ؛ میں اُن کیڑوں کے مانند ھوں جو مٹی میں لتھڑے رھتے ھیں اور مٹی چاٹا کرتے ھیں ' جو رھرو کے پیروں میں کچل کر مٹی میں مل جاتے ھیں —

کیا یہ اُونچی دیواریں جن میں میں قید ھوں بجز مٹی کی تہوں کے کچھہ اور ھیں ؟ اور یہ سارا کاٹ کباڑ یہ ھزارھا بیکار چیزیں جنھوں نے مجھے اس گُھلہ خاکداں ' اس دیمک کی دنیا کا پابند کر رکھا ھے ؟ کیا اس میں میرے درد کی دوا ملے گی ؟ کیا میں اتنی بات معلوم کرنے کے لئے ھزاروں کتابیں پڑھوں کہ انسان ھمیشہ سے مصیبتیں جھیلتا آیا ھے اور کہیں لاکھوں میں ایک کو راحت نصیب ھوئی ھے ؟ اے مردے کی کھوپڑی تو میری طرف دیکھہ کہ کیوں دانت نکالتی ھے ؟ معلوم ھوتا ھے کسی دن تیرا دماغ بھی اُسی طرح مختل تھا جیسے آج میرا ھے اور روز روشن کی تلاش میں ' طلب حق کے خمار میں ' ظلمت جہل میں بھٹکتا پھرتا تھا - اے

سائنس کے آلات تم بھی میرا مذاق اڑاتے ہو، تمہاری پھرکیاں اور دندانے، تمہارے پرزے اور کمانیاں مجھ پر ہنستی ہیں: میں سمجھتا تھا کہ میں حقیقت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور تم اُس کی کنجی ہو، تمہاری ساخت تو بڑی پیچدار ہے مگر قفل کا کھٹکا ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ نظام فطرت دن کی روشنی میں بھی ایک راز سر بستہ ہے اور جو حقیقت تیرے ذہن پر خود بخود منکشف نہ ہو اُس پر بیرم اور پیچ کا زور نہیں چلتا۔ اے پرانی بیکار چیزوں، میں نے تم سے کبھی کام نہیں لیا، تم یہاں اس لئے پڑی ہو کہ میرا باپ تمہیں استعمال کرتا تھا۔ اے دقیانوسی جھلی کے خریطو! جب تک اس ڈیسک پر یہ دھندلا لیمپ ٹمٹماتا ہے تم دھوئیں سے سیاہ ہوتے رہو گے۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنی چھوٹی سی زندگی ان چھوٹی چیزوں کے انبار میں عرق ریزی میں نہ کھوتا۔ باپ دادا کا ورثہ لے تو اس کا اہل بھی بن۔ جو چیز کام نہ آے وہ ایک بھاری بوجھ ہے؛ کام کی چیز وہی ہے جو موجودہ تخلیق کا موضوع ہو —

یہ کیا بات ہے کہ میری نظر اُس کونے پر جمی ہے؟ کیا یہ اس شیشے کی مقناطیسی قوت ہے؟ میری آنکھوں میں دفعتاً یہ جانفروز روشنی کیوں آ گئی، جیسے اندھیری رات میں گھنے جنگل میں یکایک سپیدہ صبح نمودار ہوجاے؟

میرا سلام ہو تجھ پر اے بے نظیر شیشے! میں تجھے ادب سے اٹھاؤں گا تو انسانی حکمت اور صناعی کا قابل احترام

نمو نہ ہے ۔

اے نیند کی دلفریبیوں کی روح اے موت کی نزاکتوں کے جوہر اپنے مالک کی مدد کر ۔ تجھے دیکھتے ہی درد کی خلش کم ہو گئی تجھے چھوتے ہی اضطراب قلب کو سکون سا ہو گیا ! میری روح میں جو طوفان برپا تھا رفتہ رفتہ فرو ہو رہا ہے ۔ میں بحر بیکراں میں بہا چلا جا رہا ہوں ، سمندر کی سطح میرے قدموں کے نیچے چمک رہی ہے ' نیا دن مجھے نئے ساحل دکھا کر للچا رہا ہے ۔

ایک آتشیں بگھی ہوا میں نمودار ہے اور سبک روی سے میرے پاس آ رہی ہے ۔ میں تیار ہوں کہ نئی شاہراہ پر سفر کروں اور چرخ اثیر سے گذر کر ان نا معلوم کروں میں پہنچوں جہاں حرکت محض کا دور دورہ ہے اللہ اللہ ! یہ بلند و برتر زندگی ! یہ ملکوتی مسرت ! اے زمین کے کیڑے ، تو اور یہ مراتب ؟ ہاں اپنے عزم کو استوار کر لے اور اس ناسوتی سورج سے منہ پھیر لے ! تیار ہو جا ، ان دروازوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے جن کے پاس سے لوگ دبے پاؤں گذر جاتے ہیں ۔ یہی وقت ہے کہ تو اپنے عمل سے انسان کو دیوتاؤں کا ہمسر ثابت کردے ' ان تیرۂ و تار بلندیوں سے نہ ڈرے جہاں تخیل کے پر جلتے ہیں اور اس گذر گاہ کی طرف پرواز کرے جس کے تنگ دروازے پر جہنم کے شعلے بھڑکتے ہیں ۔ اس مہم کے لئے ہنستا کھیلتا کمر بستہ ہو جا چاہے اس میں قعر عدم میں گر جانے کا خطرہ ہو ۔

آ اے شفاف بلوری ظرف جس پر برسوں سے میری نظر نہیں پڑی تھی، اپنے چوبی خول سے نکل - تو بزرگوں کے خوان طرب کی رونق تھا، دست بدست پھر کر دل گرفتہ مہمانوں کو سرور بخشتا تھا - تیرے دلفریب نقش و نگار کمال صنعت کا نمونہ ہیں، انھیں دیکھ کر مجھے جوانی کی راتیں یاد آتی ہیں جب ہر پینے والے کا فرض تھا کہ ان تصویروں پر شعر کہے اور ایک گھونٹ میں شیشے کا شیشہ چڑھا جائے - اس وقت میں تجھے کسی ہمنشین کی طرف نہ بڑھاؤں گا، تیری صناعی پر طبع آزمائی نہ کروں گا! تیرے جوف میں ایک زعفرانی عرق ہے جو چشم زدن میں مست کر دیتا ہے - یہ میری کشید ہے اور میری پسند - اب میں دل و جان سے یہ آخری جام صبح عید کی تکریم میں پیتا ہوں —

(شیشے کو منہ سے لگاتا ہے)

(گھنٹیاں بجتی ہیں اور سنگت کا گانا ہوتا ہے)

فرشتوں کی سنگت

مسیح پھر جی اُٹھا!
مژدہ ہو فانی انسانوں کو
جو مہلک گناہوں میں،
موروثی شب رو خطاؤں میں
ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں -

فاؤست

یہ کیسی دلکش نشید ہے، کیسا جانفزا نغمہ ہے جو میرے

مقدے سے اس شیشے کو چھین لینا ہے؟ اے گھنٹیوں کی آواز، کیا تو ابھی سے مبارک ایسٹر منانے لگی؟ اے سنگتو، کیا تم وہی تسکین بخش گیت گارہی ہو جو ایک بار شب تاریک میں ایک قبر کے بالین پر فرشتوں کی زبان سے عہد رحمت کی تجدید کر رہا تھا —

عورتوں کی سنگت

ہم دوا دارو سے
اُس کی خدمت کرتے،
خلوص اور عقیدت سے
اُسے نرم بچھونے پر لٹاتے؛
اُس کے زخموں پر سلیقے سے
صاف ستھری پٹیاں باندھتے
مگر افسوس! اب مسیح
ہمارے درمیان نہیں —

فرشتوں کی سنگت

مسیح پھر جی اُٹھا
مبارک ہے وہ عاشق
جو پاک کرنے والے صبر آزما
آلام و مصائب کے
امتحان میں پورا اترا -

فاؤسٹ

اے دھیمے اور اثر میں ڈوبے ہوے آسمانی نغمے تو

مجھہ خاک بسر سے کیا توقع رکھتا ہے ؟ وہاں جاجہاں نرم دل والے لوگ جمع ہوں - میں تیرے پیام کو تو سنتا ہوں مگر کیا کروں میرادل عقیدے سے خالی ہے ؛ معجزہ عقیدت کی گود کا پالا ہے - میں اُس روحانی فضامیں پرواز کی جراءت نہیں رکھتا جہاں سے یہ مبارک مژدہ آیا ہے - مگر میں اس کے سنلے کا بچپن سے عادی ہوں اور اس وقت بھی یہ مجھے نئی زندگی کی دعوت دے رہا ہے - پہلے مجھے یوم الست کی سنجیدہ خاموشی میں رحمت الٰہی پیار کیا کرتی تھی ; اُس زمانے میں گھنٹیوں کی دلکش آواز اسرار الٰہی کا خزانہ معلوم ہوتی تھی اور عبادت الٰہی دل کو ذوق و شوق اور مسرت سے معمور کر دیتی تھی ; کوئی مبارک نا معلوم آرزو مجھے جنگلوں اور لالہ زاروں میں کھینچ لیجاتی تھی اور گرم آنسو رخساروں پر بہ کر ایک نئی دنیا کا احساس پیدا کرتے تھے - یہ گیت جو اس وقت گایا جارہا ہے بچپن کے جاں بخش کھیلوں اور بہار کی آزاد مسرتوں کا پیام لاتا تھا ؛ اُن گھڑیوں کی یاد بچپن کے احساسات کو تازہ کرکے ' مجھے آخری خطرناک قدم اُٹھانے سے روک رہی ہے - بجے جا اے آسمان کے نغمۂ شیریں کی گت ! میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں : مجھے زمین نے پھر اپنا کر لیا —

لڑکوں کی سنگت

آغوش قبر کا مدفون

عظمت و جلال سے

پھر اُٹھ کھڑا ہوا :

زندگی کا لطف اُٹھاتا ہے
تخلیق کے مزے لیتا ہے
آہ! ہم زمین کی گود میں
ہدف مصائب ہیں -
وہ اپنوں کو پردیس میں
چھوڑ کر چلا گیا ؛
ہائے! اے آقا ہم
تیری خوش قسمتی پر روتے ہیں -
فرشتوں کی سنگت
مسیح پھر جی اُٹھا!
موت کے آغوش سے!
اپنی اپنی زنجیروں کو
خوشی خوشی توڑ دو!
اُس کی ثنا کرنے والو،
محبت کا دم بھرنے والو،
مل جل کر کھانے والو،
اُس کا پیغام سنانے والو،
رحمت کی بشارت لانے والو،
تمہارا آقا تم سے قریب ہے،
تمہارے لئے موجود ہے -

شہر کے پھاٹک کے سامنے

(ہر طرح کے لوگ پھاٹک سے نکل کر جا رہے ہیں)

چلد نوجوان دستکار

اُدھر کہاں چلے ؟

دوسرے

ہم شکاری کے گھر کی طرف جاتے ہیں —

پہلے

ہم تو پنچکی کی طرف جائیں گے —

ایک نوجوان دستکار

بھائی ہماری صلاح تو یہ ہے کہ 'واسر ھوف' کی سرائے میں چلو —

دوسرا

ادھر کا رستہ خوشنما نہیں —

دوسرے

تم کیا کروگے ؟

تیسرا

جہاں سب جائیں گے میں بھی جاؤں گا —

چوتھا

آؤ 'برگ ڈورف' کی سرائے کی طرف چلیں' وہاں خوبصورت لڑکیاں جمع ہوں گی۔ بیر * بڑی اچھی ملے گی' اور بڑی سیریں دیکھنے میں آئیں گی —

پانچواں

اے تو بھی بڑا رسیا ہے' کیا پھر تیسری بار سر کھجایا

---

* ایک قسم کی شراب جو اناج سے بنائی جاتی ہے —

ھے ؟ میں تو وھاں نہیں جانے کا مجھے اُس جگہ کے نام سے جاڑا چڑھتا ھے —

خادمہ

نہیں، نہیں! میں تو شہر کو واپس جاتی ھوں —

دوسری

یقین مان وہ چنار کے پیڑوں کے پاس ملے گا —

پہلی

تو مجھے کونسے لڈو مل جائیں گے؛ وہ تیرے ساتھ سیر کرے گا، تجھے لے کر میدان میں ناچے گا۔ مجھے تیرے دوستوں سے کیا غرض؟

دوسرا

آج وہ اکیلا نہیں ھوگا کہتا تھا کہ اُس جوان کو ضرور کرکے لاؤں گا جس کے گھونگھر والے بال ھیں —

مدرسے کا لڑکا

اُف! البیلی چھوکریاں کتنی تیز چلتی ھیں آؤ ذرا قدم بڑھاؤ نہیں تو ھم پیچھے رہ جائیں گے۔ زور دار بیر ھو، خوب کڑوا تمباکو ھو اور ایک بنی ٹھنی چھوکری ساتھ ھو۔ مجھے تو بس اس میں مزا آتا ھے —

شریف لڑکیاں

ذرا دیکھنا ان حسین لڑکوں کو! انھیں شرم بھی نہیں آتی، کیا ان کی ھمراھی کو اچھی لڑکیاں نہیں ملتی تھیں جو ان چھوکریوں کے پیچھے پھر رھے ھیں —

دوسرا مدرسے کا لڑکا
(پہلے سے)

اتنے تیز نہ چلو! پیچھے دو لڑکیاں آ رہی ہیں، وہ بڑے اچھے کپڑے پہنے ہیں، ان میں سے ایک میری ہمسایہ ہے: میرا اُس پر دل آگیا ہے - دونوں بڑی نستعلیق چال سے چل رہی ہیں مگر دیکھنا تھوڑی دیر میں ہمارے ساتھ چلیں گی —

پہلا

نہیں بھائی صاحب! میں ایسے جھگڑے میں نہیں پڑتا تو چلو نہیں تو شکار جاتا ہے - جو ہاتھ سنیچر کو جھاڑو دیتے ہیں ان سے زیادہ گرمجوشی سے اتوار کو مصافحہ کون کرے گا —

شہری

مجھے یہ نیا میر مجلس ایک آنکھ نہیں بھاتا - اپنی موز مجلسی کے زعم میں وہ روز بروز بے باک ہوتا جاتا ہے - اور یہ تو بتائیے آخر وہ شہر کے لئے کرتا کیا ہے؟ شہر کی حالت بد سے بد تر ہوتی جاتی ہے؟ پہلے کبھی اتنی سختی نہ تھی اور نہ اتنا محصول دینا پڑتا تھا —

فقیر

او نیک بابا، او سندر بی بی، تم بڑھیا کپڑے پہنے ہو اور تمہارے گالوں پر سرخی ہے، دم بھر ٹھہر کر میری مصیبت

دیکھو اور میری مدد کرو - میں یہاں بیٹھا بین بجاتا ہوں ' میرے سوال کو نہ ٹالو - جو سخی داتا فقیر کو بھیک دیتا ہے ' اُس کا کلیجہ ٹھنڈا رہتا ہے - آج ساری دنیا عید مناتی ہے - فقیر کا بھی آج بھلا ہو جائے ---

دوسرا شہری

اتوار کے اور تہوار کے دن لڑائی کے   بڑھ کر کوئی چیز نہیں - فرض کرو یہاں سے دور ترکوں کے ملک میں خوب تلوار چل رہی ہے ' تم دریا کے کنارے سرائے کی کھڑکی میں ہاتھ میں جام لئے کھڑے ہو ' سامنے دریا میں طرح طرح کی کشتیاں سپاہیوں سے بھری چلی جا رہی ہیں ؛ تم شام کو خوش خوش لوٹ کر گھر آتے ہو اور اپنے ملک کے امن کو دعائیں دیتے ہو ---

تیسرا شہری

ہاں میاں ہمسائے میرا بھی یہی خیال ہے - پردیس میں چاہے جتنا خون بہے اور تباہی آئے اپنے دیس کی خیر رہے -

بڑھیا

(شریف لڑکیوں سے)

واہ وا ! کیا ٹھاٹھ ہیں ! خدا جوانی کو سلامت رکھے ! بھلا کون ہے جو تم پر لوٹ نہ ہو جائے گا - مگر اتنا غرور

کہوں ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں - تمہارے دل کی مراد حاصل ہوگی —

شریف لڑکی

چل ، اٹھ ' چل ' میں لوگوں کے سامنے ایسی چڑیلوں کے ساتھہ نہیں چلتی - مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ اس نے و انڈریاس ' کی رات کو مجھے میرا ہونے والا عاشق جیتا جاگتا دکھا دیا تھا —

دوسری

مجھے اُس نے بلور میں دکھایا تھا - سپاہیوں کی سی سج دھج والا ' بانکوں کے حلقے میں ! میں اُسے ہر جگہہ تلاش کرتی ہوں مگر وہ کہیں ملتا ہی نہیں —

سپاہی

اونچی دیواروں والے کوٹ
بلند کنگروں والے قلعے '
ناز و انداز والی لڑکیاں
جیتنے کی دھن ہے !
کام بھی ہے جوکھم کا '
انعام بھی شاندار ہے !
ہماری ترہی بجتی ہے '
خوشی ہو یا تباہی ہو -
اس کا نام حملہ ہے !

اس کو زندگی کہتے ہیں!
قلعوں کو اور لڑکیوں کو
زیر ہونا پڑتا ہے!
کام بھی ہے جیوٹ کا،
انعام بھی شاندار ہے!
سپاہی فتح کرتے ہیں،
اور اپنی راہ لیتے ہیں۔

فاؤست اور واگنر

فاؤست

بہار کی دلکش اور جانفزا نظر نے برف میں جکڑے ندی نالوں کو آزاد کر دیا ھے ؛ وادیوں میں اُمید و مسرت کا سبزہ لہلہا رہا ھے ؛ پیر زمستاں ضعف سے لڑکھڑاتا ہوا بے برگ و گیاہ پہاڑوں میں لوٹ گیا ھے - جاتے جاتے وہ اُگتے ہوئے سبزے کی زمردیں سطح پر برف کے چھوٹے چھوٹے دانوں کی ہلکی سی بوچھار کر گیا ھے جس سے ہرے فرش پر سفید دھاریاں بن گئی ہیں ؛ مگر سورج کو سفیدی کی برداشت نہیں ، وہ ہر جگہ سعی ونمو کو اُبھارنا اور ہرچیز میں شوخ رنگوں سے جان ڈالنا چاہتا ھے - پھول تو ابھی تک سطح زمین پر نظر نہیں آتے مگر ان کی جگہ انسان ہیں گوناگوں لباس میں - اچھا اب ذرا پلٹ کر اس بلندی سے شہر کی طرف نظر ڈالو - ہیبت ناک بوسیدہ پھاٹک سے رنگ برنگ کے لوگ چلے آتے ہیں ہیں - آج ہر شخص ہوا کھانے نکلا ھے - وہ مسیح کے قبر سے نکلنے کی خوشی مناتے ہیں کیونکہ وہ خود قبروں سے نکلے ہیں

نیچے مکانوں کے اندھیرے کمروں سے ' کام کاج کی قید سے ' چھتوں اور دیواروں کے خلجان سے ' تنگ گلیوں کی اُمس سے ' گرجوں کی عبادت شبانہ سے ' کھلی ہوا اور روشنی میں - دیکھو ' دیکھو کتنی تیزی سے مجمع چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ کر باغوں اور کھیتوں میں پھیل گیا ہے جیسے کسی دریا کے طول و عرض میں بجرے مستانہ وار چل رہے ہوں - اور اب یہ آخری کشتی مسافروں سے لدی جارہی ہے - پہاڑکی پگڈنڈیوں پر دور دور تک رنگین کپڑوں کی جھلک دکھائی دیتی ہے - گانؤ سے دھما چوکڑی کی آواز آرہی ہے - یہی ہے غریبوں کی سچی بہشت ' چھوٹے بڑے خوشی کے نعرے لگارہے ہیں ؛ یہاں میں انسان ہوں میں انسان ہوسکتا ہوں —

وگنر

اے علامۂ محترم ' آپ کی ہمراہی میں سیر کرنا باعث فخر اور موجب فیض ہے - مگر میں اکیلا ہوتا تو میں یہاں کبھی اپنی اوقات ضائع نہ کرتا کیونکہ مجھے گنوار پن سے سخت نفرت ہے - یہ سارنگی کی آواز یہ شور و غل ' یہ لہو ولعب میرے لئے سامعہ خراش ہے ؛ ان لوگوں نے وہ چیخ پکار مچا رکھی ہے گویا شیطان ان میں حلول کر گیا ہے اور اس کا نام جشن مسرت اور نغمہ و سرود رکھا ہے —

(لیمو کے درخت کے نیچے کسان جمع ہیں - ناچ گانا ہورہا ہے)

چرواہا بن سنور کر نا چلے چلا

رنگین کپڑے ریشمی ' فیتے

اور گلے میں پھولوں کا ھار
سر سے پاؤں تک چھیلا بنا
اھا ھا ھا ! اھا ھا ھا !
تاک دھنا دھن تاک دھنادھن !

طبلہ بجتا جاتا ھے ؛
وہ مجمع میں گھس پڑا
ایک لڑکی کو کہنی ماری
شوخ چھوکری مڑ کر کہتی ھے
کیوں رے کیسا مورکھ ھے !
اھا ھا ھا ! اھا ھا ھا !
تاک دھنادھن ! تاک دھنادھن !
ارے تو بڑا نٹ کھٹ ھے !
جا یہ ڈورے کسی اور پر ڈال !

بہتیروں نے اپنی منگیتر کو
جھوٹے پریم سے دغا دی ھے !
مگر وہ خوشامد درآمد سے
اُس کو لے کر چلتا ھوا !
پیڑ کے نیچے وھی جلسہ ھے
اھا ھا ھا ! اھا ھا ھا !
تاک دھنادھن ! تاک دھنادھن !
خوشی کے نعرے ، طبلے کی گھمک -

ایک بوڑھا کسان

ڈاکٹر صاحب، آپ کی بڑی کرپا ہے جو آپ نے ہمیں اس لائق سمجھا اور اتنے بڑے عالم ہو کر ہم گنواروں میں چلے آئے - لیجئے یہ خوبصورت پیالہ لیجئے جس میں ہم نے تازی شراب بھردی ہے - میں یہ آپ کے لئے لایا ہوں اور پکار کے دعا مانگتا ہوں کہ اس سے نہ صرف آپ کی پیاس کو تسکین ہو بلکہ اس میں جتنے قطرے ہیں اُتنے ہی سال آپ کی عمر میں بڑھ جائیں —

فاؤسٹ

میں اس آب حیات کو خوشی سے لیتا ہوں اور تمارے شکریے اور دعا کے بدلے میں تمارا شکر گزار اور دعا گو ہوں —

(لوگ فاؤسٹ کے آس پاس ایک حلقے میں جمع ہو جاتے ہیں)

بوڑھا کسان

سچ مچ یہ آپ نے بڑا اچھا کیا کہ آج خوشی کے دن یہاں چلے آئے کیونکہ ہمیشہ مصیبت کے دنوں میں بھی آپ نے ہم پر کرپا رکھی - ابھی بہت سے لوگ جیتے ہیں اور یہاں موجود ہیں جنھیں آپ کے والد نے بخار کی آگ سے بچایا تھا؛ انھیں نے وبا کی روک تھام کی تھی - آپ اُن دنوں نو جوان تھے اور اُن کے ساتھ بیماروں کے گھر جایا کرتے تھے لاشوں پر لاشیں نکلتی تھیں مگر آپ صحیح سلامت رہے، بڑی بڑی جانچ میں پورے اُترے؛ غریبوں کی مدد کرنے والے کی اُس پروردگار نے مدد کی —

سب مل کر

خدا اس سچے محسن کو سلامت رکھے جس میں وہ ہماری مدد کرتا رہے —

فاؤست

اُس آسمان والے کے آگے سر جھکاؤ جو مدد کرنا سکھاتا ہے اور غیب سے مدد کرتا ہے —

(وہ واگنر کے ساتھ آگے چلا جاتا ہے)

واگنر

اے عظیم‌الشان ہستی ' عوام کے اظہار عقیدت سے ' تیرے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی - خوش قسمت ہے وہ شخص جو اپنے خدا داد کمال سے یہ فائدہ اُٹھاتا ہو - باپ اپنے بچے کو لاکر تجھے دکھاتا ہے ؛ ہر شخص دوڑا آتا ہے اور تجھ سے ہدایت طلب کرتا ہے ' سارنگی رک جاتی ہے ناچنے والا تھم جاتا ہے - جب تو چلتا ہے تو لوگ قطار باندھے کھڑے رہتے ہیں اور ٹوپیاں اُچھالی جاتی ہیں : بس ذراسی کسر رہ جاتی ہے کہ وہ گھٹنوں کے بل جھک جائیں اور تجھے اپنا معبود سمجھیں —

فاؤست

چند ہی قدم پر وہ چٹان ہے جس پر بیٹھ کر ہم اس مشی کے بعد آرام کرنا چاہتے تھے - بارہا میں اکیلا اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا اس چٹان پر بیٹھا رہتا تھا اور روزے نماز سے نفس کو مارا کرتا تھا - میرا سینہ اُمید سے معمور رہتا تھا اور دل عقیدے سے قوی - میں سمجھتا تھا کہ آنسو بہانے ' آہ

سرد کھیلچلے' اور کف افسوس ملنے سے آسمان کا مالک مجبور ہو جاتا ہے - لوگوں کی تعریف اس وقت میرے کانوں کو طعن و تشنیع معلوم ہو رہی تھی - کاش تم میرے دل کی حالت جانتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ہم باپ بیٹے ہرگز اس تعریف کے مستحق نہیں! میرا باپ ایک بھلا آدمی تھا جسے نیرنجات کا شوق تھااور وہ بڑے خلوص سے، مگر انوکھے طریقے سے فطرت کے پاک نظام کے مشاهدے میں سر کھپایا کرتا تھا - وہ دوسرے پکے ساحروں کے ساتھ اپنی جادو کی کوٹھڑی میں بند رہتا تھا اور خدا جانے کن کن نسخوں سے ان میل چیزوں کو ملا کر ناپاک ھانڈیاں پکایا کرتا تھا - شیر کا لال گوشت سوسن کے پتوں کے نیم گرم پانی میں ڈال کر تیز آنچ میں جوش دیا جاتا تھا اور پھر یہ خوش رنگ مرکب شیشوں میں بھرا جاتا تھا - یہی وہ دوا تھی جسے پی کر مریض مرتے تھے اور یہ کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ کوئی اچھا بھی ہوا یا نہیں - ہمارے یہ شیطانی علاج جو وبا سے بدرجہا بدتر تھے ان پہاڑوں اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے - میں نے خود یہ زہر ہزارہا آدمیوں کو بانٹا ہے - وہ سب مر گئے اور مجھے یہ دن دیکھنا پڑا کہ آج بیباک قاتلوں کی تعریف ہوتی ہے —

واگنر

اِس سے آپ اتنے ملول کیوں ہوتے ہیں! کیا ایک بھلے آدمی کے لئے یہ کافی نہیں کہ جو فن اُس نے حاصل کیا ہے اُسے دیانت داری اور باضابطگی سے عمل میں لائے؟ نوجوانی میں

انسان اپنے باپ سے عقیدت رکھتا ہے اس لئے جو کچھ اُس سے ملتا ہے ادب سے لے لیتا ہے؛ باپ اپنی زندگی میں جو کوشش کرتا ہے بیٹا اُس سے فائدہ اُٹھا کر علوم کو ترقی کے بلند تر درجے پر پہنچا دیتا ہے —

فاؤسٹ

خوش قسمت ہے وہ شخص جس کے دل میں اس غلطیوں کے بھنور سے نکلنے کی اُمید باقی ہے! انسان کو اُسی کی ضرورت ہے جو وہ نہیں جانتا اور جو کچھ وہ جانتا ہے کسی کام نہیں آتا۔ خیر اب اس ذکر کو چھوڑو، ایسے سہانے وقت کو اس کوفت میں برباد نہیں کرنا چاہئے۔ دیکھو ڈوبتے ہوئے سورج کی روشنی میں سبز میدان کے آغوش میں وہ جھونپڑیاں کیسی چمک رہی ہیں۔ سورج آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا ہے، ہمارا دن ختم ہوگیا؛ اب وہ کہیں اور جاکر نئی زندگی کا پیام سنائے گا۔ کاش میں پر پرواز رکھتا اور زمین سے اڑ کر ہمیشہ اُس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا! تب مجھے شفق شام کی ابدی روشنی میں ساری دنیا اپنے قدموں میں نظر آتی ہر پہاڑ آگ میں دھکتا ہوا، ہر وادی سکون میں ڈوبی ہوئی، روپہلی ندی سمندر کی سنہری دھار میں گرتی ہوئی۔ تب میری دیوتاؤں کی سی پرواز کو نہ سر بفلک پہاڑ روک سکتے اور نہ دشوار گزار گھاٹیاں ذراسی دیر میں میری حیرت زدہ آنکھوں کو دفعتاً سمندر اپنی کھاڑیوں سمیت موجیں مارتا نظر آتا۔ لو سورج تو بالکل ڈوبا جاتا ہے۔ اور

میرے دل میں یہ نئی لہر اٹھی ہے کہ اُڑ کر اُس کے ساتھ جاؤں اور اُس کی ابدی روشنی کو شراب کی طرح پیوں، آگے دن ہو، پیچھے رات، اوپر آسمان، نیچے سمندر - میں یہ خواب ہی دیکھتا رہوں گا اور وہ آنکھوں سے چھپ جائے گا - آہ! خاکی انسان کے لئے روحوں کے دوش بدوش پرواز کرنا کھیل نہیں ہے - یہ ہر ایک کی فطرت میں ہے کہ اس کے دل کے جذبات آگے کی طرف بڑھیں اور اوپر کی طرف اُٹھیں، دیکھو لو انہلکوں فضا میں گم ہو کر اپنا دلدوز گیت گاتا ہے - عقاب بلند بالا صنوبر سے اونچا اُڑ کر پر پھیلائے ہوئے میدانوں اور سمندروں پر منڈلاتا ہے، یہاں تک کہ سارس بھی اپنے وطن کی طرف لوٹنے کے لئے بیتاب رہتا ہے —

واگنر

میرے قلب پر بھی اکثر عجیب و غریب واردات گزرتی ہے لیکن ایسی لہر میرے دل میں کبھی نہیں اٹھی - آدمی ویسے ہی جنگلوں اور کھیتوں کو دیکھتے دیکھتے اُکتا جاتا ہے، مجھے پرندوں کے پلکھہ پر رشک کرنے کی کیا ضرورت ہے - بھلا اس پرواز کا مطالعے کی روحانی مسرتوں سے کیا مقابلہ جہاں ہمارا ذہن کتاب کتاب، ورق ورق، سیر کرتا پھرتا ہے - اس شغل میں جاڑوں کی بھاری راتیں پھول کی طرح ہلکی اور خوشنما معلوم ہوتی ہیں اور تمام اعضا کو سعادت کی زندگی اور حراوت بخشتی ہیں - واللہ! جہاں ایک اچھی کتاب کھولی معلوم ہوا سارا آسمان آنکھوں کے سامنے ہے —

فاؤست

تمہارے دل میں ایک ہی لہر ہے؛ خدا نہ کرے دوسری اُٹھے - آہ! میرے سینے میں دو روحیں ہیں اور ان دونوں میں نہیں بنتی؛ ایک تو کثیف لذتوں کے شوق میں دنیا سے چمٹی ہوئی ہے اور دوسری کو کد ہے کہ مجھے خاک سے اُٹھا کر اُس عالم پاک میں لےجائے جو میرے بزرگوں روحوں کی جلوہ گاہ ہے- اگر ہوا میں روحیں ہیں جو زمین و آسمان کے درمیان براجتی ہیں، تو کاش وہ اپنے سنہرے بادلوں سے اتر تیں اور مجھے نئی رنگ برنگ کی زندگی بسر کرنے کے لئے لےجاتیں! کاش میرے پاس جادو کا لباس ہوتا اور مجھے اُڑاکر پردیس کے ملکوں میں لیجاتا! بیش قیمت خلعتوں کا تو کیا ذکر ہے میں اُسے ملبوس شاہی کے عوض میں بھی نہ بیچتا —

واگنر

ان جانی پہچانی آسیبی روحوں کو نہ بلائیے جو کرہ ہوا میں بھری پڑی ہیں، یہ انسان کے سر پر دنیا کے چاروں کھونٹ سے بلائیں لاتی ہیں - شمال سے یہ روحیں تیر کی طرح گرتی ہیں اور جسم میں پیوست ہوجاتی ہیں، مشرق سے کھیتی کو سکھاتی آتی ہیں اور پھیپھڑوں کو جلا دیتی ہیں؛ جنوب کے صحراؤں سے یہ غول بیابانی کے مانند جھپٹتی ہیں اور گرمی کی تپش سے بھیجا پکا دیتی ہیں، مغرب سے ان کے پرے کے پرے دوڑتے ہیں اور پہلے تو جسم و روح کو تازگی پہنچاتے ہیں مگر پھر انسان کو، کھیتیوں کو، چراگاہوں کو تباہ کر چھوڑتے

ھیں - وہ ھماری باتیں شوق سے سنتی ہیں کیونکہ انہیں ستانے کا شوق ھے ھمارا کہنا خوشی سے مانتی ھیں کیونکہ ھمیں فریب دینے میں اُنھیں خوشی ھوتی ھے - وہ اپنے آپ کو آسمان سے اترے ھوئے فرشتے ظاھر کرتی ھیں اور فرشتوں کے سے معصومانہ لہجے میں جھوٹ بولتی ھیں - چلئے اب گھر چلیں دنیا پر تاریکی چھاگئی ھے ، ھوا سرد ھوگئی ھے اور پالا پڑ رھا ھے گھر کی قدر شام کو معلوم ھوتی ھے - آپ کسی چیز پر حیرت سے نظر جمائے ھیں ؟ اس اندھیرے میں کونسی ایسی دلکشی ھے ؟

فاؤست

تم نے دیکھا وہ کالا کتا کھیتوں میں چکر کھاتا چلا آرھا ھے ؟

واگنر

میں دیر سے دیکھہ رھا ھوں مگر مجھے اُس میں کوئی اھمیت نہیں معلوم ھوئی —

فاؤست

ذرا غور سے دیکھو تم اُسے کیا سمجھتے ھو ؟

واگنر

میں اُسے جھبرے بالوں والا کتا سمجھتا ھوں جو اپنے مالک کا نشان قدم تلاش کر رھا ھے —

فاؤست

تم دیکھتے ھو وہ گھونگے کی طرح لمبے لمبے چکر کاٹ رھا ھے اور ھم سے قریب آتا جاتا ھے اگر میری نظر غلطی نہیں

فاؤست

کر رہی ہے تو راہ میں اس کے پیچھے پیچھے آتشیں حلقے بنتے جاتے ہیں —

واگنر

مجھے تو سوائے کالے کتے کے کچھ نظر نہیں آتا - غالباً نظر کا دھوکا ہے —

فاؤست

مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جادو کے پھندے بنا رہا ہے جن میں آگے چل کر ہمارے پیر پھنس جائیں —

واگنر

اب وہ ہماری طرف جھپٹتا لیکن ڈرتا جاتا ہے کیونکہ اُسے اپنے مالک کے بجائے دو اجنبی نظر آرہے ہیں —

فاؤست

دائرہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اب وہ قریب آگیا —

واگنر

دیکھا آپ نے معمولی کتا ہے بھوت ووت کچھ نہیں - وہ غراتا ہے اور جھجکتا ہے - دیکھئے لیٹتا دم ہلا رہا ہے - یہ سب کتوں ہی کی سی باتیں ہیں —

فاؤست

آ ! ہمارے ساتھ چلا چل !

واگنر

کتا بھی کچھ بیوقوف سا جانور ہے - جب تک آپ

چپ چاپ کھڑے ہیں وہ منتظر رہتا ہے اور جہاں آپ نے بات شروع کی آپ کی طرف جھپٹتا ہے، اگر کوئی چیز کھو جائے تو اُسے ڈھونڈ لائے گا۔ اگر دریا میں چھڑی گر جائے تو وہ بھی فوراً کود پڑے گا —

فاؤسٹ

تم ٹھیک کہتے ہو روح وغیرہ کچھ نہیں یہ محض ایک سدھایا ہوا کتا ہے —

واگنر

کتا اگر اچھی طرح سکھایا جائے تو دانشمندوں تک کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے، بیشک یہ آپ کی نظر عنایت کا مستحق ہے اور بہت سے یونیورسٹی کے طالب علموں سے اچھا شاگرد ہے —

(وہ شہر کے پھاٹک میں داخل ہوتے ہیں)

مطالعے کا کمرہ

(فاؤسٹ داخل ہوتا ہے کتا بھی ساتھ ہے)

میں کھیتوں اور چراگاہوں سے آیا ہوں جن پر رات کی تاریکی پر اسرار اور پاک رعب کے ساتھ چھائی ہوئی ہے اور ہماری روح کی اعلیٰ قوتوں کو اُبھارتی ہے۔ اب میرے دل کی وحشت انگیز لہریں تھم گئی ہیں اور طوفان عمل ساکن ہو گیا ہے! اب انسانی محبت اور عشق الٰہی کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں —

تھم جا اے کتے ادھر ادھر مت دوڑ تو یہاں دھیر پر کیا سونگھ رہا ہے ؟ جا آتشدان کے پیچھے لوٹ جا - میرے پاس جو سب سے اچھا گدا ہے وہ میں تجھے دیتا ہوں جس طرح تو وہاں پہاڑی رستے پر اچھل کود کر ہمیں خوش کر رہا تھا اسی طرح اب میں تجھے اپنا بے زبان عزیز مہمان سمجھ کر تیری خاطر کروں گا —

جب ہمارے چھوٹے سے کمرے میں ہمارا دلسوز چراغ جلتا ہے تو دل کا کنول بھی روشن ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو پہچانتا ہو - عقل کی زبان کھلتی ہے اور امید کی کلی کھلتی ہے ؛ انسان کو زندگی کے چشموں بلکہ زندگی کے سر چشمے کی آرزو پیچین کر دیتی ہے —

اے کتے تو کیوں غراتا ہے - تیری یہ حیوانی آواز ان مقدس نغموں سے میل نہیں کھاتی جو میری روح میں گونج رہے ہیں- انسانوں کی عادت ہے کہ جس چیز کو نہیں سمجھتے اس پر ھنستے ہیں - اور حسن و خیر کے جلوے تاب نہیں لا سکتے تو غراتے ہیں - کیا کتے کا بھی یہی دستور ہے ؟

مگر افسوس ! اب میرے سکون قلب کا خاتمہ ہے میں لاکھ چاہتا ہوں مگر میرے سینے سے جمعیت خاطر کا چشمہ نہیں ابلتا - آخر یہ دھارا اس قدر جلد کیوں رک گیا اور میری دل کی کھیتی کیوں سوکھ کر رہ گئی ؟ یہ واردات مجھ پر اکثر گذرتی ہے مگر اس کا علاج بھی معلوم ہے ؛ (ایسی صورت میں) انسان کا دل خود بخود آسمانی چیزوں کی طرف

کھچتا ہے اور کلام الٰہی کی طرف راغب ہوتا ہے جس کا سب سے برتر اور حسین مظہر انجیل مقدس ہے۔ میرا دل بے اختیار چاہتا ہے کہ انجیل کا اصل متن پڑھ کر معنوی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ اپنی پیاری جرمن زبان میں کروں —

(وہ ایک کتاب کھول کر رکھتا ہے اور ترجمہ کرنے بیٹھتا ہے)

لکھا ہے " جب کچھ نہ تھا تو کلمہ تھا " ارے یہ تو بسم اللہ ہی غلط ہوگئی - کون ہے جو میری مدد کرے ؟ بھلا میں لفظ کی اتنی عظمت کیسے تسلیم کر لوں - نہیں یہ نہیں ہو سکتا - اس کا ترجمہ کچھ اور ہونا چاہئے ! اے نور عرفان میری شمع راہ بن - لکھا ہے " جب کچھ نہ تھا تو معنی تھا " ٹھہر جا' پہلی سطر پر اچھی طرح غور کر لے ! تیرا قلم حد سے زیادہ تیز نہ چلے - کیا معنی خالق کل اور قادر مطلق ہے ؟ یوں ہونا چاہئے تھا " جب کچھ نہ تھا تو قوت تھی " مگر یہ لکھتے لکھتے کوئی میرا ہاتھ پکڑے لیتا ہے - الحمدللہ! نور عرفان نے میری مدد کی - یکایک میری نظر سے حجاب اٹھ گیا اب میں دلجمعی سے لکھتا ہوں " جب کچھ نہ تھا تو فعل خلاق تھا "

اے کتے اگر تو میرے ساتھ اس کمرے میں رہنا چاہتا ہے تو یہ بھونکنا چلانا بند کردے - مجھے ایسے ساتھی کی برداشت نہیں جو میرے کام میں مخل ہو - ہم دونوں میں سے ایک یہاں رہ سکتا ہے - اب میں ناچار مہمان نوازی کو خیرباد کہتا ہوں - دروازہ کھلا ہے جا اپنی

راہ لے - مگر ہائیں یہ میں کیا دیکھتا ہوں! ایسا بھی کہیں ہوا ہے؟ یہ نظر کا دھوکا ہے یا حقیقت میں کتا پھولتا چلا جاتا ہے! دیو دیو کا سامنے کھڑا ہے! یہ کتے کی شکل نہیں! میں کس بلا کو اپنے ساتھ لے آیا! یہ تو نیل کا گھوڑا معلوم ہوتا ہے - انگارہ سی آنکھیں، خوفناک دانت! ٹھہر، تیرا علاج میرے پاس ہے - ان دوغلے جہنم کے بچوں کے لئے مفتاح سلیمانی سے کام لینا چاہئے ---

(روحیں برآمدے میں چلاتی ہیں)

ہم میں سے ایک اندر قید ہے - باہر ہی رہو! اُس کے پاس نہ جاؤ - پرانا بن بلاؤ ڈر سے بدحواس ہے! جیسے پنجرے کے اندر لومڑی ہو - خبردار اندر نہ جانا اِدھر اُدھر منڈلاؤ " وہ خود ہی چھٹ جائے گا - جہاں تک بن پڑے اُسے قید نہ رہنے دو - اُس نے ہم سب پر بڑے احسان کئے ہیں ---

فاؤست

اس عجیب الخلقت جانور کو رام کرنے کے لئے چار روحوں والے منتر کی ضرورت ہے :---

اے روح آتشی جل جا، اے روح آبی بہ جا،
اے روح ہوائی اُڑ جا، اے روح خاکی ہشیار ہوجا،

جو شخص عناصر کے خواص اور اُن کی قوت سے واقف نہیں وہ روحوں پر حکومت نہیں کرسکتا ---

اے روح آتشی شعلہ بن کر غائب ہوجا،
اے روح آبی سیل خروشاں بن کر بہ جا،

اے روح ہوائی شہاب ثاقب بن کر چمک،
اے روح خاکی۔ تو گھریلو رفیق ہے، مدد کر، ظاہر ہوجا،

چاروں میں سے کوئی روح اس جانور میں نہیں۔ وہ مزے میں دانت نکالے لیٹا ہے جیسے مجھ پر ہنستا ہو۔ میں اس کا بال بھی بیکا نہیں کرسکا۔ مگر ٹھہر تجھے میرا حکم ماننا پڑے گا۔ میں اور قوی منتر سے کام لیتا ہوں۔ دیکھ اے نابکار اے جہنم سے بھاگی ہوئی روح، اس نقش کو دیکھ جس کے آگے ساری ظلمات کی قوتیں سر جھکاتی ہیں۔ لو اس کے بال کھڑے ہوکر سیہی کے کانٹے بن گئے۔ مردود مخلوق، لے اسے پڑھ، اس نا رستہ اسم کو، اس نا گفتہ کلمے کو جو زمین سے آسمان تک جاری اور ساری ہے اور ہمارے گناہوں سے مجروح —

اب وہ آتش دان کے پیچھے چھپا ہے اور پھول کر ہاتھی بن رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے سارے کمرے میں سما جائے گا چھت کی طرف مت بڑھ۔ آ اپنے مالک کے قدموں پر سر رکھ۔ تونے دیکھا میری دھمکی بیکار نہ تھی۔ میں تجھے جلتی آگ میں جھلس دوں گا۔ اتنی دیر نہ لگا کہ مجھے تیہری آگ بھڑکانا پڑے جو میرے ساحرانہ کمال کا آخری کرشمہ ہے —

(کہر چھا جاتا ہے۔ 'شیطان' ایک جہاں گرد ملا کے لباس میں آتشدان کے پیچھے سے ظاہر ہوتا ہے)

شیطان

یہ چیخ پکار کیوں ؟- فرمائیے کیا حکم ہے —

فاؤست

خوب! یہ کتے کے خول میں آپ تھے' ایک جہاں گرد ملا - مجھے اِس واقعے پر ہنسی آتی ہے —

شیطان

میں حضرت علامہ کی خدمت میں آداب بجا لاتا ہوں - آپ نے مجھے بسینے پسینے کردیا —

فاؤست

اسم مبارک ؟

شیطان

میرے نزدیک یہ سوال اتنے بڑے شخص کے لئے' جو الفاظ کو اس قدر حقیر سمجھتا ہے' بہت چھوٹا ہے - آپ کی نظر تو ظاہری پردوں کو ہٹا کر حقیقت ذات کو دیکھتی ہے —

فاؤست

آپ حضرات کی ذات آپ کے نام ہی سے پہچانی جاتی ہے - مکھیوں کے دیوتا' رہزن ایمان' جھوٹوں کے بادشاہ' ایسے ناموں سے آپ کی حقیقت صاف ظاہر ہوتی ہے - خیر یہ تو بتائیے آپ ہیں کون ؟

شیطان

اُس قوت کا ایک جز جو ہمیشہ بدی کرنا چاہتی ہے اور ہمیشہ نیکی کرتی ہے —

فاؤسٹ

اس معمے کا مطلب ؟

شیطان

میں وہ روح ہوں جو ہر چیز کا انکار اور ہر چیز کی نفی کرتی ہے اور میں حق بجانب ہوں، کیوں کہ جتنی چیزیں وجود میں آتی ہیں سب اس قابل ہیں کہ معدوم ہو جائیں ؛ اس لئے بہتر یہی ہے کہ کوئی چیز وجود میں نہ آئے - پس وہ جسے آپ گناہ، ہلاکت، بدی کہتے ہیں میری سرشت ہے -

فاؤسٹ

تو اپنے کو ایک جز کہتا ہے حالانکہ میرے سامنے پورا کا پورا کھڑا ہے —

شیطان

میں تیرے سامنے عاجزانہ حقیقت بیان کرتا ہوں - یہ انسان ہی ہے جو اپنی ذات کو، اس دنیائے حماقت کو، ایک وجود کلی سمجھتا ہے - میں اس جز کا ایک جز ہوں جو ابتدا میں کُل تھا، اس ظلمت * کا ایک ٹکڑا ہوں جس سے نور پیدا ہوا، وہ متکبر نور † جو اپنی ماں شب تاریک کا مد مقابل بن کر اس سے اس کی قدیم عظمت، اس کی مکانی قلمرو چھیننا چاہتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ وہ لاکھ ہاتھ پیر مارے مگر اجسام خاکی کی قید سے آزاد

---

* عدم † روح انسانی —

نہیں ہوسکتا - وہ جسموں میں چمکتا ہے اور جسموں کو چمکاتا مگر جسم اُس کو آگے بڑھنے نہیں دیتا - اس لئے مجھے اُمید ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ جسموں کے ساتھہ خاک میں مل جاے گا —

فاؤست

اچھا! اب مجھہ پر کھلا کہ تیرا مبارک فرض کیا ہے - تو کائنات اکبر کو برباد نہیں کرسکتا، اس لئے کائنات اصغر سے ابتدا کرتا ہے —

شیطان

اور سچ پوچھئے تو یہاں بھی کچھہ کام چلتا نہیں نظر آتا - اس عدم کے حریف، اس وجود اس کثیف عالم سے میں کتنا کچھہ چھین چکا، مگر موجوں سے، طوفانوں سے، زلزلوں سے، آگ کے شعلوں سے اس کا کچھہ نہیں بگڑا - اب دیکھتا ہوں تو بر و بحر کی وہی شان ہے جو پہلے تھی - اور یہ کمبخت مخلوق انسانوں اور جانوروں کے بچے کسی طرح غارت نہیں ہوتے - نہ جانے کتنوں کو دفن کرچکا مگر جب دیکھئے ایک نئی نسل موجود ہے جس کی رگوں میں تازہ خون دوڑ رہا ہے - یہ سلسلہ یوہیں چلا جارہا ہے - جی چاہتا ہے کہ سر پھوڑ لوں! ہوا سے، پانی سے، مٹی سے، خشکی میں، تری میں، گرمی میں سردی میں ہزاروں سنکھے پھوٹتے چلے آتے ہیں - اگر میں آگ کو اپنے لئے محفوظ نہ کرلیتا تو میرے پلے کچھہ نہ رہتا —

فاؤست

یوں کہہ کہ تو ابدی ابر کرم، جان بخش قوت خلاق کے سامنے اپنا شیطانی گھونسا تانے کھڑا رہتا ہے مگر تیرے بنائے کچھ نہیں بنتی - جا اب کوئی اور شغل ڈھونڈھ، اے فساد ازلی کے عجیب الخلقت فرزند —

شیطان

ہم لوگ سچ مچ اس پر غور کریں گے - اچھا اب پھر کبھی باتیں ہوں گی - اس وقت اجازت ہو کہ میں رخصت ہوں —

فاؤست

میں سمجھا نہیں کہ اجازت کی کیا ضرورت ہے - اب تو تجھ سے ملاقات ہو ہی گئی - جب جی چاہے میرے پاس آ - یہ کھڑکی ہے، یہ دروازہ ہے - اور تو تو دود دان سے بھی آ سکتا ہے —

شیطان

سچ سچ کہہ دوں؟ یہاں سے رفو چکر ہونے میں ایک چھوٹی سی چیز حائل ہے - یہ دروئید* کا قدم جو تیری دہلیز پر بنا ہے —

فاؤست

اس پنج گوشے نے تجھے زچ کر دیا ہے؟ مگر اے دوزخ کی اولاد یہ تو کہہ کہ جب تیرا اس حلقے میں گزر نہیں تو تو اندر کیسے آیا؟ اتنا بڑا شاطر کیوں کر چکمہ کھا گیا؟

* دروئید (Druid) قدیم برطانیہ کا پجاری، ساحر اور نجومی۔

شیطان

غور سے دیکھ ، یہ شکل مکمل نہیں ہے باہر کی طرف کا گوشہ تھوڑا سا کھلا رہ گیا ہے —

فاؤسٹ

یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے - تو اب تو میرا قیدی ہے ؟ یہ شکار مفت میں ہاتھ آیا —

شیطان

کتا بے دیکھے بھالے جست کرکے اندر گیا - مگر اب معاملہ دوسرا ہے - شیطان اس دہلیز سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا —

فاؤسٹ

پھر تو کھڑکی سے کیوں نہیں نکل جاتا ؟

شیطان

شیطانوں اور بھوتوں کا یہ قانون ہے کہ جس راستے سے وہ آے ہیں اُسی راستے سے جائیں - آنے میں ہم آزاد ہیں جانے میں پابند —

فاؤسٹ

اچھا ! جہنم میں بھی قوانین ہیں - یہ تو بڑی اچھی بات ہے - غالباً اگر کوئی چاہے تو آپ حضرات سے معاہدہ بھی کرسکتا ہے ؟

شیطان

بیشک جو وعدہ کیا جاے گا اُس سے تو پورا فائدہ اُٹھاے گا

اس میں بال برابر فرق نہ ہوگا مگر یہ باتیں روا روی میں طے کرنے کی نہیں ہیں۔ آیندہ ملاقات میں اس پر گفتگو ہوگی۔ اس وقت تو میری عاجزانہ التجا ہے کہ مجھے جانے کی اجازت دی جائے —

فاؤست

ذرا ٹھہر، جلدی کیا ہے - مجھے ایک عمدہ سی کہانی تو سناتا جا —

شیطان

اب تو جانے ہی دے۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا اس وقت جو جی چاہے مجھ سے پوچھنا —

فاؤست

میں نے کچھ، تیرے لئے جال نہیں بچھایا، تو آپ ہی آپ آن پھنسا - جو شیطان کو پکڑ پائے اُسے اپنی گرفت مضبوط رکھنا چاہئے - اُس کا دوبارہ قابو میں آنا کھیل نہیں —

شیطان

اگر تیری یہی مرضی ہے تو میں بھی مصاحبت کے لئے حاضر ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے تفریح طبع کے لئے اپنی شان کے مطابق اپنا کمال دکھانے کی اجازت ہو —

فاؤست

میں شوق سے اجازت دیتا ہوں مگر کوئی دلچسپ تماشا ہو —

شیطان

میرے دوست، تو گھڑی بھر میں محسوس لذتوں کا اتنا لطف اُٹھائے گا جتنا معمولی زندگی میں سال بھر میں بھی نصیب نہ ہوتا۔ سبک پرواز روحیں جو گیت سناتی ہیں اور جو خوشنما تصویریں دکھاتی ہیں وہ خالی خولی "سہیلا کی سی نمود" نہیں۔ اِس کے علاوہ تیرا دماغ خوشبو سے معطر ہوجائے گا اور تیری زبان ذائقہ کی شیرینی سے ہونٹ چاٹے گی۔ تب تجھے معلوم ہوگا کہ لذت کسے کہتے ہیں۔ چلو اے روحو کسی طیاری کی ضرورت نہیں۔ تم آ تو گئی ہو بس شروع کر دو ــــ

روحیں

ہٹ جا اے آسمان کے گنبد زنگاری
دکھا دے اپنا جلوہ اے نیلگوں چرخ اثیر
بکھر جاؤ اے کالے کالے بادلو
چمک اُٹھو اے روشن ستارو، چھوٹے آفتابو
آسمان کے دلبندو، روحانی حسینو۔
خرام ناز کا انداز دکھاتے گذر جاؤ
کشش آرزو سے کھچتے چلے جاؤ۔
اپنے خوشنما لباس، اپنے لہراتے ہوئے پٹکوں کا عکس،
بساط زمین کے ہر کنج تنہائی پر ڈالو،
جہاں عاشق و معشوق نشۂ الفت میں سرشار
عمر بھر کیلئے پیمان وفا باندھ رہے ہیں۔

جدھر دیکھو خودرو درختونکے کنج نظر آتے ھیں-
انگور سے لدی بیل پانی کے خزانے میں جھکی ھے
جو اس کے لئے ترنبیق کا کام دیتا ھے'
وہ چشمے جنمیں شراب ناب جوش کھاتی ھوئی
بیداغ لعل و جواھر کی کانوں سے جھرتی ھے'
پہاڑوں کو پیچھے چھوڑ کر میدانوں میں بہتے ھیں
اور سمندر کی طرح پھیل کر
سر سبز پہاڑیوں کو حلقے میں لے لیتے ھیں-
پرندے بادہ مسرت سے سرشار
سورج کے رخ اور اُن جزیروں کے رخ اُڑتے ھیں
جونیرنگ نظرسے موجونکے ساتھہ بہتے نظرآتے ھیں
سنگت میں گانے والوں کی تانیں
ھمارے کانوں کو مسرور کر رھی ھیں
اور مرغزاروں پر ناچنے والوں کی ٹولیاں
اِدھراُدھر پھیلی ھوئی ھماری نظرونکولبھا رھی ھیں
بعض پہاڑیونپر چڑہ گئے بعض دریا میں تیر رھے ھیں
سب زندگی چاھتے ھیں سب اُس دور دراز منزل کی طرف بڑھتے ھیں
جہاں سرگرم الفت ستارے جلوہ افروز ھیں

شیطان

لو وہ سوگیا! شاباش اے سبک پھر نازنین لڑکو! تم نے اسے اپنی لوریوں سے سچ مچ سلا دیا - تمھاری اس راگ سرائی سے میں زیر بار احسان ھوں - اے 'فاؤست' تو ابھی تک وہ

انسان نہیں جو 'شیطان' کو جکڑ کر رکھ سکے - اسے خواب میں احلام خیالی کا نیرنگ دکھاؤ اور اوھام کے سمندر میں غرق کردو - مگر مجھے اس طلسم کو توڑنے کے لئے چوھے کے دانت سے مدد لینا ھے ؛ زیادہ دیر منتر پڑھنے کی ضرورت نہیں - لو وہ ایک چوھے کے پھر کی سر سراھٹ سنائی دی - وہ فوراً میرے حکم کی تعمیل کرے گا —

سن تجھے چوھوں ' چوھیوں ' مکھیوں ' مینڈکوں ' کھٹملوں اور جوؤں کا مالک حکم دیتا ھے کہ آگے بڑھ کر اس دھلیز کے اس حصے کو کتر ڈال جس پر وہ تیل چھڑکتا ھے - تو کودتا ھوا آن پہنچا ؟ بس اپنے کام میں جٹ جا - وہ نوک جس کے سبب سے میں گزر نہیں سکتا سب سے آگے کے کونے پر ھے - ایک بار اور مدہ مار - بس اب کام بن گیا - اچھا میاں 'فاؤسٹ' تم مزے میں خواب دیکھے جاؤ - پھر ملاقات ھوگی —

فاؤسٹ

کیا میں نے پھر دھوکا کھایا ؟ وہ سب روحیں غائب ھوگئیں- کیا وہ سچ مچ کتا تھا جو غائب ھوگیا اور 'شیطان' کا دیکھنا محض خواب تھا —

مطالعے کا کمرہ

فاؤست - شیطان

فاؤست

کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہے! چلے آؤ چلے آؤ! کون مجھے دق کرنے کو آگیا؟

شیطان

میں ہوں —

فؤست

چلے آؤ —

شیطان

تم تیسری بار کہو تو آؤں —

فاؤست

آؤ بھی کسی طرح —

شیطان

تیری یہ باتیں مجھے پسند ہیں - مجھے امید ہے کہ ہم دونوں میں نبھ جائے گی- تیرا فم غلط کرنے کے لئے میں رئیس زادہ بن کر آیا ہوں - ذرا میرا ٹھاٹھ دیکھ، لال قبا

میں سنہری کام کی کوٹ ہے اور اس پر بے شکن ریشمی عبا ؛ ٹوپی میں مرغی کے پر کی کلغی ہے اور کمر میں شمشیر آبدار - میں تجھے بھی یہ صلاح دیتا ہوں کہ میرا جیسا لباس پہن لے تا کہ تو جی کھول کر زندگی کا لطف اٹھا سکے -

فاؤست

میں تو سمجھتا ہوں کہ چاہے جو لباس پہنوں مجھے اس محدود ارضی زندگی کی کوفت بدستور محسوس ہوگی - نہ میں ایسا جوان ہوں کہ اس تماشے سے خوش ہو جاؤں اور نہ ایسا بوڑھا کہ آرزوؤں کے پنجے سے چھوٹ جاؤں ؟ مجھے دنیا کیا دیدے گی ؟ "ترک خواہشات کر" "ترک خواہشات کر" یہ وہ ابدی گیت ہے جو ہر شخص کے کانوں میں گونجا کرتا ہے ، جسے ہماری زندگی کی ہر ساعت بھرائی ہوئی آواز سے گایا کرتی ہے - روز صبح اٹھ کر میرے دل میں ہول بیٹھ جاتا ہے - اور جی چاہتا ہے کہ آنے والے دن پر آنسو بہاؤں جس میں میری کوئی آرزو نام کو بھی پوری نہ ہوگی بلکہ راحت کی جو ذرا سی امید باقی ہے وہ بھی ضد اور اعتراض کی بدولت مٹ جائے گی اور میری قوت تخلیق کی راہ میں زندگی کے ہزاروں بکھیڑے حائل ہو جائیں گے - اسی طرح جب میں رات گئے ڈرتے ڈرتے بستر پر لیٹتا ہوں تو چین نہیں آتا اور پریشان خواب ستایا کرتے ہیں ، خدا کا تصور - جو میرے دل میں رہتا ہے ، میری باطنی زندگی میں ہیجان برپا کرنے پر قادر ہے اور میری ساری قوتوں کا مبداء اصلی ہے ، عالم ظاہری میں بے دست و پا ہے اس لئے

مجھے زندگی اجیرن ہے - میں موت کا طالب ہوں اور زیست سے بیزار —

شیطان

پھر بھی موت جب آن پہنچتی ہے تو کوئی دل سے اس کا خیر مقدم نہیں کرتا —

فاؤست

خوش قسمت ہے وہ شخص جو فاتح کی شان سے عزت کا سہرا سر سے باندھتا ہے اور مستانہ وار رقص سے چور ہوکر کسی حسینہ سے ہم آغوش ہوتا ہے - آہ - کاش میں بھی اسی عالم میں روح برتر کی قوت سے مسحور' بے جان ہو کر گر پڑتا —

شیطان

مگر پھر بھی کوئی اس رات کو زعفرانی عرق پیتے پیتے رہ گیا —

فاؤست

معلوم ہوتا ہے تجھے جاسوسی کا بھی شوق ہے —

شیطان

میں عالم کُل تو نہیں مگر پھر بھی تھوڑا بہت جانتا ہوں —

فاؤست

مجھے اس خوفناک کشمکش سے ایک جانے بوجھے راگ نے اپنی طرف متوجہ کرلیا اور بچپن کے جو جذبات دل میں باقی تھے انھیں گزرے ہوئے زمانے کی یاد دلا کر دام فریب

میں گرفتار کرلیا؛ اب میں ان نغموں کو کوستا ہوں جنھوں نے میری روح پر دلربا شعبدوں کا جال ڈال کر ایسا سبز باغ دکھایا کہ وہ اب تک اس سیہ خانے میں گرفتار ہے - لعنت ہو اُن بلند خیالات پر جن سے ہمارا ذہن اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے؛ لعنت ہو مظاہر کی نظر بندی پر جو ہمارے حواس پر قبضہ کرلیتی ہے - لعنت ہو شہرت اور بقائے دوام کے فریب پر جو ہمیں خواب میں آکر پھسلاتا ہے؛ لعنت ہو بیوی بچے کھیت کھلیاں پر جو ہمیں خوشامد کی لوری دیتے ہیں- لعنت ہو مال و حشم پر جو ہمیں منچلے پن کے کاموں پر ابھارتا ہے یا عیش و عشرت میں مدہوش کر دیتا ہے؛ لعنت ہو انگور کے آب حیات پر؛ لعنت ہو محبت کے راز و نیاز پر؛ لعنت ہو امید پر؛ لعنت ہو عقیدے پر اور سب سے بڑھ کر لعنت ہو صبر پر* —

روحوں کی سنگت

(نظر سے پوشیدہ)

افسوس! صد افسوس

تونے مسمار کر دیا

خوبصورت دنیا کو

اپنے زبردست گھونسے سے؛

---

* "غالب" کے مشہور قطعے سے مقابلہ کیجئے:

بدیں لیہاے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق

بیکسیہاے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین -

وہ بیٹھ گئی، ریزہ ریزہ ہوگئی
ایک دیوتا نے اسے پاش پاش کردیا؛
ہم اس کے ٹکڑوں کو
عدم کی طرف لئے جا رہے ہیں،
اور اس برباد حسینہ پر
نوحہ کر رہے ہیں ۔
اے زمین کے سورما بیٹے
اسے نئی شان سے تعمیر کر
اپنے سینہ میں، اپنے دل میں
اس کی پھر سے بنیاد رکھ،
زندگی کا ایک نیا دور
روشن ضمیری سے شروع ہو
اور اس کی تہنیت میں
نئے گیت گائے جائیں ۔

شیطان

یہ میری ماتحت روحوں میں سے چھوٹی چھوٹی روحیں ہیں ۔ سن، یہ کیسے مزے میں بوڑھوں کی طرح سنجیدگی سے لذت و عمل کی صلاح دے رہی ہیں ۔ یہ تجھے کنج تنہائی سے، جہاں حواس پر اور حیات کی قوتوں پر جمود چھا گیا ہے نکالنا چاہتی ہیں ۔ اپنے غم سے کھیلنا چھوڑ دے جو گدھ کی طرح تیری زندگی کو نوچے کھاتا ہے ۔ بری سے بری صحبت میں بھی تجھے اس کا تو احساس ہوگا کہ تو انسان ہے

اور انسانوں کے ساتھہ ہے - مگر اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ میں تجھے ادنی درجے کے لوگوں میں ڈھکیل دونگا - میں کوئی بڑا آدمی نہیں تاہم اگر تو میرے ساتھہ مل کر زندگانی کا سفر کرنا چاہے تو میں بہ تامل تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں مجھے چاہے اپنا رفیق سمجھہ چاہے اپنا خادم اپنا غلام ــــ

فاؤسٹ

اور اس کے بدلے میں مجھہ سے کیا چاہتا ہے ــــ

شیطان

میں اس دنیا میں تیری خدمت کا بیڑا اٹھاتا ہوں، تیری پلکوں کے اشارے پر کام کروں گا اور دن رات چین نہ لونگا - ہاں اگر اس دنیا میں ہم دونوں ملیں تو تجھے بھی میرے ساتھہ یہی کرنا پڑے گا ــــ

فاوسٹ

اس طرح کی مجھے ایسی فکر نہیں - پہلے یہ دنیا مسمار ہو جائے، دوسری کی فکر ہوتی رہے گی - یہی دنیا میری راحتوں کا سر چشمہ ہے یہی سورج میرے آلام کا شاہد ہے! پہلے میں ان دونوں سے نجات پاجاؤں پھر چاہے جو کچھہ بھی ہو - مجھے اس سے مطلب نہیں کہ آیندہ زندگی میں بھی نفرت اور محبت کا وجود ہوگا یا نہ ہوگا اور عالم بالا میں بھی پست و بلند کا امتیاز رہے گا یا نہ رہے گا ــــ

شیطان

اس شرط پر تم یہ سفر اختیار کرسکتے ہو - بس عہد کر لو

پھر دیکھنا میں تمہیں اپنی کاریگری کے ایسے ایسے کرشمے دکھاؤں گا جو کسی انسان نے نہیں دیکھے —

مارگریٹ

ارے تو غریب شیطان مجھے کیا دکھائے گا؟ بھلا تیرا جیسا مخلوق کبھی روح انسانی کی سعی بلند کو سمجھ سکا ہے۔ خیر، یہ بتا تیرے پاس وہ کھانے ہیں جن سے سیری نہیں ہوتی؟ وہ زر سرخ ہے جو ہاتھ میں لیتے ہی پارے کی طرح اُڑ جاتا ہے؟ وہ جوا ہے جس میں انسان کبھی نہیں جیتتا؟ وہ حسین لڑکیاں ہیں جو ایک کے آغوش میں بیٹھ کر دوسرے سے آنکھ لڑاتی ہیں؟ وہ دیوتاؤں کا خوشنما عطیہ عزت ہے جو شہاب ثاقب کی طرح دم بھر چمک کر غائب ہو جاتی ہے؟ مجھے وہ میوے دکھا جو توڑنے سے پہلے سڑ جاتے ہیں اور وہ درخت جو روز مرجھاتے اور روز ہرے ہوتے ہیں —

شیطان

ایسی فرمائشوں سے میں نہیں ڈرتا - میں یہ سب نعمتیں مہیا کرسکتا ہوں - مگر ٹھہرو دوست، وہ دن کچھ دور نہیں جب تمہاری یہ بے چینی کافور ہو جائے گی اور ہم تم آرام سے بیٹھ کر مزے دار کھانے کھائیں گے —

فاؤسٹ

اگر میں کبھی چین سے بستر کاہلی پر لیٹوں تو میں اپنی جان ہارا - اگر تو کبھی بہلا پھسلا کر مجھے میری

زندگی سے مطمئن کر دے اور عیش و عشرت سے دھوکا دیدے تو وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہو - میں یہ شرط لگاتا ہوں —

شیطان

یہ ہے میرا ہاتھ! میں ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہوں!

فاؤست

اگر میں کسی لمحے کو مخاطب کرکے کہوں: "ذرا ٹھیر تو کتنا حسین ہے" تب تجھے اختیار ہے کہ مجھے طوق و سلاسل میں جکڑ کر قعر مذلت میں ڈھکیل دے - تب فوراً میری موت کا گھنٹہ بجے، تب تو اپنی قید سے آزاد ہے، تب گھڑی رک جائے، سوئی گر جائے، تب میرے لئے وقت کا خاتمہ ہے —

شیطان

اچھی طرح سوچ سمجھ لے، یہ بات مجھے یاد رہے گی -

فاؤست

تجھے اس کا پورا حق ہے، میرا معاهدہ بے سرو پا نہیں - اگر میں دم بھر ٹھیر جاؤں تو میں غلام ہوں چاہے تیرا یا کسی اور کا، یہ میرے نزدیک یکساں ہے —

شیطان

بہت خوب، میں اسی وقت سے حضرت علامہ کے خدمت گار کے فرائض انجام دوں گا -- البتہ ایک گزارش ہے کہ موت زندگی کے خیال سے اگر چند سطریں لکھ دی جائیں تو

مناسب ہے

فاؤست

اچھا ، تجھے تحریر بھی چاہئے ؟ بڑا ضابطہ بگھار نے والا ہے ! تجھے کبھی کسی مرد سے سابقہ نہیں پڑا ، تو مردوں کے وعدے کی قدر نہیں جانتا ؟ تیرے لئے یہ کافی نہیں کہ میرا قول میری جان کے ساتھہ ہے ؟ تو سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں جس کا دھارا ہمیشہ دریائے مواج کی طرح بہتا رہتا ہے زبانی وعدہ مجھے پابند نہیں کرسکتا ؟ سچ ہے اس وہم میں ہم سب مبتلا ہیں؛ کسی کا دل اس سے خالی نہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جس کی نیت خالص ہے۔ وہ کسی قربانی سے نہیں ڈرتا۔ پھر بھی تحریری خریطے سے جس پر باضابطہ مہر ہو شخص اس طرح لرزتا ہے جیسے بھوت سے۔ لفظ قلم کے آغوش میں جان دیدیتا ہے۔ بس چمڑے کی جھلی اور موم رہ جاتا ہے۔ آخراے خبیث تو مجھہ سے چاہتا کیا ہے؟ تانبے پر لکھوائے گا یا سنگ مرمر پر ، جھلی پر یا کاغذ پر ؟ چھینی سے یا سنگتراشی کے آلے سے یا قلم سے ؟ تو جو چاہے کہہ دے میں تجھی پر چھوڑتا ہوں ۔

شیطان

آخر اس لفاظی تقریر کی کیا ضرورت ہے ؟ چاہے جس چیز کا ورق ہو کافی ہے ۔ بس اس پر ذرا خون سے دستخط کر دینا ہے ۔

فاؤست

اگر اس سے تیرا ہر طرح اطمینان ہوجائے گا تو میں بھی

اس لغویت پر راضی ہوں —

شیطان

خون سب سے نرالا عرق ہے —

فاؤست

اس کا ذرا بھی اندیشہ نہ کر کہ میں معاہدہ توڑ دونگا - جس بات کا میں وعدہ کر رہا ہوں اُس کی میں خود ہی دل و جان سے سعی کرتا رہتا ہوں - میں نے اپنے آپ کو اتنا اُبھار لیا ہے کہ اب میں فقط تیرا ہمسر ہوں - روح اکبر نے مجھے رد کر دیا فطرت مجھ سے کُھلتی نہیں خیال کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے علم سے میں بیزار ہوگیا ہوں - آ اب ہم اپنے اضطراب قلب کو محسوس لذتوں کی چھیلنتوں سے تسکین دیں - جادو کے پر اسرار پردوں میں جتنے کھیل ہیں سب کو تیار رکھ - چل، ہم ہرچہ بادا باد کہہ کر اپنی کشتی زمانے طوفان کے میں، حوادث کے گرداب میں ڈال دیں - پھر رنج و راحت، کامیابی اور ناکامی چاہے جس طرح باری باری سے منہ دکھائیں - انسان جب کام کرتا ہے بیچپیلی سے کرتا ہے —

شیطان

تمہارے لئے نہ کسی معیار کی پابندی ہے نہ کسی مقصد کی تتلی کی طرح کلی کلی پھرو اور شہد کی مکھی کی طرح اڑتے اڑتے پھلوں کا رس چوسو - جو چیز تمہیں بھائے وہی تمہارے لئے اچھی ہے - شوق سے ہاتھ بڑھاؤ ذرا نہ شرماؤ —

فاؤسٹ

میں نے تجھ سے کہہ دیا کہ راحت و مسرت کا سوال نہیں میں تو زندگی کا پرستار بننا چاہتا ہوں ' پر درد لذتوں کا ' محبت بھری نفرت کا ' تازگی بخش کلفت کا - میرا دل جو طلب علم کی خلش سے نجات پاچکا ہے اب کسی درد کو رد نہ کرے گا - میں ان سب چیزوں کا لطف اٹھانا چاہتا ہوں جو میرے ابنائے جنس کے حصے میں آئی ہیں ؛ میں زندگی کے بلند سے بلند اور پست سے پست جلوے کا مشاہدہ کرنا اور نوع انسانی کے رنج و راحت میں شریک ہونا چاہتا ہوں تا کہ میرا نفس وسعت پا کر اس کا نفس بن جائے اور آخر ایک دن اس کے ساتھ فنا ہو جائے ـــ

شیطان

یقین جان ' میں ہزارہا سال سےزندگی کی سوکھی روٹی چبارہا ہوں - تجھ سےکہتا ہوں کہ آج تک کوئی شخص مہد سے لحد تک اس خمیر کو ہضم نہیں کرسکا مجھ جیسے شخص کی بات مان - یہ سارا طلسم صرف خداکے لئے بنا ہے - وہ نورازلی کے ہالے میں جلوہ افروز ہے اور ہمیں اُس نے ظلمت میں رکھا ہے - ہم ہے تمہارے لئے دن رات ایک ہے ـــ

فاؤسٹ

مگر میں تو یہی چاہتا ہوں ـــ

شیطان

اچھا یوں ہی سہی - مگر مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کام بہت

ہے اور عمر کم - میرا خیال تھا کہ آپ سمجھانے سے مان جائیں گے - اب کسی شاعر کے پاس جائیے اور اس سے کہئے کہ اپنی وسعت تخیل سے ساری اچھی صفات آپ کی ذات بابرکات میں جمع کر دے - شیر کی شجاعت' بارہ سنگے کی تیزی' اطالیوں کا جوش' شمالیوں کا استقلال - اس سے یہ راز بھی پوچھئے کہ عالی ہمتی اور چالاکی کو کیسے سمونا چاہئے اور باوجود جوانی کے منچلے پن کے بوڑھوں کی طرح ضبط عشق کیوں کر کرنا چاہئے - مجھے خود ایسے شخص سے ملنے کا شوق ہے جس میں یہ سب باتیں جمع ہوں میں اس کا نام حضرت کائنات اصغر رکھوں گا —

فاؤست

اگر میرے لئے انسانیت کا تاج جس کی مجھے دل و جان سے آرزو ہے سر پر رکھنا ناممکن ہے تو پھر میں کیا ہوں —

شیطان

سچ تو یہ ہے - تو وہی ہے جو تو ہے - چاہے تو کتنی ہی بڑی کلاہ سر پر رکھ لے اور کتنے ہی بڑے موزے پیر میں پہن لے! تو ہمیشہ وہی رہے گا جو تو ہے —

فاؤست

سچ ہے' مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ ذہن انسانی کے سارے خزانوں پر قبضہ کرنے سے مجھے کچھ فائدہ نہیں ہوا ۔

جب میں کشمکش حیات سے تھک کر بیٹھتا ہوں تو میرے دل کے اندر سے کسی نئی قوت کا چشمہ نہیں اُبلتا ؛ میں بلندی میں بال بھر نہیں بڑھا ' حقیقت نامحدود سے اتنا ہی دور ہوں جتنا پہلے تھا —

شیطان

حضرت آپ ان چیزوں کو اسی پہلو سے دیکھتے ہیں جس پہلو سے انسان انہیں دیکھا کرتا ہے - اب آئیے ان پر دوسرے پہلو سے نظر ڈالیں - قبل اس کے کہ ہمارا عیش زندگی رخصت ہوجائے آخر ہم اپنے ہاتھ ' پیر ' سر وغیرہ کے مالک ہیں - ہیں یا نہیں ؟ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمیں نت نئی لذتیں حاصل کرنے کا حق نہ ہو ؟ اگر میں چھ گھوڑوں کی قیمت دیسکتا ہوں تو کیا اُن کی قوت میری نہیں ؟ مجھے پورا اختیار ہے کہ انہیں گاڑی میں جوت کر دوڑتا پھروں گویا میرے چوبیس پیر ہیں - پس اے بھائی ہمت سے کام لے ، اس ادھیڑ بن کو چھوڑ اور میرے ساتھ چل کر دنیا میں کود پڑ جو شخص ہمیشہ سوچ بچار میں رہتا ہے وہ ایک جانور کی طرح ہے جسے کوئی خبیث روح ایک خشک بھڑ میں چکر دیتی ہے حالانکہ اس کے آس پاس سر سبز مرغزار ہے —

فاؤسٹ

آخر ہم ابتدا کیسے کریں ؟

شیطان

بس فوراً چل کھڑے ہوں - یہ تو کس عذاب میں گرفتار

ہے ! یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ مکتب میں بیٹھے اپنا اور لونڈوں کا مغز خالی کررہے ہیں ؟ یہ کام اپنے ہمسایے 'وانسٹ' کےلئے چھوڑ دے - بھلا سوکھی گھاس کو کوٹنے پیٹنے سے کیا فائدہ ؟ اگر تو کوئی کام کی بات جانتا بھی ہے تو وہ لڑکوں سے کہنے کی نہیں - ہائیں یہ آواز کیسی ؟ معلوم ہوتا ہے برامدے میں کوئی لڑکا آرہا ہے —

فاؤسٹ

میں اس وقت اُس سے نہیں مل سکتا -

شیطان

بیچارہ بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہے - اس کا دل نہ توڑنا چاہئے - لا مجھے اپنا چوغہ اور کلاہ دیدے - مجھ پر یہ بہروپ خوب کھلے گا —

(وہ کپڑے بدلتا ہے)

بس اب تو یہ معاملہ میری تیزی طبع پر چھوڑ دے - مجھے پاؤ گھنٹے سے زیادہ نہیں لگیگا - جب تک تو سفر کے لئے تیار ہو جا —

(فاؤسٹ چلا جاتا ہے)

شیطان

فاؤسٹ کا لمبا چوغہ پہنے ہوئے

اچھا ہے تو عقل اور علم کو، انسان کی بلند ترین قوت کو حقیر سمجھے جا ' جھوٹ کی روح کے بہکانے سے جادو اور نیرنجات کے عقیدے میں اور پختہ ہوتا جاتا ، اس طرح

تو یقیناً میرے قابو میں آجائے گا - اُسے تقدیر نے ایسی طبیعت دی ہے جو ساری قیدوں کو توڑ کر آگے بڑھنے پر مجبور ہے اور وہ سعی بے قرار جس نے دنیا وی راحتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے - میں اُسے سراب زندگی کی سیر کراؤں گا سطحی بے معنی تماشے دکھاؤں گا - وہ کبھی بے چلیپی سے تڑپے گا ، کبھی سکتے میں رہ جائے گا مگر مجھ سے چمٹا رہے گا - اس کے ہوکے کو بڑھانے کے لئے میں اس کے ہونٹوں کے پاس کھانا پانی لا کر ہٹا لیا کروں گا - وہ غذا کے لئے ناک رگڑے گا مگر ایک دانہ نہ پائے گا - سچ پوچھو تو اگر وہ 'شیطان' کے ہاتھ نہ بھی بکتا تب بھی اُس کی تباہی یقینی تھی-

(ایک طالب علم داخل ہوتا ہے)

طالب علم

میں اس شہر میں حال ہی میں آیا ہوں اور دل میں جوش عقیدت لئے ہوئے اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام ہر شخص ادب سے لیتا ہے —

شیطان

تمہاری سعادت مندی سے مجھے بہت خوشی ہوئی - مگر بھائی میں تو ایک معمولی آدمی ہوں - میرے جیسے بہت سے پڑے ہیں - تم اور حضرات کے پاس بھی گئے تھے ؟

طالب علم

میری التجا ہے کہ آپ ہی میری سرپرستی قبول فرمائیں - میرے دل میں ہمت ہے ، جیب میں تھوڑا بہت روپیہ ہے

اور رگوں میں تازہ خون ہے۔ میری ماں پر میری جدائی شاق تھی مگر میرے دل سے لگی تھی کہ یہاں آکر کچھہ پڑھ لکھہ جاؤں —

شیطان

شاباش! تم اچھے ٹھکانے آئے —

طالب علم

سچ پوچھئے تو میرا دل چاہتا ہے کہ ابھی لوٹ جاؤں۔ ان اونچی اونچی دیواروں میں، ان اندھیرے کمروں میں، میرا جی کسی طرح نہیں لگتا۔ ہر طرف سے بند جگہ ہے نہ کہیں سبزہ نظر آتا ہے نہ درخت۔ لکچر کے ہالوں میں بینچوں پر بیٹھہ کر میں دیکھنے، سننے، سوچنے سے معذور ہو جاتا ہوں۔

شیطان

یہ تو عادت کی بات ہے۔ بچہ ابتدا میں ماں کا دودھ پینے سے گھبراتا ہے مگر بہت جلد غٹ غٹ پینے لگتا ہے۔ اسی طرح تمہیں بھی علم و حکمت کا تھن چوسنے میں روز بروز زیادہ لطف آئے گا —

طالب علم

میں آپ کی خدمت میں خوشی سے رہوں گا۔ مگر یہ تو فرمائیے داخلے کے کیا کیا شرائط ہیں —

شیطان

پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون سا شعبہ انتخاب کرتے ہو؟

طالب علم

میں یہ چاہتا ہوں کہ عالم فاضل بنوں ' زمین اور آسمان کی ساری چیزوں ' سے علوم و فنون اور فطرت سے واقف ہوجاؤں -

شیطان

ٹھیک ہے - یہی سیدھا راستہ ہے - مگر خبردار وقت ضائع نہ کرنا —

طالب علم

میں دل و جان سے محنت کروں گا ؛ لیکن جی چاہتا ہے کہ بہار کی چھٹیوں میں مجھے ذرا سی آزادی ملے اور تفریح کی اجازت ہو —

شیطان

وقت سے کام لو ' یہ گذر نے والی چیز ہے - ضبط و ترتیب سے وقت میں گنجائش بڑھ جاتی ہے - اس لئے عزیز من میری رائے ہے کہ سب سے پہلے تم منطق کے درس میں شریک ہو - اس سے تمہارے دماغ کی تربیت ہوگی گویا وہ بیل کی طرح جوت دیا جائے گا کہ خیال کی سیدھی سڑک پر جگالی کرتا چلاجائے اور ادھر ادھر بھٹکتا نہ پھرے - وہاں تمہیں یہ تعلیم دی جائےگی کہ کھانے پینے اور دوسرے کاموں میں جو تم روز مرہ بےتکلف کرتے تھے تفکر اور تعمق کی ضرورت ہے - بات یہ ہے کہ دماغ کے کارخانے کا بھی وہی حال ہے جو جلا ہے کی کرگھا کا ہے - ایک چکر میں سارا تانا باِنا اُلجھتا سلجھتا ہے ' نال اِدھر سے اُدھر

پھرتی ہے ' سوت بن دیکھے لپٹتا کھلتا ہے ' ذرا سے جھٹکے میں خدا جانے کتنے تار ٹوٹ جاتے ہیں ' اسی طرح منطقی اُدھیڑ بن کرتا ہے اور اپنے استدلال سے مسئلے کو ثابت کر دیتا ہے - پہلا قضیہ یوں ہے ' دوسرا یوں ہے ' اس لئے تیسرا اور چوتھا یوں ہے ' اگر پہلا اور دوسرا نہ ہوتا تو تیسرا اور چوتھا کبھی نہ ہوتا - اس پر سارے شاگرد سردھنتے ہیں لیکن کپڑا بننا کسی کو نہیں آتا - جو شخص کسی زندہ چیز کو سمجھنا اور سمجھانا چاہتا ہے وہ پہلے اُس کی روح کو نکال پھینکتا ہے ، اُس کے بعد اجزاء کو ہاتھ میں لے کر دیکھتا ہے مگر افسوس ان میں سب کچھ ملتا ہے فقط روحانی رشتہ نہیں ملتا - علم کیمیا اسے عمل قطرت کہتا ہے مگر اصل میں وہ آپ اپنا مذاق آپ اُڑاتا ہے اُسے سر پیر کی خبر نہیں —

طالب علم

میں آپ کی تقریر اچھی طرح سمجھا نہیں —

شیطان

کوئی حرج نہیں ' آگے چل کر جب تم تحویل و تقسیم و ترتیب سے واقف ہوجاؤگے تو کوئی دقت نہ ہوگی —

طالب علم

مجھے تو چکر آ گیا سر میں چکیاں سی چل رہی ہیں —

شیطان

اس کے بعد تمہیں سب سے پہلے ما بعد الطبیعیات کی طرف توجہ کرنا چاہئے — بس یہ کوشش کرو کہ جو چیزیں

انسان کے ذہن میں نہیں سما سکتیں اُن کا دقت نظر سے مطالعہ کر ڈالو - ہر چیز کے لئے چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے ، کوئی شاندار لفظ گھڑ لو - مگر ابھی چھ مہینے تک منطقی منہاج سیکھتے رہو - روزانہ پانچ گھنٹے لکچر سننا پڑے گا : بس گھنٹہ بجتے ہی پہنچ جایا کرو - گھر سے اچھی طرح مطالعہ کر کے اور مضمون کو صفحہ وار ذہن نشین کر کے آؤ تاکہ تمہیں آسانی سے معلوم ہو جائے کہ استاد لفظ بلفظ وہی کہتا ہے جو کتاب میں لکھا ہے - مگر یاد رکھو اس کا لکچر حرف بحرف نقل کرو گویا روح القدس بول رہا ہے اور تم لکھ رہے ہو —

طالب علم

اس بارے میں آپ کی تاکید کی ضرورت نہیں میں خود جانتا ہوں کہ اس سے کتنا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ انسان جس چیز کو کاپی پر لکھ لیتا ہے اسے اطمینان سے گھر لے جا سکتا ہے ۔

شیطان

مگر شعبے کا تو انتخاب کر لو —

طالب علم

قانون سے مجھے دلچسپی نہیں —

شیطان

اس میں مجھے تم پر کوئی اعتراض نہیں ، مجھے معلوم ہے کہ اس علم کا کیا حال ہے - قوانین بھی دائمی بیماری

کی طرح موروثی ہیں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں ایک نسل سے دوسری نسل میں پہنچتے ہیں - معقول بات مہمل ہوجاتی ہے ؛ مفید چیز مصیبت بن جاتی ہے ؛ وائے ہو اس پوتے پر جسے دادا کا ورثہ ملے - اس قانون کی جو ہماری فطرت میں ہے ، افسوس کسی کو فکر نہیں -

طالب علم

آپ نے میری نفرت کو اور بڑھادیا - خوش قسمت ہے وہ شخص جو آپ سے استفادہ کرے - میرا کچھہ کچھہ ارادہ ہوتا ہے کہ دینیات پڑھوں —

شیطان

میں تمہیں گمراہ کرنا نہیں چاہتا - اس علم میں لغزش کا بڑا اندیشہ ہے - اس کے اندر زہر اور تریاق ملا ہوا ہے اور دونوں میں فرق کرنا مشکل ہے - یہاں بھی بہترین تدبیر یہی ہے کہ تم صرف ایک استاد سے درس لو اور جو کچھہ وہ کہے آنکھہ بند کر کے مان لو - بس الفاظ کو پکڑے رہو انہیں سے سروکار رکھو اس طرح تم بے بھٹکے ہوئے منزل یقین پر پہنچ جاؤگے —

طالب علم

مگر الفاظ کے معنی بھی تو ہوتے ہیں —

شیطان

بیشک ہوتے ہیں مگر انہیں زیادہ چھوڑنا نہیں چاہئے جہاں معنی کی جگہ خالی ہوتی ہے وہاں چپکے سے کوئی

لفظ آن بیٹھتا ہے - الفاظ سے معرکے کے مناظرے ہو سکتے ہیں، الفاظ سے پورا نظام بن سکتا ہے - الفاظ پر ایمان لانا بڑی سہل ہے - معنی میں خلل پیدا ہوسکتا ہے مگر لفظ خلل سے پاک ہے —

طالب علم

معاف کیجئے گا میں سوال پر سوال کرکے آپ وقت ضائع کررہا ہوں ۔ بس تھوڑی سی تکلیف اور دینا چاہتا ہوں - ذرا آپ طب کے متعلق بھی دو چار زور دار جملے فرما دیئے - تین سال کا قلیل زمانہ دیکھئے اور علم کا میدان دیکھئے جس کا کہیں اور ہے نہ چھور - کوئی ذراسا اشارہ کرنے والا ہو پھر انسان خود راستہ ڈھونڈ لیتا ہے —

شیطان

(اپنے آپ سے مخاطب ہوکر آہستہ سے)

میں اس خشک انداز گفتگو سے گھبرا گیا، اب ذرا شیطان پن کرنا چاہئے —

بلند آواز سے

طب کی حقیقت کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں - بس تم کائنات کا اور جسم انسانی کا مطالعہ کر ڈالو اور دونوں کو خدا کی مرضی پر چلنے دو - تحصیل علم میں ہر طرف ہاتھ پھر مارنے سے کوئی فائدہ نہیں؛ ہر شخص اتنا ہی سیکھتا ہے جتنا وہ سیکھتا ہے - البتہ کام کا آدمی وہ ہے جو موقعے پر کام چلا لے ۔۔ تم اچھے خاصے وجیہ آدمی ہو، منچلا پن

بھی تم میں آ ھی جائیگا ; جب تم اپنے آپ پر بھروسا کروگے تو دوسرے بھی تم پر بھروسا کرنے لگیں گے -- خصوصاً عورتوں کو پھانسنے کا طریقہ ضرور سیکھو - اُن کی ساری ھائے وائے کا بس ایک ھی علاج ھے اور اگر تم بظاھر پارسا بنے رھوگے تو وہ آسانی سے قابو میں آ جائینگی - ایک تو تمھارے پاس کوئی شاندار سند ھو تا کہ وہ تمھاری حذاقت کی قائل ھو جائیں ' دوسرے جب وہ آئیں تو خیر مقدم کے طور پر اختلاط کرو جس کی تمنا میں لوگ برسوں ترپتے ھیں - نبض دیکھتے وقت ھاتھ زور سے دباؤ اور آنکھوں میں آنکھوں ڈال کر اظہار شوق کرتے ھوئے ذرا کمر میں بھی ھاتھ ڈال کر دیکھو کہ کہیں مخدرم کی ڈوریاں کس کر تو نہیں بندھی ھیں —

طالب علم

ھاں یہ دلچسپ بحث ھے - اس کا آگا پیچھا سمجھ میں آتا ھے —

شیطان

میرے دوست نظری علوم خشک اور بے رنگ ھیں اور عملی زندگی ھرا بھرا درخت —

طالب علم

میں قسمیہ کہتا ھوں کہ آپ کی باتیں مجھے خواب سی معلوم ھوتی ھیں -- اگر اجازت ھو تو پھر حاضر ھو کر آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ھوں —

شیطان

مجھے جو کچھہ آتا ھے خوشی سے بتانے کو تیار ھوں۔

طالب علم

یہاں سے جانے کو میرا جی نہیں چاھتا - لیجئے یہ میری خاندانی بیاض ھے - مہربانی فرما کر اس میں اپنے دست مبارک سے کچھہ تحریر کر دیجئے -

شیطان

بڑی خوشی ھے۔

(وہ کچھہ لکھہ کر بیاض واپس کر دیتا ھے)

طالب علم

(پڑھتا ھے)

تم دیوتاؤں کی طرح نیکی اور بدی دونوں کا علم حاصل کرو۔

(کتاب کو ادب سے بند کرتا ھے اور رخصت ھوتا ھے)

شیطان

بس اس مقولہ پر عمل کر اور میری خالہ ناگن کی تقلید کئے جا۔ ایک دن تیرے شبیہ ایزدی ھونے کی حقیقت کھل جائے گی -

(فاؤست داخل ھوتا ھے)

فاؤست

کہاں چلنا ھے ؟

شیطان

جہاں تیرا جی چاھے - پہلے ھم چھوٹی دنیا (انسان) کا مطالعہ کریں گے پھر بڑی دنیا کا - تجھے اس نصاب کے پورا کرنے سے

بڑی خوشی ہوگی اور بڑا فائدہ ہو گا۔

فاؤست

مگر اس لمبی داڑھی کے سبب سے مجھ میں زندہ دلی نہیں رہی۔
یہ کوشش فضول ہے۔ میں عام مجلس میں بالکل کورا ہوں ;
دوسروں کے سامنے میں اپنی نظروں میں میں آپ گر جاتا ہوں :
میں ہر صحبت میں جھینپ جایا کروں گا —

شیطان

میرے پیارے دوست سب ٹھیک ٹھاک ہوجائے گا - جہاں
تونے مجھ پر بھروسا کیا بس تجھے زندگی کا گر آ گیا —

فاؤست

ہم یہاں سے چلیں گے کیسے ؟ نہ گاڑی ہے نہ گھوڑا نہ سائیس -

شیطان

یہ چوغہ جو تو دیکھتا ہے ہمیں دوش ہوا پر لیجائے گا ;
مگر اس جرات آزما سفر میں کچھ سامان ساتھ نہ لے - میں
آگ سے تھوڑا سا بخارا پیدا کرتا ہوں جو ہمیں بات کی بات
میں زمین سے اٹھا کر لے جائے گا اور ہم جتنے ہلکے ہوں گے اتنی
ہی تیزی سے اڑیں گے - میں تجھے اس نئی زندگی کی
مبارک باد دیتا ہوں —

شہر لائپزش آوایر باخ کا تہ خانہ

یاروں کی صحبت مینوشی

فروش

کیا بات ہے نہ کوئی پیتا ہے، نہ ہنستا بولتا ہے ؟ اور

کچھہ نہیں تو ذرا منہ ہی چڑاؤ؛ روز تو تم بکر کود مچاے رہتے تھے
آج کیوں بھیگی بلی بلے بیٹھے ہو —

براندر

یہ سب تیرا قصور ہے - تو آج نہ کوئی حماقت کرتا ہے
نہ سور پن -

(فروش اس کے سر پر شراب کا گلاس انڈیل دیتا ہے)

براندر

یہ کیا حرکت ہے! سور کہیں کا!

فروش

لو، تمہیں نے تو سور پن کی فرمائش کی تھی -

زیبل

خبردار! اگر جھگڑا کیا تو دروازے کے باہر ڈھکیل دوں گا -
خوب دل کھول کر پیو، اور سب مل کر گاؤ - لالا، لالا، لالا!

آلت مائر

ارے غضب! ذراسی روئی دیدا یہ تو کان پھاڑے ڈالتا ہے -

زیبل

واہ، جب تک چھت سر پر نہ اٹھا لے گھرے سُرٗ کا زور نہیں بندھتا -

فروش

ٹھیک ہے، جو کوئی برا مانے اسے نکال دو، آ! تارالارا ڈا!

آلت مائر

آ! تارا لارا لا!

فروش

اب سر تھوکا ہوا ــ

(گاتا ھے)

یہ پیارا پاک رومی راج
اب تک کیسے قائم ھے ؟

برانڈر

لا حول ولا قوۃ ! یہ سیاسی گیت ، یہ مہمل گیت - روز صبح اُٹھ کر خدا کا شکر کیا کرو کہ رومی راج کی فکر تمھارے سر نہیں - بھائی میں تو اسے بڑی نعمت سمجھتا ھوں کہ نہ میں قیصر ھوں نہ وزیر اعظم - مگر ھمارا کوئی سردار بھی ضرور ھونا چاھئے - آؤ اپنے میں سے ایک پوپ چنیں - تمھیں معلوم ھے کہ اس کے لئے کونسی صفت ضروری ھے ؟

فروش

(گاتا ھے)

اُٹھ ری بلبل اڑ کر جا
پیا کو میرا سندیس پہنچا ۰

زیبل

یہ پیا کا سندیس وندیس رھنے دو مجھے یہ پسند نہیں-

فروش

پیا کو سندیس اور پیار؛ تیرے باپ کا اجارہ ھے ــ

(گاتا ھے)

کھول کواڑ ، رات اندھیری

کھول کواڑ، پیا تہاری
موند کواڑ، اب تڑکا ہووے

زیبل

گائے جا، گائے جا، پیا کو سراہے جا، وہ وقت بھی آئے گا جب میں تجھہ پر خوب ہنسوں گا مجھے تو وہ جل دے ہی چکی ہے؛ تیرے ساتھہ بھی یہی کرے گی۔ اس کا یار کوئی بھوت ہو تو اچھا ہے وہی اسے ٹھیک کر سکتا ہے۔ اللہ کرے کوئی بڈھا بکرا 'بلاک برگ' سے لوٹتے ہوئے اسے سلام کرے۔ کوئی جیتا جاگتا بھلا آدمی اس قحبہ کے لائق نہیں۔ اسے کیا پیام بھیجتا ہے میری طرف سے اس کی کھڑکی کے شیشے توڑ ڈال ——

برانڈر

(میز پر ہاتھہ مار کر)

ادھر دیکھو! میری بات سنو! تمہیں ماننا پڑے گا کہ میں تم سب سے سیانا ہوں۔ دیکھو یہاں دل پھینک لوگ جمع ہیں۔ ان کی شان کے لائق کوئی چیز گانا چاہئے۔ سنو! میں بالکل نیا گیت گاتا ہوں۔ سب مل کر مجھے ٹیک دیتے رہو۔

(گاتا ہے)

باورچی خانے میں ایک چوہا،
مکھن چرا کر کھاتا تھا،
اس کے توند نکل آئی تھی،
جیسے ڈاکٹر لوتھر کی۔
باورچن نے اس کو زہر دیا؛

تب بیچارے کا یہ حال ہوا
جیسے عشق کا درد اٹھے۔

سنگت

(چلا کر)

جیسے عشق کا درد اٹھے

برانڈر

وہ اُچھلا کودا، بہا گا دوڑا
اور سنوں پانی پی گیا،
جو چیز ملی کاٹی کتری
مگر نہ اُس کی ایک چلی؛
زہر بلا جی کا جلجال
ایسا ہوگیا ابتر حال
جیسے عشق کا درد اُٹھے
جیسے عشق کا درد اُٹھے۔

برانڈر

دن دو پہر وہ ڈرسے اندھا
باورچی خانے میں آیا؛
چُولھے پر گر کرلگا تڑپنے
سسک سسک کرپنجے رگڑنے؛
ظالم باورچن خوب ہنسی
لو اب مُوئے کی قضا آئی
جیسے عشق کا درد اٹھے۔
جیسے عشق کا درد اٹھے

زیبل

دیکھو یہ بد مذاق کیسے خوش ہو رہے ہیں گویا چوہے کو زہر دینا بڑا کمال ہے —

برانڈر

تجھے چوہے سے بڑی محبت معلوم ہوتی ہے —

آلٹ مائر

اس کی بھی توند بڑی ہے اور سر گنجا ہے اور مصیبت نے اسے پلپلا کردیا ہے - پھولے ہوئے چوہے کی شکل میں اسے اپنی تصویر نظر آتی ہے —

(فاؤست اور شیطان باتیں کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں)

شیطان

سب سے پہلے میں تجھے رندوں کی صحبت میں لیجاؤنگا تاکہ تجھے معلوم ہو کہ انسان کسطرح مزے میں بیفکری سے زندگی گزار سکتا ہے - ان لوگوں کے لئے دن عید ہے رات شب برات - ان میں سمجھ تھوڑی ہے اور خوش مزاجی بہت ہے اور اپنے چھوٹے سے حلقے میں مگن رہتے ہیں - جیسے بلی اپنی دم سے کھیلتی ہے - جب تک ان کے سر میں درد نہ ہو اور سرائے والا قرض دئے جائے چین سے گزرتی رہیگی —

آلٹ مائر

یہ دونوں مسافر معلوم ہوتے ہیں : ان کے انوکھے لباس سے ظاہر ہے کہ انہیں ہمارے شہر میں آئے ایک گھنٹہ بھی

نہیں ہوا —

فروش

یار تو سچ کہتا ہے - ہمارے لائپزش کی کیا بات ہے یہ بھی ایک چھوٹا سا پیرس ہے یہاں کے لوگ بڑے بانکے ہیں —

زیبل

اور تو ان اجنبیوں کو کیا سمجھتا ہے —

فروش

اب چپ رہ تجھے کیا تمیز ہے - میں شراب کا ایک جام پلا کر ان کا کچا چٹھا پوچھ لوں گا - ظاہر میں تو شریف زادے معلوم ہوتے ہیں دیکھ کیسے ناک بھوں چڑھائے ہیں —

براندر

میں تو سمجھتا ہوں ڈھنڈھورا پیٹنے والے ہیں - آؤ شرط کر لو —

آلت مائر

شائد ایسا ہی ہو —

فروش

ٹھہرو میں انہیں اُلو بناتا ہوں —

شیطان

(فاؤست سے) یہ لوگ شیطان کو کبھی نہیں پہچانتے چاہے وہ ان کے سر پر سوار ہو —

فاؤست

صاحبو سلام -

زیبل

سلام بھائي سلام (شیطان کو کنکھیوں سے دیکھہ کر)
ارے یہ تو لنگڑاتا ہے -

شیطان

کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم آپ کے ساتھہ بیٹھیں ؟ -
یہاں اچھی شراب تو ملے گی نہیں ، خیر اس کے بدلے
اچھی صحبت سہی -

آلت مائر

معلوم ہوتا ہے دولت نے آپ کی عادتیں بگاڑ دی ہیں -

فروش

غالباً آپ ' رپاخ ' سے دیر میں چلے تھے ؟ کیا آپ نے
رات کا کھانا ' ہانس ' صاحب کے ساتھہ کھایا تھا -

شیطان

آج ان کی سرائے کے پاس سے گذرے تھے اور ان سے
باتیں ہوئی تھیں وہ آپ لوگوں کا دیر تک ذکر کرتے رہے
اور چلتے وقت کہنے لگے میرے چچیرے بھائیوں کو میرا سلام
کہہ دینا - (فروش کے آگے تعظیماً جھکتا ہے)

آلت مائر

(آہستہ سے) اب کہو بچہ - اجی وہ بڑا گھٹا ہوا ہے -

فروش

ذرا صبر کر میں اسے ابھی ٹھیک کرتا ہوں -

شیطان

میرا خیال ہے کہ ابھی یہاں بھرائی ہوئی آوازیں سلگت کا گھٹ گا رہی تھیں -- اس چھت میں گانے کی آواز خوب گونجتی ہوگی -

فروش

آپ کو بھی اس فن میں کچھہ دخل ہے --

شیطان

جی نہیں شوق تو بہت ہے مگر آتا جاتا خاک نہیں -

آلت مائر

اجی ایک گیت تو سنائیے --

شیطان

ایک کیا جتلے کہئے سنادوں -

زبیل

مگر شرط یہ ہے کہ بالکل نئی چیز ہو —

شیطان

ہم 'اسپین' جیسے خوبصورت ملک سے آرہے ہیں جو شراب کا اور مُوسیقی کا گھر ہے — (گاتا ہے)

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا

اس نے ایک بڑا پسو پالا —

فروش

واہ وا ! پسو ! سلتے ہو بھئی ؟ پسو سے اچھا مہمان کون ہو گا —

شیطان

(گاتا ہے)

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا —
اُسنے ایک بڑا پسو پالا ؛
وہ پسو کو اِتنا چاہتا تھا ؛
جتنا اپنے بیٹے کو —
اُس نے ایک درزی بلوایا ؛
درزی ہانپتا کانپتا آیا ؛
اُس نے پسو کے کپڑے سئے ؛
'اچکن' 'کُرتا' 'پاجامہ' —

برانڈر

درزی کو ذرا تاکید کر دو کہ ٹھیک ٹھیک ناپ لے ؛ اگر اُسے اپنی جان پیاری ہے تو پاجامے میں جھول نہ پڑنے پائے —

شیطان

(گاتا ہے)

مخمل اور ریشم کے کپڑے —
پہن کر پسو لگا اکڑنے —
کپڑوں میں سلمے ستارے تھے :
اور ایک صلیب لٹکی تھی —

اب وہ بن گیا وزیر اعظم
اور اس کے بھائی بندوں کو
دربار میں اُونچے عہدے ملے ؛
دربار کے سارے امیر اُمرا
اپنی جان سے عاجز تھے -
ملکہ اور خواصوں کو
پسو کاٹا کرتے تھے ؛
اُن کی اتنی مجال نہ تھی
چونک پڑیں یا کھجلائیں
لوگو کیسا ظلم ہے یہ
کاٹے اور کھجانے نہ دے -
لوگو کیسا ظلم ہے یہ
کاٹے اور کھجانے نہ دے -

فروش

شاباش ! شاباش ! بڑے مزے کا گیت تھا -

زیبل

(چٹکی ملکر) پسو کے ساتھ یہ کرنا چاہئے -

براندر

بس پکڑ کر چٹکی میں مسل دے -

آلتمائر

سلامت رہے آزادی ! سلامت رہے شراب !

شیطان

میں آزادی کا جام صحت ضرور پیتا مگر تمہاری شراب کسی کام کی نہیں -

زیبل

خبردار! یہ لفظ ہمارے سامنے دو بارہ نہ کہئے گا -

شیطان

اگر مجھے سرائے والے کی خفگی کا خیال نہ ہوتا تو ان معزز مہمانوں کی خدمت میں اپنی شراب پیش کرتا -

زیبل

بسم اللہ کیجئے - سرائے والا کچھ کہے تو میرا ذمہ -

فروش

واہ اگر ایک جام پلوائیے تو کیا بات ہے - مگر تھوڑی سی ہوئی تو کیا خاک امتحان ہوگا - میں تو تبھی فیصلہ کر سکتا ہوں جب دو چار لمبے لمبے گھونٹ چڑھاؤں -

آلت مائر

(آہستہ سے) میں سمجھ گیا یہ لوگ رہائین کے ملک کے ہیں -

شیطان

ذرا ایک برما تو منگوائیے -

براندر

برما کیا کیجئے گا ؟ کیا آپ کے پاس شراب کے پیپے ہیں ؟

آلت مائر

آپ کے پیچھے سرائے والے کی اوزار کی ٹوکری رکھی ہے -

شیطان

(بوسا اُٹھا لیتا ھے اور فروش سے پوچھتا ہے) - کہئے آپ کو کون سي شراب چاھئے ؟

فروش

اس کے کیا معنی ؟ کیا آپ کے پاس کئی قسم کی شرابیں ہیں ؟

شیطان

ھر شخص کو اختیار ھے جو شراب چاھے مانگے -

آلت مائر

(فروش سے) کیوں بے ' ابھی سے ہونٹ چاٹنے لگا —

فروش

اچھی بات ھے ' اگر میری پسند پر ہے تو میں رھائن کی شراب چاھتا ھوں - جو چیزیں ھمارے دیس میں ھیں کہیں نہیں —

شیطان

(فروش کے قریب میز کے کنارے سوراخ کرتا ھے) تھوڑا سا موم لاؤ اُس سے بوتل کا کاگ بنائیں —

آلت مائر

ارے یہ تو مداری کا کھیل نکلا —

شیطان

(برانڈر سے) آپ کو کیا چاھئے ؟

برانڈر

مجھے شامپین پلا دیجیے مگر خوب جھاگ اٹھتا ہو —
(شیطان سوراخ کرتا ہے۔ اسی اثنا میں کسی نے موم کی
ڈاٹیں بنا کر سوراخوں میں لگا دی ہیں)

برانڈر

بدیشی مال سے آدمی ہمیشہ نہیں بچ سکتا۔ اکثر
اچھی چیزیں پردیس سے آتی ہیں۔ سچا، جرمن، فرانسیسیوں
کا دشمن ہوتا ہے مگر ان کے دیس کی شراب ذوق سے
پیتا ہے —

ریبل

(شیطان سے جو اس کے پاس آ کر کھڑا ہے) ایمان کی
بات تو یہ ہے کہ مجھے کھٹی شراب پسند نہیں۔ مجھے تو
میٹھی میٹھی پلوائیے —

شیطان

(سوراخ کرتا ہے) ابھی دم بھر میں آپ کو ٹوکے ملے گی —

آلٹ مائر

حضرت، ذرا آنکھ سے آنکھ تو ملائیے۔ میں سمجھ گیا
آپ ہمیں الو بنا رہے ہیں —

شیطان

واہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ میری مجال ہے کہ ایسے
معزز مہمانوں سے مذاق کروں۔ جلدی بتائیے آپ کی خدمت
میں کونسی شراب پیش کی جائے —

آلت مائر

جو جی چاہے مجھ سے نہ پوچھئے —

(سب کے سامنے میز میں سوراخ ہوگئے اور ان میں ڈاٹیں لگا دی گئیں)

شیطان

(عجب شکل بنا کر) تاک انگور کی مالا ہے ۔ بکرا سینگوں والا ہے ۔ شراب عرق ہے تاک لکڑی ۔ لکڑی کی میز سے شراب نکلے ۔ بوجھو فطرت کی پہیلی ۔۔ دیکھو قدرت کا کھیل ۔ ہٹاؤ کاگ اور پیو شراب —

(سب کاگ ہٹاتے ہیں اور ابلتی ہوئی شراب گلاسوں میں بھرتے ہیں)

سب ملکر

واہ کیا خوب چشمہ ہے —

شیطان

مگر خبردار ! کوئی قطرہ گرنے نہ پائے —

(وہ بار بار گلاس بھر کر پیتے ہیں)

(سب ملکر گاتے ہیں)

ہم سب بن گئے مردم خوار —

جیسے پانسو سور ہوں —

شیطان

یہ آزاد قوم ہے ! دیکھو کیسے مزے میں ہے !

فاؤست

میرا تو جی چاھتا ھے یہاں سے چل دوں —

شیطان

ذرا دیکھتے جاؤ ان کی بہیمیت کیا کیا گل کھلاتی ھے — ۔

زیبل

(بے احتیاطی سے پیتا ھے شراب زمین پر گر کر شعلہ بن جاتی ھے) دوڑو ! دوڑو ! آگ لگی ! جہنم کی آگ !

شیطان

(شعلے سے مخاطب ھوکر) اے میرے دوست ' اے آتشی عنصر خاموش ھو جا —

(دوستوں سے) یہ تو محض اعراف کا ایک شعلہ تھا —

زیبل

یہ کیا مذاق ھے ؟ ٹھیرئے ابھی آپ کی مرمت کی جاتی ھے۔ آپ جانتے نہیں ھم کون ھیں ؟

فروش

اب کی کرو تو بتادوں —

آلٹ مائر

میں تو سمجھتا ھوں ان سے کہو چپ چاپ یہاں سے دفان ھوں۔

زیبل

کیا ذھیت ھے ! ھمارے ھی گھر میں ھماری آنکھوں میں خاک جھونکتا ھے —

شیطان

آہے چپ ! شراب کے پرانے پیپے !

زیبل

بد تمیز کہیں کا ! اوپر سے اور تراتا ہے —

برانڈر

ٹھیر جا ! ابھی تیری کندی ہلکی ہے !

آلٹ مائر

(میز سے موم نکالتا ہے آگ بھڑک اٹھتی ہے) آرے
میں جلا ! میں جلا !

زیبل

یہ سب شعبدے بازی ہے۔ لگاؤ ایک ہاتھ ۔ اس کا خون معاف ہے ۔
(سب چاقو نکال کر دوڑتے ہیں)

شیطان

(ہیبت ناک شکل بنا کر) جھوٹے لفظو، خیالی تصویرو ،
اِدھر اُدھر پھیل جاؤ — نظر بندی کر کے جگہ بدل دو —
(وہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں ۔)

آلٹ مائر

میں کہاں ہوں ! کیسی خوب صورت جگہ ہے !

فروش

انگور کا باغ ! یہ کیا بھید ہے ؟

زیبل

اور سامنے انگور کے خوشے ہیں !

برانڈر

دیکھو کلیج کے نیچے ! کیسی ہری بھری بیلیں ہیں -

(زیبل کی ناک پکڑ لیتا ہے ' اور سب بھی ایک
دوسرے کی ناک پکڑ کر چاقو اٹھاتے ہیں)

شیطان

(ڈراونی شکل میں) نظر کے دھوکے ' ان کی آنکھیں کھول !
اب دیکھو شیطان کا مذاق —

(فاؤست کو لیکر غایب ہو جاتا ہے دوست ایک دوسرے
کی ناک چھوڑ دیتے ہیں)

زیبل

یہ کیا !

آلت مائر

ہائیں !

فروش

ارے یہ تیری ناک تھی ؟

برانڈر

(زیبل سے) اور تیری میرے ہاتھ میں ہے !

آلت مائر

ارے ! میرے بدن میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی ! لاؤ
ایک تپائی میں گرتا ہوں !

فروش

یارو یہ تو بتاؤ یہ ماجرا کیا تھا ؟

زیبل

کہاں گیا وہ بد معاش! پاؤں تو کچا چبا جاؤں!

آلت‌مائر

میں نے اپنی آنکھہ سے دیکھا کہ وہ پیپے پر سوار تہ خانے کے دروازے سے نکل گیا - ارے میرے پیر من من بھر کے ہو گئے - (میز کی طرف مڑ کر) کیا شراب اب بھی اُبلتی ہے -

زیبل

سب دھوکا تھا! دغا! فریب!

فروش

مگر پیتے وقت تو شراب معلوم ہوتی تھی -

برانڈر

مگر یہ انگوروں کا کیا معاملہ تھا -

آلت‌مائر

اب بھی کہدے کہ جادو جھوٹ ہے -

۔ جادو گرنی کا باورچی خانہ

(ایک نیچے چولھے پر ایک بڑا کڑھاؤ چڑھا ہوا ہے اُس میں سے بخارات اُٹھہ رہے ہیں جن میں عجیب عجیب شکلیں نظر آرہی ہیں؛ ایک لنگور کی مادہ کڑھاؤ کے پاس بیٹھی اُبال اُتار رہی ہے لنگور اپنے بچوں کے ساتھہ پاس ہی بیٹھا آگ تاپ رہا ہے - دیواریں اور چھت عجیب غریب جادو کی چیزوں سے آراستہ ہیں) ('فاؤست' اور 'شیطان' داخل ہوتے ہیں)

فاؤ ست

مجھے اس جادو کے بکھیڑے سے وحشت ہوتی ہے ۔ کیا تو اس کا ذمہ لیتا ہے کہ اس طوفان بے تمیزی میں میری جوانی عود کر آئے گی ؟ کیا میں اس بڑھیا کے آگے ہاتھہ پھیلاؤں ؟ کیا یہ دیوانی ہانڈی میری عمر کے تیس سال واپس دے دے گی ؟ اگر تیرے پاس اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں تو پھر میرا خدا ہی حافظ ہے - میرے دل سے رہی سہی اُمید بھی جاتی رہی کیا فطرت نے اور عقل برتر نے کوئی معجون ایسا نہیں پیدا کیا جس سے گئی ہوئی جوانی لوٹ آئے ؟

شیطان

ایک دوسرا نسخہ بھی ہے مگر وہ کتاب ہی اور ہے وہ باب ہی دوسرا ہے۔

فاؤ ست

میں تو اُسے معلوم کرکے رہونگا ―

شیطان

اچھا اگر تو اصرار کرتا ہے تو وہ تدبیر سن جس میں نہ کچھہ خرچ ہے، نہ طبیب کی مدد درکار ہے، نہ جادو کی ضرورت ہے - تو اُسی دم کھیت میں چلا جا اور پھاوڑا اور کدال چلانا شروع کردے - اپنی زندگی اور اپنے خیالات کو محدود رکھہ - سادی غذا کھایا کر - جانوروں کے ساتھہ جانور بن کر رہ اور کھیت میں اپنے ہاتھہ سے کھاد ڈالنے سے نہ شرما - یقین جان اسی * برس کی

* اِس سے یہ نہ سمجھہ لینا چاہئے کہ فاؤسٹ کی عمر اسی برس کی ہے - اُس کی عمر پچاس سے زیادہ نہیں - شیطان ایک عام بات کہتا ہے کہ کاشتکاری کی صحت بخش زندگی اسی برس کے بڈھے کو بھی جوان بنادیتی ہے ―

عمر میں جوان بننے کے لئے اس سے اچھی کوئی تدبیر نہیں -

فاؤست

اس کی مجھے عادت نہیں - نہ مجھ سے پھاوڑا چلاتے بنتا ہے اور نہ یہ محدود زندگی میری طبیعت کے مناسب ہے -

شیطان

تو پھر جادو گرنی کا احسان اُٹھانا پڑے گا -

فاؤست

مگر کیا ضرور ہے کہ اِس چڑیل کے پاس جائیں؟ کیا تو خود یہ شربت طیار نہیں کر سکتا ؟

شیطان

واہ کیا اچھا مشغلہ ہے ! اتنے عرصہ میں تو میں خدا جانے کتنے کام کر ڈالوں - ان چیزوں کے لئے محض علم وفن کافی نہیں ؛ بڑے صبر و استقلال کی ضرورت ہے - کسی خاموش طبیعت والے کو برسوں کام کرنا پڑتا ہے ؛ جتنے زیادہ دن تک یہ حریرہ پکتا ہے اتنی ہی اس کی قوت بڑھتی ہے - اس کے اجزا بھی عجیب وغریب ہیں - یہ نسخہ شیطان ہی کا بتایا ہوا ہے ؛ لیکن اس کا بنانا اُس کے بس کی بات نہیں -

(جانوروں کو دیکھتا ہے)

دیکھ کیسے خوبصورت جانور ہیں ! یہ جادو گرنی کی لونڈی ہے یہ غلام - (جانوروں سے) معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری مالکہ گھر پر نہیں ہے -

جانور

ہونکس کی راہ گھر سے نکل کر پینے پلانے گئی ہے -

شیطان

آخر کتنی دیر پیتی رہے گی -

جانور

جتنی دیر میں ہم اپنے پھر سینک لیں -

شیطان

(فاؤست سے) تجھے یہ نازک جانور پسند آئے یا نہیں -

فاؤست

لا حول ولاقوۃ ! میں نے ایسی مکروہ مخلوق آج تک نہیں دیکھی -

شیطان

واہ ! ان سے باتیں کرنے میں مجھے بڑا مزا آتا ہے (جانوروں سے) شریر کٹھ پتلیو ' تم کڑھاؤ کے گرد کیوں گھوم رہے ہو -

جانور

ہم ادب لطیف کا چٹپٹا شوربا پکاتے ہیں -

شیطان

شاباش ! پھر تو خریداروں کی کمی نہ ہو گی -

لنگور

(' شیطان ' کے قریب آکر خوشامد سے دم ہلاتا ہے -)

مالک ذرا پانسہ پھینک '

مجھے جتا کر امیر کردے '

آج کل حال پتلا ہے '

روپیہ ملے تو کام چلے -

شیطان

اگر اس لنگور کے نام کوئی چٹھی نکل آئے تو یہ کتنا خوش ہو —
(لنگور ایک بڑے سے گولے سے کھیل رہے ہیں اور اُسے لڑھکا رہے ہیں)

لنگور

اس کا نام دنیا ہے '
یہ چڑھتی ہے اور گرتی ہے ؛
ہمیشہ لڑھکتی رہتی ہے -
اس میں ہے شیشہ کی جھلکار '
اور اندر سے ہے کھو کھلی ؛
ہاتھ لگایا اور ٹوٹی ؛
دیکھو اس کی تیز چمک '
جس سے آنکھ جھپکتی ہے '
واہ ری میری زندگی !
سن لے میرے پیارے پوت —
اس دنیا کے پاس نہ جا -
اس میں تیری موت ہے —
یہ اِک مٹی کا گولا ہے —
ٹوٹ کے ٹکڑے ہوگا یہ -

شیطان

یہ چھلنی کیسی ہے ؟

لنگور

(اسے اُتار کرلاتا ھے) اگر تو چور ھےتو ھم اس کےذریعےسے پہچان لیں گے۔
(وہ چھلنی سادہ کو دیتا ھے، سادہ اس میں سے جھانکتی ھے) لے اس میں سے جھانک کیا تونے چور کو پہچان لیا اور نام لیتے ڈرتی ھے ؟

شیطان

(قریب جا کر) یہ ھانڈی کیسی ھے ؟

لنگور

واہ بے اُلو ! ھانڈی اور کڑھاؤ کی بھی پہچان نہیں ۔

شیطان

بڑا بد تمیز جانور ھے !

لنگور

لے یہ پنکھا لے اور مونڈھے پر بیٹھ جا ۔
(وہ شیطان کو بہ اصرار بٹھاتا ھے)

فاؤسٹ

(ایک آئینے کے پاس کھڑا ھے کبھی قریب جاتا ھے کبھی دور ھٹتا ھے ؛ میں یہ کیا دیکھتا ھوں ؟ اس جادو کے آئینے میں کیسی حسین شکل نظر آتی ھے ! اے عشق مجھے اپنے تیز پنکھ پر اُڑا کر اُس کی گلی میں لے چل ۔ اگر میں اس جگہ سے ایک قدم بھی آگے بڑھتا ھوں تو یہ شکل کہر میں چھپ جاتی ھے ۔ دنیا کی سب سے حسین عورت کی تصویر ! کیا واقعی کوئی عورت اتنی خوبصورت ھوسکتی ھے ؟ یہ مصور احدیت پیکر ناز میری نظر میں آسمانوں کے

روحانی حسن کا جوہر ہے -
کیا ایسی حسینہ سطح زمین پر موجود ہے ؟
بیشک جب خدا چھہ * روز تک خلاقی کا کمال دکھائے اور آخر میں خود اپنی صنعت پر آفریں کہے تو ایسی چیز کا بن جانا کیا تعجب ہے - اس وقت تو اس تصویر کو جی بھر کے دیکھہ - پھر میں تیرے لئے یہ گوہر بے بہا ڈھونڈھ نکالونگا - خوشا حال اُس کے جو خوبی تقدیر سے اِسے دولہا بن کر بیاہ لے —

(فاؤست برابر اُس تصویر کو دیکھے جاتا ہے - شیطان پیر پھیلائے مونڈھے پر دراز ہے اور پنکھے سے کھیل رہا ہے وہ اپنی تقریر کو جاری رکھتا ہے) دیکھہ میں یہاں تخت پر بادشاہ بنا بیٹھا ہوں ؛ عصائے شاہی میرے ہاتھہ میں ہے ؛ بس تاج کی کسر ہے —

لنگور

(جو اب تک عجب طرح سے اُچھل کود رہے تھے شیطان کے لئے ایک تاج لاتے ہیں اور خوشی کے نعرے لگاتے ہیں)

لے مالک یہ تاج ہے -
خون اور پسینے سے '
سر پر چپکا لے -

(وہ تاج کے لئے چھینا جھپٹی کرتے ہیں ' تاج دو ٹکڑے ہو جاتا ہے ' لنگور اچھل پڑتے ہیں -)

* بائبل میں لکھا ہے کہ خدا نے دنیا کو چھہ دن میں پیدا کیا -

جو ہونا تھا وہ ہو گیا ، —
ہم دیکھتے رہ گئے ۔
ہائے مرے ! ہائے مرے !

فاؤست

(آئینے کے قریب) ہائے ! میں تو دیوانہ ہوا جاتا ہوں —

شیطان

(جانوروں کے طرف اشارہ کر کے) میراخود سر چکرا رہا ہے —

لنگور

تقدیر کی یاوری —
زمانے کی دوستی —
خیال ہی خیال ہے ۔

فاؤست

میرے سینے میں آگ سی لگی ہے ! چل یہاں سے جلدی چل —

شیطان

(بدستور جانوروں کے طرف اشارہ کرتے ہوئے) کم سے کم اتنا تو ماننا پڑیگا کہ ان کی شاعری سچی ہے —

(کڑھاؤ جس کی طرف سے لنگور کی سادہ غافل ہے اُبلنے لگتا ہے ؛ ایک بڑا سا شعلہ اُٹھتا ہے اور دود دان کے باہر پھیلتا ہے شعلے میں سے جادوگرنی چیختی ہوئی اترتی ہے)

ہائے جلی ! ہائے جلی !
نصیبوں پیٹے جانور ،

سرمار! سوور!
کڑھاؤ کو چھوڑ دیا،
مجھہ کو جلا دیا!
نصیبوں پھوٹے جانور!

(فاؤسٹ اور شیطان کو دیکھہ کر)

یہ کیا ماجرا ہے؟ تم کون ہو؟ یہاں کس لئے گھس آئے؟ ٹھہرو تمہارے پاؤں آگ سے جھلستی ہوں —

(وہ کڑھاؤ میں کفگیر چلاتی ہے اور فاؤسٹ شیطان، اور لنگوروں پر شعلے پھینکتی ہے؛ لنگور واویلا مچاتے ہیں)

شیطان

(پنکھے کی ڈنڈی سے ہانڈیاں اور پیالے توڑ پھوڑ کر رکھہ دیتا ہے)

دو ٹکڑے! دو ٹکڑے!
لے یہ تیرا حریرہ ہے،
لے یہ تیرے پیالے ہیں!
تو گاتی ہے میں بجاتا ہوں!

(جادوگرنی غصے اور ہول سے کانپتی ہوئی پیچھے ہٹتی ہے)

اب تونے مجھے پہچانا، ہڈیوں کی مالا! مرگھٹ کی بھتنی! اپنے آقا کو پہچانا؟ کچھہ سوچ کے رہ جاتا ہوں نہیں تیرے اور تیرے لنگوری روحوں کے ٹکڑے اڑا دیتا - چڑیل کہیں کی! اس لال صدری کا ادب نہیں کرتی؟ اس مرغے کے پرکو نہیں پہچانتی؟ میری صورت نہیں دیکھی؟ کیا مجھے نام بتانے کی ضرورت ہے؟

جادوگرنی

میرے مالک، میری خطا معاف کردیجئے! مگر آپ کے سم کہاں ہیں اور آپ کے دونوں کالے کوے کیا ہوے؟

شیطان

جا اب کی بار میں تجھے معاف کرتا ہوں کیونکہ تونے سچ مچ مجھے بہت دن کے بعد دیکھا ہے - پھر یہ بھی ہے کہ ساری دنیا کی طرح مجھ پر بھی تہذیب نے صیقل کر دی ہے ; وہ پرانا شمالی ہوّا اب نظر نہیں آتا - سینگ اور دم اور پنجے غائب ہو گئے؛ البتہ پیروں کو میں نہیں بدل سکتا ; اندیشہ تھا کہ اِن کے سبب سے لوگ مجھ سے بد ظن ہو جائیں گے اس لئے سالہا سال سے میں نے بھی بہت سے نوجوانوں کی طرح مصنوعی پنڈلیاں لگالی ہیں -

جادوگرنی

(ناچتی ہے) اس وقت میں خوشی سے اپنے آپے میں نہیں - مدت کے بعد آج شیطان کی زیارت ہوئی -

شیطان

خبردار اے عورت مجھے اس نام سے مت پکار -

جادوگرنی

کیوں خیر تو ہے؟ اس میں کیا برائی ہے؟

شیطان

اب عرصے سے یہ نام بس کہانیوں میں رہ گیا ہے! مگر انسانوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ; وہ ایک شیطان سے چھٹکارا پا گئے مگر بہت سے شیطان باقی ہیں - تو مجھے نواب صاحب کہہ، بس قصہ

ختم ہے - میں بھی اور رئیسوں کی طرح رئیس ہوں - اگر تجھے میری آبائی ریاست میں شبہ ہو تو میرا مارکہ دیکھ - (ناشائستہ اشارہ کرتا ہے)

جادوگرنی

(ہنستے ہنستے لوٹ جاتی ہے) آپ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں - اب تک وہی شرارت چلی جاتی ہے -

شیطان

(فاؤست سے) میرے دوست یہ باتیں تو بھی سیکھ لے - جادوگرنیوں سے یہی برتاؤ کرنا چاہئے -

جادوگرنی

فرمائیے آپ کے لئے کیا حاضر کروں -

شیطان

اس جانے بوجھے عرق کا پیالہ بھر لا - مگر یاد رکھ دو آتشہ ہو -

جادوگرنی

آپ کا حکم سر آنکھوں پر! لیجئے یہ شیشہ ہے جس میں سے میں خود کبھی کبھی ایک آدھ گھونٹ پی لیتی ہوں - اس میں ذرا بھی بد بو نہیں؛ میں خوشی سے آپ کو ایک پیالہ دیتی ہوں (آہستہ سے) ان صاحب کو آپ نے پہلے سے بتا دیا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو گھنٹہ بھر میں ختم ہوجائیں -

شیطان

یہ میرے بڑے دوست ہیں - ایسا کر کہ یہ انہیں موافق آئے - میں انہیں تیرے باورچی خانے کے جوہر سے محظوظ کرنا چاہتا ہوں - حلقہ کھینچ - اپنا منتر پڑھ اور انہیں ایک

پیالی عرق دے —

(جادو گرنی ڈراؤنی شکل بنا کر ایک حلقہ کھینچتی ہے اور اپنے آس پاس عجیب غریب چیزیں رکھتی ہے ؛ گلاسوں سے جھنکار کی آواز اور کڑھاؤ سے نغمے کی صدا آنے لگتی ہے ۔ آخر میں ایک بڑی سی کتاب لاتی ہے اور لنگوروں کو حلقے میں بلا کر ایک سے ڈیسک کا کام لیتی ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں مشعل دے دیتی ہے ۔ اب وہ فاؤست کو اشارے سے بلاتی ہے ۔)

فاؤست

(شیطان سے) آخر اس حماقت سے فائدہ ؟ میں اِس دیوانی ہانڈی کو ، اس مجنونانہ شکل کو ، اس ذلیل دھوکے کو اچھی طرح جانتا ہوں ۔ مجھے اِن سے نفرت ہے —

شیطان

ہاں اِن بناوٹ کی باتوں پر ہنسی آتی ہے ! مگر اتنی نازک مزاجی سے کام نہ لے ! یہ اس وقت طبیب ہے اور طبیبوں کی طرح رعب گانٹھتی ہے تاکہ دوا کا اثر زیادہ ہو ۔ (وہ فاؤست کو زبردستی حلقہ میں ڈھکیل دیتا ہے)

جادوگرنی

(الفاظ پر زور دیکر کتاب میں سے منتر پڑھتی ہے)

دیکھ سمجھ لے ،

ایک کے دس کر ،

دو کو چھوڑ دے ،

تین کو برابر کر '
پھر تیری چاندی ہے '
چار کو رکھ دے '
پانچ اور چھ کو '
سات اور آٹھ کر '
بس پھر پو بارے ہیں '
تو ایکن ایک '
دس ایکن صفر ،
یہ میرا پہاڑا ہے -

فاؤست

یہ کیا ہذیان بکتی ہے --

شیطان

ابھی تو یہ تانتا چلا جائے گا ؛ میں اسے خوب جانتا ہوں ' ساری کتاب میں یہی پہاڑا ہے - میں نے اس میں بہت وقت ضائع کیا ہے کیونکہ جس چیز میں صاف تناقض ہو وہ نہ عقلمند کی سمجھ میں آتی ہے نہ بیوقوف کی - میرے دوست یہ فن پرانا بھی ہے نیا بھی - پرانے زمانے سے لوگ تین میں ایک اور ایک میں تین کہہ کر بجائے حق کے باطل کی تعلیم دیتے آئے ہیں - کہنے والے اپنی کہے جاتے ہیں ، ان احمقوں سے کون الجھے - انسان عموماً یہ سمجھتا ہے کہ اگر کچھ الفاظ جمع کردئیے جائیں تو ان کا کوئی نہ کوئی مطلب خواہ مخواہ نکل ہی آئے گا --

جادو گرنی

(بدستور منتر پڑھ رہی ہے)

علم کی اونچی گہری طاقت،
ساری دنیا سے پوشیدہ،
اُن کے حصے میں آتی ہے،
جن کو بالکل دھیان نہ ہو۔

فاؤسٹ

یہ کیا مہملات بک رہی ہے، میرا سر پھرا جاتا ہے! ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے لاکھوں احمقوں کی سنگت مل کر گیت گا رہی ہو۔

شیطان

بس! اے جادو کی رانی بس! اپنا عرق لا اور اس پیالی کو لب بھر دے۔ میرے دوست کو یہ نقصان نہیں کرے گی۔ وہ بڑے ظرف کا آدمی ہے اور نہ جانے کتنے جام پی چکا ہے۔

(جادو گرنی بڑے اہتمام سے عرق ایک پیالی میں انڈیلتی ہے جب فاؤسٹ اسے منہ سے لگاتا ہے تو ایک چھوٹا سا شعلہ اٹھتا ہے)

شیطان

پی جا، ایک گھونٹ میں پی جا، یہ حلق سے اترتے ہی تیرا دل خوش کردے گی تو شیطان سے یارانے کا دم بھرتا ہے اور ذرا سے شعلے سے ڈرتا ہے۔

(جادو گرنی حلقے کو توڑتی ہے فاؤسٹ باہر آتا ہے)

شیطان

بس! یہاں سے چل تیرے لئے آرام کرنا مضر ہے —

جادوگرنی

میری دعا ہے کہ یہ عرق کے دو گھونٹ تجھے اچھی طرح پچیں۔

شیطان

(جادوگرنی سے) اگر تو چاہتی ہے کہ میں تیرے ساتھ کچھ سلوک کروں تو مجھے والپرگس* کی رات کو یاد دلانا۔

جادوگرنی

میں ایک گیت سناتی ہوں اسے کبھی کبھی گایا کیجئے تو آپ کو اس کی تاثیر معلوم ہو —

شیطان

(فاؤسٹ سے) جلدی کر! میرے پیچھے پیچھے چل! مجھے پسینہ آنے کی بہت سخت ضرورت ہے تاکہ عرق کی قوت سارے جسم میں اندر سے باہر تک پھیل جائے۔ آرام کا لطف اُٹھانا میں تجھے اس کے بعد سکھاؤں گا۔ تب تیرے دل میں خوشی کی لہر اُٹھے گی! عشق و محبت خون بن کر رگوں میں دوڑ جائیں گے —

فاؤسٹ

لاؤ چلتے چلتے اِس آئینے کو ایک نظر اور دیکھ لوں۔ ہائے کیسی پیاری شکل تھی —

---

* یکم مئی کی رات۔ جرمنی میں عوام کا عقیدہ تھا کہ اس رات کو ہارتس کے پہاڑوں پر شیطان کا دربار ہوتا ہے —

شیطان

نہیں کوئی ضرورت نہیں - بہت جلد تجھے یہ عورتوں کی سرتاج جیتی جاگتی نظر آئے گی (آہستہ) اس عرق کی تاثیر سے تجھے ہر عورت ہیلن کی طرح حسین معلوم ہوگی —

سڑک

(فاؤسٹ چلا جارہا ہے - مارگریٹے قریب سے گذرتی ہے —)

فاؤسٹ

اے حسین صاحبزادی اگر اجازت ہوتو میں آپ کو اپنے بازو کاسہارا دے کر ساتھہ چلوں —

مارگریٹے

میں نہ صاحبزادی ہوں، نہ حسین ہوں، میں اکیلی گھر جاسکتی ہوں - (ہاتھہ چھڑا کر چلی جاتی ہے)

فاؤسٹ

واللہ یہ لڑکی رشک حور ہے! ان آنکھوں نے ایسی صورت آج تک نہیں دیکھی - کیسی پاکباز ہے! کیسی شائستہ! اور اس پر یہ تیکھی چتون! یہ لال لال ہونٹ یہ گورے گورے گال مجھے قیامت تک نہ بھولیں گے - اس کی یہ نیچی نظریں میرے کلیجے میں چبھہ گئیں - اس کی چھوٹی سی چوٹی دیکھہ کر دل پر سانپ لوٹ گئے —

(شیطان آتا ہے)

فاؤست

سن مجھے یہ لڑکی چاھئے!

شیطان

کون سی لڑکی —

فاؤست

وھی جو ابھی ابھی ادھر سے گئی —

شیطان

اچھا وہ! وہ تو پادری سے اپنے گناھوں کی معافی لے کر آرھی ھے - میں چپکے سے اُس کی کرسی کے پاس سے گزرا مگر معلوم ھوا کہ معصوم لڑکی ھے، خواہ مخواہ اعتراف گناہ کی رسم پوری کرنے آئی ھے؛ اس پر میرا قابو نہیں —

فاؤست

مگر اسکا سن تو چودہ سے کم نہیں —

شیطان

واہ رے میرے البیلے چھبیلے! تو سمجھتا ھے کہ جو پھول کھلتا ھے وہ تیرے ھی لئے ھے؛ بس ھاتھہ بڑھایا اور توڑ لیا - مگر یاد رکھہ ھمیشہ اس طرح کام نہیں چلتا —

فاؤست

بس اپنا قول اصولیاپن رھنے دے! بڑا واعظ بن کر آیا ھے! میں اتنا کہے دیتا ھوں کہ اگر یہ پیکر شباب آج رات کو میرے آغوش میں نہ ھوئی تو بارہ کا گجر بجتے ھی میری تیری دوستی القط —

شیطان

ارے میاں ابھی تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو - کچھہ نہیں تو چودہ دن موقع تلاش کرنے کو چاھئیں -

فاؤسٹ

اگر مجھے سات گھنٹے بھی ضبط کا یارا ہوتا تو ذرا سی چھوکری کو پھسلانے کے لئے شیطان کی مدد کی کونسی ضرورت تھی ؟

شیطان

واہ ، میرے شیرتوتو پورا فرانسیسی بن گیا ! بھرا کیوں جاتا ھے اتنا تو سوچ کہ اگر وہ فوراً تیرے قابو میں آ گئی تو کیا خاک لطف آئیگا - مزا تو جب ھے کہ کچھہ دنوں ذرا چھیڑ چھاڑ رھے ' تحفہ تحائف کا سلسلہ چلے ' کھلونے گڑیاں بھیجی جائیں ' وہ آھستہ آھستہ راہ پر لائی جائے - اطالیہ کے قصوں میں یہی ہوتا ھے -

فاؤسٹ

اس طول امل کی ضرورت نہیں - یہاں یوں ھی آگ لگی ہوئی ھے -

شیطان

اچھا اب دل لگی برطرف ' میں تجربہ سے سچ کہتا ہوں کہ یہ لڑکی ھرگز ھر گز اتنی جلدی ھات نہیں آسکتی؛ یہ قلعہ حملہ کرنے سے فتح نہیں ھونے کا - ھمیں حیلے سے کام لینا پڑیگا -

فاؤسٹ

اچھا کم سے کم اُسکی کوئی چیز ھی لادے ! اُس کی خوابگاہ ایک نظر دکھادے ! اُس آرام جان کا گلوبند یا موزہ بند ھی

مل جائے تو کچھ تسکین ہو -

شیطان

اچھا میں آج ہی شام کو تجھے اُس کے کمرے میں لے چلوں؛ تجھے کسی طرح یقین تو آئے کہ میں تیرے دل کی لگی بجھانے میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھتا -

فاؤست

اچھا وہ نظر بھی آئے گی ؟ وصل بھی ہوگا ؟

شیطان

نہیں ! وہ اپنے همسائی کے گھر جائیگی - تو اکیلا ہوگا جی بھر کے بوئے یار کی فضا میں سر شار ہو لینا اور آئندہ مسرتوں کے تصور کا لطف اُٹھانا -

فاؤست

تو اب چلیں نہ ؟

شیطان

نہیں ابھی بہت سویرا ہے -

فاؤست

مجھے اُس کے لئے کوئی اچھا سا تحفہ لادے -

شیطان

ابھی سے تحفہ ! شاباش ، شاباش ! اب کہاں بچ کر جاتی ہے ! مجھے بہت سی اچھی جگہیں اور بہت سے گڑے ہوئے خزانے معلوم ہیں - اب ذرا اُنہیں الٹ پلٹ کرنا ہے -

شام کا وقت

ایک چھوٹا سا صاف ستھرا کمرا —

(مار گریٹے بیٹھی چوٹی گوندھ رہی ہے)

کسی طرح یہ معلوم ہوتا کہ یہ صاحب جو راہ میں ملے تھے کون ہیں - دیکھنے میں تو بھلے آدمی ہیں اور عالی خاندان - میں ماتھے ہی سے پہچان گئی تھی - اور انہوں نے کچھہ ایسی شرارت بھی نہیں کی —

(چلی جاتی ہے)

('شیطان'-'فاؤست')

شیطان

چلے آؤ چپکے چپکے —

فاؤست

(تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد) بھائی مجھے میرے حال پر چھوڑ دے —

شیطان

(ادھر ادھر جھانک کر) ہر لڑکی میں یہ سلیقہ اور ستھراپن نہیں ہوتا —

فاؤست

(چاروں طرف دیکھہ کر) مرحبا اے حریم ناز کی ہلکی ہلکی تاریکی! حبذا اے محبت کے میٹھے میٹھے درد' جو امید کی شبنم کے سہارے مر مر کے جیتا ہے! ہر طرف ایک

کیف سا چھایا ہوا ہے، خاموشی کا، سکون و اطمینان کا۔ اس عسرت میں کیسی برکت ہے۔ اس قید خانے میں کیسی راحت ہے۔

(پلنگ کے قریب ایک چمڑے کی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

اے آرام کرسی تو نے ہزاروں خوشی کے متوالوں اور دکھ کے ماروں کو اپنے آغوش میں جگہ دی، اب مجھے بھی دم بھر گود میں لے لے -- خدا جانے کتنی بار اس آبائی تخت کے گرد بچوں کا جھرمٹ رہا ہے -- ممکن ہے کہ یہاں کبھی ولادت مسیح کی خوشی میں میری محبوبہ بچپنے کی بھولی بھالی شکل لئے ہوئے اپنے دادا کے ہاتھ کو حسن عقیدت سے بوسہ دینے آئی ہو۔ اے نازنیں میرے گرد تیری رحمت، برکت اور سلیقے کی روح منڈلا رہی ہے جو شفقت مادرانہ سے تجھے روز میز پر صاف ستھری چادر بچھانے، پیروں کے نیچے ریت بکھیرنے کی ہدایت کرتی ہے -- تیرے پیارے ہاتھ دیویوں کے سے ہیں؛ یہ جھونپڑی تیری ذات سے رشک بہشت بن گئی ہے -- اور یہ کیا ہے؟ (مسہری کا پردہ اٹھاتا ہے) ارے! میرے دل پر کیسی ہیبت اور مسرت چھا گئی -- جی چاہتا ہے پہروں یہیں بیٹھا رہوں -- اے فطرت! یہیں تو نے میٹھے میٹھے خواب دکھا کر میری فرشتہ طینت محبوبہ کی تربیت کی ہے۔ یہیں وہ بچپنے میں اپنے نازک دل میں زندگی کی حرارت لئے ہوئے آرام کرتی تھی اور یہیں تو نے عفت اور پاکی کے رنگ و روغن سے اُس کے دیویوں جیسے چہرے کا نقش بنایا۔

اور تو بتا! تو یہاں کس لئے آیا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ تیری روح کیوں

تڑپتی ہے ؟ تیرا دل کیوں بیٹھا جاتا ہے ؟ کیا تو فاؤست ہے ؟ میں تجھے نہیں پہچانتا - کیا یہ طلسمات کی فضا ہے ؟ مجھے ناپاک آرزو کی خلش یہاں لائی تھی اور اب پاک محبت کا خواب بہائے لئے جاتا ہے ؟ کیا ہماری ہستی زندگی کی ہواؤں کا کھلونا ہے ؟ اگر وہ اس وقت آ جائے تو تجھے اپنے جرم کی کیسی سزا ملے ؟ تو پانچ ہاتھہ کا آدمی بچوں کی طرح گھگیا کر اس کے قدموں پر گرے ---

(شیطان آتا ہے)

شیطان

جلدی چل ! وہ آ رہی ہے -

فاؤست

جا ! جا! میں اب کبھی نہ آؤں گا -

شیطان

میں یہ وزنی صندوقچہ ایک جگہ سے مار لایا ہوں - لے اسے اُس بڑی الماری میں رکھہ دے ! میں تجھہ سے سچ کہتا ہوں اسے دیکھہ کر اس کے ہوش جاتے رہیں گے - میں یہ چیزیں اس لئے لایا تھا کہ تو کسی اور لڑکی کو رجھائے مگر خیر کھیل کھیل سب برابر اور بچے بچے سب ایک سے ---

فاؤست

کچھہ سمجھہ میں نہیں آتا ' میں اسے رکھوں یا نہ رکھوں -

شیطان

کیا سچ مچ تمہیں اس میں بہت تردد ہے ؟ شاید ان جواہرات پر تمہاری خود رال ٹپکتی ہے ؟ اگر ایسا ہے تو میری صلاح یہ ہے کہ اپنے لالچ کو عشق کی عالم افروز روشنی

میں رسوا نہ کرو اور مجھے اب زحمت نہ دو۔ مگر مجھے یقین نہیں آتا کہ تم ایسے کم ظرف ہو؟ مجھ سے سوائے سر کھجانے اور ہاتھ ملنے کے کچھ بن نہیں پڑتا —

(صندوقچے کو الماری میں رکھ کر قفل لگا دیتا ہے)

بس اب یہاں سے فوراً چل دو، یقین مانو کہ وہ شمع رو موم کی طرح پگھل جائے گی۔ مگر تم تو اس طرح آنکھیں پھیلائے ہو گویا لکچر کے کمرے میں جاتے ہو اور طبعیات اور ما بعد الطبیعیات جیتی جاگتی تمہارے سامنے کھڑی ہیں۔ چلتے ہو کہ نہیں؟ (چلے جاتے ہیں)

مارگریٹ

(ایک لیمپ ہاتھ میں لئے ہوئے) اُفوہ! اس کمرے میں کیسی گرمی اور گھٹن ہے۔ (کھڑکی کھولتی ہے) مگر باہر تو اتنی گرمی نہیں۔ میرے جی کا عجب حال ہوا جاتا ہے۔ خدا کرے اماں جلدی آئیں۔ میرے ہاتھ پاؤں میں سنسنی ہو رہی ہے۔ میں بھی کیسی ڈرپوک بیوقوف عورت ہوں!

(کپڑے اتارتی ہے اور گاتی جاتی ہے)

تولے میں ایک راجا تھا؛
بڑا سچا اور بڑا اچھا،
اس کی پیاری نے مرتے دم
اس کو سونے کا جام دیا،
جام تھا اس کو جان سے بڑھ کر
ہر دعوت میں بھر کر پیتا تھا؛

پی کر آنکھیں بھر جاتی تھیں
مرنے والی یاد آتی تھی -
جب اس کے مرنے کا وقت آیا،
سارے شہروں کی گنتی کی-
اور اپنے وارث کو سونپے؛
جام مگر سونپا نہ گیا -
اُس نے سب کی دعوت کی،
سارے بانکے حاضر تھے،
وہ اپنے گڑھ میں ندی کنارے
گدی کے اوپر بیٹھ گیا
بوڑھے مہا شرابی نے،
شراب کا آخری جام پیا،
اور اُس پاک پیالے کو،
بیچ ندی میں پھینک دیا -
اُس نے جام کو گرتے دیکھا
بھنور میں چکرا کے ڈوبتے دیکھا -
اُس کی آنکھیں پتھرائیں -
اور پلک جھپکتے کچھ بھی نہ تھا -

(وہ کپڑے رکھنے کو الماری کھولتی ہے اور زیور کا صندوقچہ دیکھتی ہے)

ارے یہ صندوقچہ یہاں کیسے آیا؟ میں تو قفل لگا کے گئی تھی - مگر یہ کتنا خوبصورت ہے! نہ جانے اس کے

اندر کیا ہے ؟ شاید کوئی شخص اسے اماں کے پاس گروی رکھہ گیا ہے - اس کے ساتھہ کنجی بھی ہے - ذرا کھول کے تو دیکھوں - یا اللہ ! یہ کیا ہے ؟ ایسی چیز میں نے آج تک نہیں دیکھی - کتنا بڑھیا زیور ہے ؟ یہ تو اس لائق ہے کہ بیگمیں بڑے سے بڑے تہوار کے دن پہنیں - دیکھوں میرے گلے میں یہ مالا کیسی معلوم ہوتی ہے —

خدا جانے یہ کس کی چیزیں ہیں ؟ (مالا اور بالیاں پہنتی ہے اور آئینے کے پاس جاتی ہے)

کاش یہ بالیاں میری ہوتیں ! انہیں پہن کے آدمی کچھہ کا کچھہ ہو جاتا ہے - میری خوبصورتی اور میری جوانی کس کام کی - یہ چیزیں بھی اپنی جگہہ پر اچھی ہیں - مگر انہیں کون پوچھتا ہے ؟ لوگ کچھہ ترس کھا کر تعریف کردیتے ہیں - ارے یہ دنیا لو بھی ہے ' سونے روپے پر مرتی ہے - ہائے غریبی ! ہائے غریبی !

چہل قدمی

(فاؤسٹ اپنے خیال میں ڈوبا ہوا ٹہل رہا ہے شیطان ساتھہ ہے)

شیطان

لعنت ہو رد کی ہوئی محبت پر ! لعنت ہو آتش جہنم پر ! کاش مجھے کوئی اس سے بدتر چیز معلوم ہوتی جس پر میں لعنت بھیجتا !

فاؤست

ارے تجھے کیا ہوا ؟ کیا کسی نے تیرا منہ جھلس دیا ؟
ایسی شکل میلے آج تک نہیں دیکھی —

شیطان

جی چاہتا ہے اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کر دوں مگر
کیا کروں اتفاق سے شیطان میں ہی ہوں —

فاؤست

کیا پاگل ہوگیا ہے ؟ مگر یہ دیوانوں کی سی حرکتیں تجھہ
پر پھبتی خوب ہیں —

شیطان

غضب خدا کا جو زیور میں گریتشن * کے لئے لاؤں اُسے ایک پادری اُڑالے جائے اُس کی ماں زیور کو دیکھتے ہی دل میں ڈر گئی — اُس عورت کی ناک بڑی تیز ہے ' اپنی مناجات کی کتاب کو سونگھتے سونگھتے مشاق ہوگئی ہے - وہ ہر چیز کو سونگھ کر معلوم کر لیتی ہے کہ پاک ہےیا ناپاک — زیور کو سونگھتے ہی پہچان گئی کہ اِس میں برکت نہیں - اُس نے گریتشن سے کہا " بیٹی " حرام کا مال روح کو جکڑ دیتا ہے ' خون کو چوس لیتا ہے - اِسے ہم کنواری مریم کی نذرکر دیں تو ہم پر آسمان سے من و سلویٰ نازل ہوگا " مار گریتے نے منہ تھتا کر کہا " میں تو

* مار گریتے کو پیار سے گریتشن کہتے ہیں - یہ " شن " جر من صغیر کی علامت ہے اور پیار ظاہر کرنے کے لئے اشخاص اور اشیا کے ناموں کے آخر میں لگادیا جاتا ہے —

سمجھتی ہوں جو چیز تحفے میں آئے وہ اپنی ہے ـ میں کبھی نہ مانوں گی جو شخص ایسا اچھا تحفہ لایا تھا وہ ہرگز خدا سے دور نہیں'' ماں نے ایک پادری کو بلایا ـ اس نے معا ملے کو سمجھتے ہی دل میں کہا کہ ایسے موقعے کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے؛ کہنے لگا ـ ''بیگم صاحبہ کا خیال بہت مبارک ہے ضبط نفس کرنے والا اجر نیک پاتا ہے ـ کلیسا کا معدہ بہت قوی ہے وہ ملک کے ملک ہضم کر گیا اور ڈکار تک نہ لی ـ میری پیاری خواتین ' حرام کا مال سوائے کلیسا کے کسی کے پیٹ میں نہیں پچتا'' ـــ

فاؤسٹ

واہ ! یہ صفت اوروں میں بھی ہے ـ بادشاہوں اور یہودیوں کو بھول ہی گیا ـــ

شیطان

پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور مالا ' کنگن اور بالیاں اٹھا کر اس بے پروائی سے جیب میں ڈال لیں گویا ٹوکری میں سے اخروٹ اٹھا لئے ہوں ـ چلتے چلتے وہ ان سے رحمت خداوندی کا وعدہ کر گیا اور وہ نہال ہوگئیں ـــ

فاؤسٹ

اور ' گریٹشن ' ؟

شیطان

ماہی بے آب کی طرح تڑپتی ہے ـ اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا دل کیا چاہتا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے ـ

دن رات زیور کو یاد کرتی ہے اور اس سے بڑھ کر زیور لانے والے کو —

فاؤست

اس آرام جان کی پریشانی پر میرا دل کڑھتا ہے - جا اس کے لئے اور زیور لا - پہلا تو کچھہ یوں ہی سا تھا —

شیطان

جی ہاں آپ کے نزدیک یہ بچوں کا کھیل ہے —

فاؤست

جو میں کہتا ہوں اُسے سن - اُس کی ہمسائی سے ربط ضبط پیدا کر - جا جلدی زیورلا - تو شیطان ہے نہ مٹی پھوس —

شیطان

بہت اچھا سرکار، سر آنکھوں سے -

(فاؤست چلا جاتا ہے)

یہ عاشق بھی نرے اُلو ہوتے ہیں - ان کا بس چلے تو اپنی محبوبہ کا دل لبھانے کے لئے چاند سورج اور ستاروں کو آتشبازی کی طرح چھڑا دیں —

ہمسائی کا مکان

(مارتھے اکیلی ہے)

خدا میرے پیارے شوہر کی خطا بخشے اس نے میرے ساتھہ کچھہ اچھا سلوک نہیں کیا - آپ تو ساری خدائی کی سیر کرتا پھرتا ہے اور مجھے یہاں رانڈ سی بنا کے چھوڑ دیا ہے - اللہ جانتا ہے میں نے اُسے کبھی دکھہ نہیں دیا

اُسے اپنی جان سے عزیز رکھا - (روتی ھے) کہیں ایسا نہ ھو وہ مرگیا ھو - ھائے میرے اللہ - اور میرے پاس اس کی موت کا تصدیق نامہ تک نہیں —

(مارگریتے آتی ھے)

مارگریتے

بی بی مارتھے!

مارتھے

اری کیا ھے 'گریتشن'؟

مارگریتے

ارے میں تن بدن سے کانپی جاتی ھوں - اُسی طرح کا ایک آبنوسی صندوقچہ پھر میری الماری میں رکھا ھے اور اُس میں پہلے سے بھی بڑھیا زیور ھیں -

مارتھے

اپنی ماں سے نہ کہنا، نہیں تو وہ پھر پادری کے حوالے کردے گی -

مارگریتے

ذرا ایک نظر دیکھو تو!

مارتھے

(زیوروں کو کپڑے سے صاف کرتی ھے) تو بھی کتنی خوش نصیب ھے -

مارگریتے

مگر افسوس میں انہیں پہن کر سڑکوں پر اور گرجا میں

لڑکوں کو دکھا نہیں سکتی -

مارتھے

تو چپکے سے میرے یہاں چلی آیا کر اور زیور پہن کر دو گھڑی آئینے کے سامنے ٹہلا کر؛ ہم دونوں کا جی خوش ہوگا - پھر موقع سے دعوتوں میں پہن کر جانا اور رفتہ رفتہ کھلے بندوں پہننا شروع کردینا - پہلے مالا، پھر بالیاں، پھر اور چیزیں - اللہ چاہے تو تیری ماں کی نظر بھی نہیں پڑے گی اور جو دیکھ بھی لیا تو کوئی بات بنادیں گے -

مارگریتے

خدا جانے کون یہ دونوں صندوقچے لایا - یہ باتیں کچھ ٹھیک نہیں —

(کوئی دروازے پر دستک دیتا ہے)

الٰہی خیر! کہیں اماں تو نہیں —

مارتھے

(دروازہ کے سوراخ سے جھانکتی ہے) کوئی اجنبی ہیں تشریف لائے ہیں

(شیطان داخل ہوتا ہے)

شیطان

دونوں خاتونوں سے معافی چاہتا ہوں کہ اس بے تکلفی سے اندر چلا آیا -

(مارگریتے کو دیکھ کر ادب سے پیچھے ہٹتا ہے)

میں بیگم مارتھے شویرت لائن کے پاس حاضر ہوا ہوں -

مارتھے

یہ میرا ھی نام ھے فرمائیے کیا کہنا ھے —

شیطان

(مارتھے سے مخاطب ھوکر آھستہ) اب میں نے آپ کو پہچان لیا - اِس وقت یہ معزز خاتون آپ سے ملنے آئی ھیں - میری جسارت کو معاف فرمائیے - سہ پہر کو پھر حاضر ھو نگا -

مارتھے

(بلند آواز سے) سدا مار گرتیے یہ صاحب تجھے معزز خاتون سمجھتے ھیں —

مار گریتے

میں تو ایک غریب لڑکی ھوں - یہ آپ کی مہربانی ھے جو آپ ایسا خیال کرتے ھیں - یہ زیور میرے نہیں ھیں -

شیطان

کچھہ زیور پر موقوف نہیں اِن کے چہرے بشرے سے ان کی نظروں سے شرافت ٹپکتی ھے - میں بہت ممنون ھوں کہ - آپ مجھے ٹھیرنے کی اجازت دیتی ھیں -

مارتھے

آپ کیسے تشریف لائے مجھے بہت اشتیاق ھے کہ —

شیطان

کاش میں کوئی اچھی خبر لاتا مگر اُمید ھے کہ آپ مجھے قصور وار نہ ٹھرائیں گی - آپ کے شوھر نے انتقال کیا اور مرتے وقت آپ کو یاد کرتے تھے —

مارتھے

مر گیا ؟ میرا چاہنے والا ! ہائے ستم! میرا شوہر دنیا سے اُٹھ گیا ! ہائے میرا دم نکلا !

مارگریتے

پیاری خاتون جی کو سنبھالئے -

شیطان

مجھے یہ دل خراش خبر پوری تو کر لینے دیجئے -

مارگریتے

میں جیتے جی کسی سے دل نہ لگاؤں گی - اگر اپنے چہیتے کی سنانی سنوں تو خدا جانے کیا حال ہو -

شیطان

ہر خوشی کے بعد غم ہے ہر غم کے بعد خوشی -

مارتھے

اُن کے آخری وقت کا حال سنائیے -

شیطان

وہ پیدوا میں سینٹ انطونی کے مزار کے پاس دفن ہیں - جگہ تو بڑی مقدس ہے مگر ذرا دھوپ آتی ہے -

مارتھے

انہوں نے کچھ اور کہلا بھیجا ہے ؟

شیطان

ہاں ایک وصیت ہے - بہت اہم اور بہت مشکل - ,, میری بیوی سے کہنا میرے لئے تین سو نمازیں پڑھوائے افسوس ! میری جیب بالکل خالی ہے" -

مارتھے

غضب خدا کا ! کوئی ذراسی یادگار بھی نہیں ؟ کوئی زیور بھی نہیں ؟ مزدور تک اپنی گدڑی میں یادگار کے طور پر کچھہ بچا رکھتے ہیں- اورچاھے فاقےکریں' بھیک مانگیں' مگر اُسےھاتھہ نہیں لگاتے-

شیطان

بیگم صاحبہ مجھے سخت افسوس ھے - میں آپ سے سچ کہتا ہوں اُنھوں نے کبھی فضول خرچی نہیں کی - اُنھیں بھی اپنے قصور پر ندامت تھی - اپنی بدنصیبی کو روتے تھے -

مارگریتے

ھائے دنیا میں کیسے بد نصیب انسان ھیں ! میں اُن کی بخشش کے لئے دعا کروں گی —

شیطان

تمھاری تو اب شادی کی عمر ھے - بڑی پیاری لڑکی ھو -

مارگریتے

نہیں صاحب مجھہ سے کون شادی کرتا ھے —

شیطان

جب تک شوھر نہیں آشنا ھی سہی - ایسی نازنین کی ھم آغوشی خدا کی بڑی نعمت ھے —

مارگریتے

ھمارے یہاں یہ دستور نہیں —

شیطان

دستور ھو یا نہ ھو' کرنے والے کرتے ھیں —

مارتھے

کچھہ اور بیان کیجئے —

شیطان

میں اُس کے بستر مرگ کے قریب کھڑا تھا - وہ گھورے پر نہیں -را بلکہ سڑی ہوئی پھال پر - مگر مرتے دم تک عیسائیت پر ایمان رکھتا تھا —

"مجھے خود اپنی زندگی سے نفرت ہوتی ہے - آہ! مجھ کمبخت نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا ' اپنا کار و بار برباد کر دیا - ہائے! یہ خیال مجھے مارے ڈالتا ہے - کاش وہ میرا قصور اسی زندگی میں معاف کر دیتی!"

مارتھے

(روتی ہے) کیا نیک آدمی تھا میں نے معاف کیا میرے خدا نے معاف کیا —

شیطان

آخر میں اتنا اور کہا "مگر اللہ جانتا ہے میری بیوی مجھہ سے زیادہ قصور وار تھی"

مارتھے

جھوٹا کہیں کا! مرتے وقت بھی جھوٹ سے باز نہ آیا —

شیطان

ہاں میں تاڑ گیا تھا کہ یہ نزع کے عالم میں قصے گھڑ رہا ہے - کہنے لگا "مجھے دم بھر تفریح کی فرصت نہ ملتی تھی ایک تو بچے پیدا کرنا ' دوسرے اُن کے لئے روٹی اور روٹی

کیا سبھی کچھ مہیا کرنا ، پھر گھر والی کی یہ حالت کہ دو نوالے چین سے کھانا دشوار کردیتی تھی —

مارتھے

ارے وہ میری ساری محبت ، وفاداری ، دن رات کی جفا کشی بھول گیا ؟

شیطان

نہیں ، نہیں وہ تمھیں بہت یاد کرتا تھا ۔ کہتا تھا کہ مالٹا سے چلتے وقت میں نے بیوی بچوں کے لئے گڑ گڑا کر دعا مانگی اور خدا کے فضل سے ایک ترکی جہاز جس میں سلطان کا خزانہ جا رہا تھا ہمارے ہاتھ آ گیا ۔ ان سب لوگوں میں جنھوں نے بہادری دکھائی تھی انعام بانٹے گئے اور مجھے میرے استحقاق کے مطابق معقول حصہ ملا —

مارتھے

اچھا ! تو پھر وہ کیا ہوا ؟ کیا کہیں دفن ہے ؟

شیطان

خدا جانے چاروں سمت کی ہواؤں نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ۔ جب تمہارا شوہر نیپلز میں پردیسیوں کی طرح ادھر ادھر پھر رہا تھا تو ایک حسین دوشیزہ نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا اور ایسی محبت اور وفاداری برتی جسے وہ مرتے دم تک نہیں بھولا —

مارتھے

اچھا ! شہدا ! بیوی بچوں کا چور ! اتنی مصیبتیں اٹھائیں

پھر بھی آوارگی نہ چھوڑی —

شیطان

اسی لئے تو بیچارہ مرگیا ۔ اب اگر میں آپ کی جگہہ ہوتا تو ایک سال تک جی سے سوگ مناتا اور اس اثنا میں کوئی نیا چاہنے والا ڈھونڈھ لیتا ۔

مارتھے

- اللہ جانتا ہے جیسا میرا پہلا تھا ویسا اب ساری دنیا میں ملنا دشوار ہے ۔ ہاے ایسے پیارے الو کہاں ہوتے ہیں ۔ کر اتنا عیب تھا کہ آوارہ گردی ، پرائی جورو ، پرائی شراب ، اور اس مت گئے جوئے پر جان دیتا تھا —

شیطان

ہاں ! اگر وہ بھی آپ کی حرکتوں سے اسی طرح چشم پوشی کرتا تو نبھہ جاتی ۔ یقین مانئے اس شرط پر میرا خود جی چاہتا ہے کہ آپ سے انگوٹھی * بدل لوں —

مارتھے

آپ تو دل لگی کرتے ہیں —

شیطان

(علحدہ) بس اب یہاں سے کھسکنا چاہئے ۔ یہ اگر شیطان کی بات پکڑ لے تو اسے بھی شادی کرتے ہی بن پڑے ۔ (گریٹشن سے) کہئے اب آپ کے دل کا کیا حال ہے ؟

---

* یورپ میں قاعدہ ہے کہ جب لڑکے لڑکی میں نسبت ہو جاتی ہے تو وہ انگوٹھی بدل لیتے ہیں —

مارگریٹ

میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی —

شیطان

(علیحدہ) کیسی نیک، بھولی بھالی لڑکی ہے (دونوں سے مخاطب ہو کر) خدا حافظ! میں اجازت چاہتا ہوں —

مارتھے

ایک بات اور بتاتے جائیے - کیا مجھے اس بات کا تصدیق نامہ مل سکتا ہے کہ میرا سر تاج کہاں، کب کیسے مرا اور دفن ہوا؟ میں ہمیشہ سے ضابطے کی میں ہی کرتی ہوں - اُس کے مرنے کی خبر سرکاری کاغذ میں بس آ جائے تو مجھے اطمینان ہو —

شیطان

ہاں بیگم صاحبہ - دو گواہوں کی شہادت ہر شراب شا ثابت کرنے کے لئے کافی ہے - میرا ایک ساتھی ہے چشم ۲ سانس - میں اُسے بھی عدالت میں پیش کر دونگا - تو میں تو اُسے آپ کے پاس لاؤں؟ —

مارتھے

ہاں ضرور لائیے - آپ کا بڑا احسان ہوگا —

شیطان

اور یہ صاحبزادی بھی تشریف لائیں گی نہ؟ وہ بڑا اچھا لڑکا ہے، ملک ملک کی سیر کر چکا ہے اور نوجوان خاتونوں سے نہایت ادب اور شائستگی سے پیش آتا ہے —

مارگریتے

مجھے تو اُن کے سامنے شرم آئے گی —

شیطان

آپ کی سی شریف لڑکی بڑے سے بڑے بادشاہ سے آنکھ ملا سکتی ہے —

مارتھے

تو ہم آج شام کو اُس مکان کے پچھواڑے باغ میں اُن کا انتظار کریں گے —

سڑک

فاؤست — شیطان

فاؤست

جلدی بتا ! کچھ اُمید ہے ؟ دیر تو نہیں لگے گی —

شیطان

شاباش ! کیوں نہ ہو ! اب تک وہی گرما گرمی ؟ بس تھوڑی دیر میں ' گرتھشن ' تمہاری ہے - آج شام کو وہ اپنی ہمسائی ' مارتھے ' کے یہاں تم سے ملے گی - یہ بڑھیا معلوم ہوتا ہے خاص تجربہ ہن اور کٹنا پے کے لئے بنائی گئی ہے —

فاؤست

بس پھر تو کام بن گیا —

شیطان

مگر اس کے بدلے میں ہمیں بھی کچھہ کرنا پڑےگا —

فاؤست

اس ہاتھہ لے اُس ہاتھہ دے - یہ تو دنیا کا دستور ہے —

شیطان

بس ذرا سی حلفیہ شہادت دینا ہے کہ ' مارتھے ' کا شوہر 'پیڈوا ' میں قبر میں پیر پھیلائے سوتا ہے —

فاؤست

واہ ری تیری عقلمندی ! اب اتنی دور کا سفر کرنا پڑیگا —

شیطان

تیری سادگی کے قربان ! ارے اس سے کیا واسطہ ؟ شہادت دینا ہے یا تحقیقات کرنا ہے ؟

فاؤست

اگر اسی پر انحصار ہے تو بس ہو چکا !

شیطان

الله رے تقدس ! پھر ولی کیوں نہ بن گیا ؟ کیا اپنی عمر میں پہلی بار جھوٹی شہادت دے رہا ہے ؟ کیا تو نے بھوین چڑھا کر ، سینہ ٹھونک کر بلند آهنگی سے دنیا اور مافیہا اور اور انسان اور اُس کے دل و دماغ کی منطقی تعریفیں کبھی نہیں کیں ؟ ذرا اپنے دل سے پوچھہ اور ایمان سے کہہ کہ تجھے ان چیزوں کا اتنا بھی علم تھا جتنا " شویرٹ لائن " مرحوم کی موت کا — ؟

فاؤست

تو بھی ہمیشہ جھوٹا اور سوفسطائی ہی رہا —

شیطان

انسان ذرا گہری نظر ڈالے تو دل کا کھوٹ معلوم ہو - بھلا کل تو دنیا بھر کا ایمان داربنکر بچاری گرتیشن کو نہیں پھسلائے گا اور اُس پر قلبی محبت نہیں جتائے گا ؟

فاؤست

بیشک ! سچے دل سے !

شیطان

ہاں کیوں نہیں ! اور ابدی مہرو وفا کا پیمان ' تن من قربان کر دینے کا دعویٰ ؟ یہ بھی سچے دل سے ہوگا ؟

فاؤست

بس بک بک نہ کر ! یقیناً ہوگا ! اگر میرے دل پر کوئی واردات گزر رہی ہے، اپنے احساس کی قیامت خیز کشمکش کے لئے کوئی نام ڈھونڈھے نہ پاؤں اور سارے عالم محسوس و معقول کو چھان ڈالنے کے بعد اونچے سے اونچے اور گہرے سے گہرے لفظ تلاش کرکے لاؤں ' اس التہاب قلب کو نامحدود ازلی ' ابدی، کہوں تو کیا یہ شیطانی جھوٹ کا طلسم ہے ؟

شیطان

میری بات میں ذرہ برابر فرق نہیں —

فاؤست

خدا کے لئے سن اور سمجھ ! میرے پھیپھڑے پر رحم کر !

جو اپنی بات کی پچ کرنا چاہتا ہے اور مُنھہ میں زبان رکھتا ہے اسے دنیا میں کوئی قائل نہیں کرسکتا - میں اس بک بک سے عاجز آگیا ! مجھے بغیر شہادت دئے چارہ نہیں -

باغ

(' مارگریتے ' ' فاؤست ' کے بازو کا سہارا لئے اور ' مارتھے ' ' شیطان ' کے ساتھہ ٹہل رہی ہے)

مارگریتے

میں جانتی ہوں کہ آپ میری دلدھی کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں - آپ کے اس انکسار سے میں شرم سے گڑی جاتی ہوں - سیاحوں کا دستور ہے کہ انہیں جو کچھہ مل جائے فراخ دلی سے اُس پر قناعت کرتے ہیں ؛ آپ کے سے آدمی کو جس نے دنیا دیکھی ہے میری باتوں میں کیا خاک لطف آئے گا -

فاؤست

تیری ایک نظر میں ' تیرے ایک لفظ میں جو بات ہے وہ ساری دنیا کی حکمت میں نہیں -

(وہ اس کے ہاتھہ کو بوسہ دیتا ہے)

مارگریتے

رہنے دیجئے آپ کو تکلیف ہوتی ہے ! آپ میرا ہاتھہ کیوں چومتے ہیں ؟ کیسا بھدا اور کھردرا ہے ! گھر کا سارا کام مجھے کرنا پڑتا ہے - امانِ بڑی سختی کرتی ہیں -

(دونوں آگے بڑھ جاتے ہیں)

مارتھے

تو آپ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں ؟

شیطان

افسوس ! اپنے پیشے اور اپنے فرائض کی بدولت ہم مارے مارے پھرتے ہیں ! بعض جگہوں سے جاتے ہوئے جان پربن جاتی ہے مگر ٹھہرنا اپنے اختیار میں نہیں !

مارتھے

جب تک جوانی دوانی رہتی ہے آدمی کٹی پتنگ کی طرح ادھر اُدھر جھو نکے کھانے میں خوش رہتا ہے ؛ مگر ایک دن بڑھاپے کی کٹھن گھڑیاں آن پہنچتی ہیں اور مرتے دم تک اکل کھرا بن بیٹھا رہنے میں کسی کا بھلا نہیں ہوتا -

شیطان

اس کا تصور کرکے میں کانپتا ہوں -

مارتھے

جنابعالی اسی لئے میں آپ سے کہتی ہوں کہ ابھی وقت ہے سوچ لیجئے —

(آگے بڑھ جاتے ہیں)

مارگریٹے

سچ ہے، آنکھ سے اوجھل دل سے دور ! آپ کو میٹھی میٹھی باتیں کرنا آتا ہے ; آپ کے نہ جانے کتنے دوست ہیں - میری سمجھ کا آپکی سمجھ سے کیا مقابلہ —

فاؤسٹ

بیچاری خاتون یقین مان یہہ جیسے لوگ سمجھہ کہتے ہیں اصل میں گھسلت اور چھچھوراپن ہے۔

مار گریتے

یہ کیسے ؟

فاؤسٹ

ہائے معصومی اور سادگی کو اپنی قدر بالکل نہیں ہوتی! عاجزی اور مسکینی محبت کرنے والی فیاض قدرت کی سب سے بڑی دین ہے -

مار گریتے

ہاں ہماری گرہستی چھوٹی سی ہے مگر پھر بھی اس کا سلجھا لنا اچھا خاصا کام ہے - ہمارے گھر کوئی نوکرنی نہیں؛ مجھے خود پکانا ریندھنا ، جھاڑو دینا ، سینا پرونا اور صبح سے شام تک گھڑی گھڑی بازار جانا پڑتا ہے - پھر اماں ہر کام میں میں میکھہ نکالتی ہیں - اللہ کے فضل سے ہمیں پیسے کی تکلیف نہیں - ہم چاہیں تو اوروں سے اچھی بسر ہوسکتی ہے - ابا جان اچھی خاصی جائداد چھوڑ گئے ہیں - شہر کے قریب ایک مکان ہے اور ایک باغ - ہاں میں یہہ کہتی تھی آج کل گھر سنسان رہتا ہے - میرا بھائی فوج میں سپاہی ہے اور چھوٹی بہن گذر گئی - اس کے مارے میرا ناک میں دم تھا مگر اسے اتنا چاہتی تھی کہ سب کچھہ خوشی سے سہہ لیتی تھی:

فاؤست

اگر وہ تیری جیسی تھی تو حور ہوگی ۔

مارگریتے

میں نے ہی اُسے پالا پوسا تھا اور وہ مجھے دل سے چاہتی تھی ۔ وہ ابا کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی تھی ۔ اماں ایسی بیمار تھیں کہ ہم سب اُن کے بچنے سے نا اُمید تھے ۔ وہ آہستہ آہستہ اچھی ہوگئیں مگر اتنی کمزور تھیں کہ ننھی کو دودھ نہیں پلا سکتی تھیں ۔ میں نے اُسے دودھ اور پانی پر پالا ۔ اس لئے وہ میری بچی ہو گئی ۔ وہ میری گود میں ہنستی کھیلتی بڑی ہوئی ۔

فاؤست

تجھے کیسی سچی خوشی حاصل ہوتی ہوگی ۔

مارگریتے

مگر بعض گھڑیاں بڑی کٹھن گزریں ۔ رات کو ننھی کا پالنا میرے پلنگ کے پاس رہتا تھا ۔ جہاں وہ ذرا بے چین ہوئی ، میری آنکھ کھل جاتی تھی ۔ اور جب وہ کسی طرح چپ نہیں ہوتی تھی تو میں اُٹھ کر اُسے سارے کمرے میں ٹہلاتی تھی ۔ پھر صبح تڑکے اُٹھ کر کپڑے دھونا ، آگ جلانا ، بازار سے سودا سلف لانا ، غرض روز یہی قصہ رہتا تھا ۔ اس میں کبھی کبھی آدمی کا جی چھوٹ جاتا ہے ۔ مگر یہ نہ ہو تو کھانے اور سونے کا مزا بھی نہیں ۔

(آگے بڑھ جاتے ہیں)

مارتھے

بیچاری عورتوں کو بڑی مصیبت ھے - اکیل کھرے بن بیٹا ھے
ایک نہیں سلتے -

شیطان

آپکی سی عورت ھوتو میری راے پلٹ دے —

مارتھے

اچھا صاف صاف کہئے آپ کو آب تک کوئی نہیں ملی ؟
آپکا دل کہیں نہیں اٹکا ؟

شیطان

مثل ھے - اپنا چولھا ' اچھی جورو سونے اور موتی سے بڑھکر —

مارتھے

میں کہتی ھون آپ کا جی کبھی نہیں لہرایا —

شیطان

میں جہاں جہاں گیا لوگ بڑے اخلاق سے پیش آئے —

مارتھے

اے دیکھو میں یہ پوچھتی تھی کہ آپ نے کبھی دل نہیں لگایا -

شیطان

بھلا کس کا سر پھرا ھے کہ عورتوں سے دل لگی کرے -

مارتھے

ھائے اللہ ! آپ میری بات ھی نہیں سمجھتے —

شیطان

مجھے سخت افسوس ھے - مگر اتنا میں سمجھتا ھوں کہ

میرے حال پر آپکی بڑی مہربانی ہے (آگے بڑھ جاتے ہیں) ۔

فاؤست

میری چھوٹی سی حور! جب میں باغ میں آیا، تو تو نے مجھے پہچان لیا تھا ؟

مارگریتے

آپ نے نہیں دیکھا میں نے شرم سے سر نہوڑا لیا تھا ۔

فاؤست

میں تجھ سے اِس جسارت کی معافی چاہتا ہوں کہ اُس دن میں نے تجھے گرجے سے آتے وقت راہ میں ٹوکا تھا ۔

مارگریتے

میں گھبرا گئی تھی مجھے کبھی اِس سے پہلے ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا ۔ میں نے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کی کہ لوگ مجھے نام رکھیں ۔ میں نے دل میں سوچا کہ اِس شخص نے میری چال ڈھال میں ضرور کوئی نامناسب بات، کوئی ڈھٹائی دیکھی اور مجھے ایسی ویسی عورت سمجھ کر بے ساختہ چھیڑ چھاڑ شروع کردی ۔ سچ پوچھئے تو میرے دل میں آپ سے کچھ عجیب اُنس سا پیدا ہوگیا ۔ مگر اپنے اوپر بڑا غصہ آتا تھا کہ آخر مجھے آپ پر غصہ کیوں نہیں آتا ۔

فاؤست

میری پیاری محبوبہ ۔

مارگریتے

ذرا ٹھہرئے تو! (ایک پھول توڑتی ہے) اور اُس کی پنکھڑیاں

ایک ایک کرکے الگ کرتی ھے)

فاؤست

یہ کیا ؟ ایک گلدستہ بنے گا ؟

مارگریٹے

نہیں ! یہ تو صرف ایک کھیل ھے ۔

فاؤست

کیا کھیل ھے ؟

مارگریٹے

پھر آپ مجھہ پر ھنسیئے گا نہیں ۔ (پنکھڑیاں الگ کرتی جاتی ھے اور چپکے چپکے کہتی جاتی ھے) وہ مجھے چاھتا ھے — وہ مجھے نہیں چاھتا ۔

فاؤست

ھائے کیا نور کی صورت ھے !

مارگریٹے

(بدستور) چاھتا ھے ۔ نہیں چاھتا ۔ چاھتا ھے ۔ نہیں چاھتا ۔ (آخری پنکھڑی الگ کرتی ھے اور چہرہ بھولے پن کی خوشی سے ھمک اٹھتا ھے) وہ مجھے چاھتا ھے !

فاؤست

ھاں میری پیاری ! اس پھول کی فال کو دیوتاؤں کا قول سمجھہ ھاں وہ تجھے چاھتا ھے ! تو اس کے معنی بھی سمجھتی ھے ؟ وہ تجھے چاھتا ھے ! (اُس کے دونوں ھاتھہ پکڑ لینا)

مارگریٹے

میرا جی سنسناتا ھے !

فاؤست

دل کو مضبوط کر اور ان ہاتھوں کے، ان آنکھوں کے ، زبانی وہ پیام سن جسے الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ یہ تسلیم ورضا کی لذت! یہ سچی خوشی جو ہمیشہ رہنے والی ہے! ہمیشہ ہمیشہ! یہ ختم ہوئی تو پھر یاس محض کا سامنا ہے۔ نہیں ، یہ کبھی ختم نہ ہوگی! کبھی نہیں! کبھی نہیں! (مارگریٹ اس کے ہاتھ کو دباتی ہے اور ہاتھ چھڑا کر بھاگ جاتی ہے۔ وہ ایک لمحے بھر خیالات میں ڈوبا کھڑا رہتا ہے پھر اس کا تعاقب کرتا ہے)

مارتھے

(شیطان کے ساتھ آتی ہے) رات ہو رہی ہے —

شیطان

ہاں اب ہم جاتے ہیں —

مارتھے

میں آپ کو ابھی اور ٹھہراتی مگر یہ محلہ بڑا خراب ہے۔ معلوم ہوتا ہے لوگوں کو سوائے اس کے کچھ کام ہی نہیں کہ ہمسایوں کی ٹوہ میں رہیں۔ آدمی چاہے جتنی احتیاط کرے ان لوگوں کی زبان سے نہیں بچ سکتا۔ وہ ہمارا عاشق معشوق کا جوڑا کہاں گیا ؟

شیطان

ابھی اس روش پر دوڑتے ہوئے گئے ہیں۔ مرغان بہار کی طرح آزاد!

مارتھے

میں جانتی ہوں اس کا لڑکی پر دل آگیا ہے -

شیطان

اور لڑکی کا اس پر' یہی دنیا کا دستور ہے —

باغ کا بنگلہ

(مارگریتے جھپٹ کر اندر ہو رہتی ہے' دروازہ کے پیچھے چھپ جاتی ہے اور ہونٹوں پر انگلی رکھے دراز میں سے جھانکتی ہے)

مارگریتے

وہ آ رہا ہے -

فاؤست

(آتا ہے) اُف ری شوخی! کیوں صاحب ہمیں یوں ستاؤگی؟ آخر ہم نے ڈھونڈھ لیا - (اس کا بوسہ لیتا ہے)

مارگریتے

(اس کے گلے میں باھیں ڈال کر بوسہ لیتی ہے) میرے پیارے! میں تجھے دل سے چاھتی ہوں - (شیطان دروازے پر دستک دیتا ہے)

فاؤست

(غصے سے زمین پر پیر پٹک کر) کون ہے؟

شیطان

سچا دوست!

فاؤست

جانور !

شیطان

چلئے اب رخصت کا وقت ہے —

مارتھے

(آتی ہے) ہاں صاحب اب دیر ہو گئی ہے —

فاؤست

مجھے اجازت ہے کہ آپ کے ساتھہ گھر چلوں —

مارگریتے

اماں مجھے — خدا حافظ !

فاؤست

تو اب جانا ہی پڑے گا ؟ خدا حافظ !

مارتھے

ملخیر !

مارگریتے

مع الخیر ! اللہ جلدی ملائے !

(فاؤسٹ اور شیطان چلے جاتے ہیں)

اللہ تیری شان ! کیسا عقلمند ہے ! اس کے دماغ میں دنیا بھر کے خیالات ہونگے ! میں اُس کے سامنے شرمائی ہوئی کھڑی تھی اور ہر بات پر " ہاں " کہتی جاتی تھی - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری جیسی غریب مورکھ لڑکی میں اُسے کیا بات پسند آئی ؟

جنگل اور غار

(فاؤسٹ)

اے بلند و برتر روح، تو نے مجھے وہ سب کچھ دیا جو میں نے مانگا تھا۔ میرا تجھے آتشیں شعلے کی شکل میں دیکھنا بیکار نہیں گیا۔ تو نے مجھے نگار خانہ فطرت کی بادشاہی بخشی، وہ نظر دی جو اس کے حسن پنہاں کو دیکھتی ہے اور وہ دل جو اس کے مزے لیتا ہے۔ یہ تیرا ہی فیض ہے کہ میں اسے حیرت کی سرد مہری سے نہیں دیکھتا بلکہ ایسی گرم جوشی سے جیسے کوئی اپنے دوست کے قلب کی گہرائیوں میں نظر ڈالتا ہے۔ تیری بدولت میں مظاہر فطرت کو جیتا جاگتا، چلتا پھرتا پاتا ہوں اور بے زبان جنگل، ہوا اور پانی کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔ اور جب اس جنگل میں تند و پر شور طوفانی ہوائیں چلتی ہیں، صنوبر کے بڑے بڑے درخت گر کر قریب کے چھوٹے درختوں کے تنوں اور شاخوں کو کچل دیتے ہیں اور اُن کے گرنے کی آواز پہاڑیوں سے ٹکرا کر دھما دھم گونجتی ہے، تو مجھے کسی محفوظ غار میں چھپا دیتی ہے جہاں میں اپنی اندرونی دنیا کے مشاہدے میں محو ہو جاتا ہوں اور اپنے قلب کے گہرے پوشیدہ عجائبات کی سیر کرتا ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے پاک دامن چاند طوفان کی شورش کو فرو کرتا ہوا طلوع ہوتا ہے۔ اونچی

چٹانوں اور بھیگے ہوے درختوں میں مجھے گذرے ہوے زمانے کی روپہلی تصویریں دکھائی دیتی ہیں اور مشاہدہ باطن کی اضطراب انگیز مسرت کو تسکین کے چھلکے دیتی ہیں —

مگر آہ اب مجھے یہ معلوم ہوگیا کہ کوئی انسانی چیز مکمل نہیں ہوتی - اس سعادت کے ساتھہ جو مجھے دیوتاؤں سے قریب تر کر رہی ہے تونے مجھے ایسا ساتھی دیا ہے جسے چھوڑتے نہیں بنتا حالانکہ وہ سرد مہری اور بیباکی سے مجھے خود میری نظروں میں ذلیل کرتا ہے - اور تیری دی ہوئی نعمتوں کو ایک لفظ میں، ایک سانس میں معدوم کر دیتا ہے - اُس نے خواہ مخواہ میرے دل میں اُس حسین صورت کی محبت کی آگ بھڑکا دی ہے اور اب میں عجب کشمکش میں گرفتار ہوں - آرزو مجھے لذت کی طرف کھینچتی ہے اور لذت میں میرا دل آرزو کے لئے تڑپتا ہے —

(شیطان آتا ہے)

شیطان

تم اب تک اس زندگی سے نہیں اُکتائے ؟ تمہارا اس میں اتنے دن جی کیسے لگا ؟ آدمی ایک بار اس کا بھی تجربہ کرلے مگر تھوڑے دن بعد کوئی اور تماشا ڈھونڈنا چاہئے —

فاؤست

تجھے سوائے اس کے کوئی اور کام نہیں کہ آن کر میرا

مغز چاٹے ؟

شیطان

واہ بھئی واہ! میں کب تیری تنہائی میں مخل ہوا کرتا ہوں ؟ تو شاید یہ مذاق میں کہہ رہا ہے - بھلا تیرے جیسے بے مروت چڑ چڑے ' خبطی ' ساتھی کی صحبت کا کسے شوق ہوگا ؟ دن کو کام کرتے کرتے ناک میں دم آجاتا ہے اور پھر یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ تجھے کون بات پسند آے گی کون نہ آے گی —

فاؤست

یہ نرالا انداز ہے ! ایک تو میرے کان کھاتا ہے اور اوپر سے شکریہ بھی چاہتا ہے —

شیطان

اے زمین کے بیکس فرزند میرے بغیر تیری زندگی کا کیا حال ہوتا ؟ میں نے تجھے برسوں تخیل کی خرافات سے محفوظ رکھا ' میں نہ ہوتا تو تو کرۂ ارض سے کب کا کھسک گیا ہوتا - یہ تو اُلو کی طرح غاروں میں اور پہاڑوں کے دروں میں کیا بیٹھا رہتا ہے ؟ مینڈک کی طرح کائی اور پتھروں کی رطوبت سے کیا پیٹ بھرتا ہے ؟ واہ ! کیا اچھا شغل ہے ؟ ابھی تک تیرا پروفیسر پن نہیں گیا !

فاؤست

تو کیا جانے مجھے ان ویرانوں کی سیر سے کیسی قوت زندگی حاصل ہوتی ہے - اگر تجھے اس کا اندازہ ہوتا تو

اپنی شیطنت سے مجھے ہرگز اس حال میں نہ رہنے دیتا —

شیطان

کیا کہنا اس مافوق‌الارض مسرت کا! رات کو اوس میں ان پہاڑیوں پر لیٹنا اور روحانی ذوق شوق سے آسمان و زمین کا مشاہدہ کرنا، پھول کر دیوتا بن جانا، تخیل کے زور سے ناف زمین میں گھس جانا، اللہ میاں کے چھ دن کے سارے کام کو اپنے سینے میں سمیٹ لینا، غرور کی طاقت سے نہ جانے کیا کیا لطف اٹھانا، خوشی کے مارے ساری کائنات میں پھیل جانا، انسانیت کی قید سے رہا ہو جانا اور پھر سب سے بڑھ کر وجدان - (اشارہ کر کے) اور آخر میں - کیا کہوں کہنے کی بات نہیں —

فاؤست

تف ہے تیرے گندے مذاق پر!

شیطان

ہاں ان باتوں کو آپ کیوں گوارا کرنے لگے، آپ کے سے پارسا کو تف کہنا ہی چاہئے - جن باتوں کے بغیر پاکباز دلوں کا کام نہیں چلتا انہیں پاکباز کانوں کے سامنے کہنا منع ہے - خیر کبھی کبھی یہ بھی سہی - میری طرف سے تو شوق سے جھوٹے خیالوں سے اپنا دل بہلا - مگر یہ کب تک؟ تو اس کھیل سے کب کا گھبرا گیا ہے مگر خبط کے سبب سے یا ڈر کے مارے آپ تک آزا ہوا ہے - اچھا اب یہ قصہ ہو چکا تیری معشوقہ اپنے گھر میں بیٹھی کڑھتی اور تڑپتی ہے -

تیری یاد اس کے دل سے کسی طرح نہیں جاتی ' تیرے پیچھے دیوانی ہے - پہلے تو تیرے دل میں محبت کا ایسا جوش اُٹھا جیسے پگھلی ہوئی برف کا سیلاب آتا ہے اور اُس بیچاری کو شرابور کر گیا اور اب تیری ندی اُتر گئی - میری ناقص رائے میں جناب والا اگر بجائے جنگلوں کو رونق بخشنے کے اُس غریب بندریا کو اُس کی محبت کا انعام دیتے تو زیادہ مناسب تھا - بیچاری سے وقت کاٹے نہیں کٹتا ! پہروں کھڑکی کے پاس کھڑی بادلوں کو پرانی شہر پناہ سے گزرتے دیکھا کرتی ہے - : " اگر میں چڑیا ہوتی " یہ گیت وہ دن بھر اور آدھی آدھی رات تک گایا کرتی ہے - کبھی کبھی وہ چاق ہوتی ہے مگر اکثر مست ! کبھی جی بھر کے روتی ہے تو ذرا دل ٹھہر جاتا ہے مگر محبت کی اگن سے دم بھر خالی نہیں -

فاؤست

ارے تو سانپ ہے -

شیطان

(علحدہ) اب کہاں جاتا ہے بچ کے -

فاؤست

جا یہاں سے مردود ! اس حسین لڑکی کا نام نہ لے - میرا دل یوں ہی آدھا سودائی ہو رہا ہے اُس پیارے جسم کی خواہش کو پھر نہ اُبھار —

شیطان

آخر یہ ہے کیا ! وہ سمجھتی ہے کہ تو اسے چھوڑکر بھاگ

گیا اور تہرا رنگ بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے -

فاؤست

میں چاہے کتنی دور ہوں مگر اس سے قریب ہوں - میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا ، کبھی نہیں چھوڑ سکتا ؛ مجھے اس خیال سے رشک آتا ہے کہ اس عرصے میں اس کے لبوں نے عشائے ربانی کو نہ چوما ہو --

شیطان

واہ میرے دوست ! اور مجھے اکثر تمہارے لبوں پر رشک آتا ہے جو گلاب کی پنکھڑیاں چوستے ہیں -

فاؤست

دور ہو ترم ساق !

شیطان

شاباش خوب کہی ! مجھے تمہاری گالیوں پر ہنسی آتی ہے - جس خدا نے لڑکوں اور لڑکیوں کو پیدا کیا اس نے انہیں ملانے کا مبارک کام بھی اپنے ہی ہاتھ میں رکھا ہے - آؤ بس چلو بڑی شرم کی بات ہے اپنی معشوقہ کی خواب گاہ میں جا رہے ہو یا موت کے منہ میں -

فاؤست

آہ ! اس کے آغوش میں کیسی آسمانی مسرت ہے ؟ چل اس کو سینے سے لگا کر زندگی کا لطف حاصل کروں - کیا میرے دل میں ہمیشہ اس کی تمنا نہیں رہتی ؟ کیا میں مفرور ، خانہ بدوش نہیں ہوں ؟ وہ ننگ انسانیت جو بے مقصد ، بےچین ، آبشار کی طرح چٹانوں میں ٹھوکریں کھاتا ، غصہ اور آرزو میں بھرا بلندی سے کہتا

میں گرتا ہے ؟ اور میری معشوقہ اس سیلاب سے الگ کوہ آلپس کے دامن میں اپنی جھونپڑی میں بیٹھی اپنے دھندلے طفلانہ جذبات میں محو ہے اپنی چھوٹی سی دنیا پر قناعت کئے خانہ داری کے ابجد دھرا رہی ہے - مگر مجھ پر خدا کی مار میں نے چٹانوں کو پکڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے پر بس نہیں کی بلکہ اُس معصوم لڑکی کے دل کے چین کو بھی غارت کر دیا ! اے جہنم کی آگ میں نے اسے بھی تجھ پر بھینٹ چڑھا دیا ! اے " شیطان " اس خوف کے زمانے کو مختصر کرنے میں میری مدد کر - جو کچھ ہوتا ہے وہ ابھی ہو جائے ! اُس کی قسمت میری قسمت سے ٹکرائے اور ہم دونوں برباد ہو جائیں —

شیطان

پھر وہی جوش و خروش ! پھر وہی التہاب ! ارے احمق جا اور اُسے تسکین دے - تیرے جیسے چھوٹی کھوپڑی والے کو جب کوئی تدبیر نہیں سوجھتی تو جھٹ سے موت کا تصور لے بیٹھتا ہے - سلامت رہیں وہ جو زندگی کے مرد میدان ہیں ! یوں تو تو اچھا خاصا شیطان ہے مگر جو شیطان ہمت ہار بیٹھے اُس سے زیادہ بد مذاق دنیا میں کوئی نہیں —

گریٹشن کی خوابگاہ

(گریٹشن اکیلی بیٹھی چرخا کات رہی ہے)

میرے جی کا چین جاتا رہا ،
میرا دل بھاری بھاری ہے ،
ہائے اب وہ دن کبھی نہ لوٹیں گے ،
کبھی نہیں ، کبھی نہیں ،
جہاں وہ میرا پیارا نہ ہو
وہ جگہ قبر سے بدتر ہے -
بے اُس کے ساری دنیا مجھے
زہر معلوم ہوتی ہے -
میرا دکھیا سر ،
جنون کا گھر بن گیا ،
میرے غریب حواس
چھوٹ کر ، ٹوٹ کر ، بکھر گئے -
میرے جی کا چین جاتا رہا
میرا دل بھاری بھاری ہے -
میں اُس کی راہ دیکھنے کو ،
کھڑکی سے جھانکا کرتی ہوں ،
اُسی کی تلاش میں ،
گھر سے نکل کر پھرتی ہوں -
وہ اُس کی شاہانہ چال ،
وہ اُس کا اونچا اُونچا قد ،
وہ اُس کی پیاری مسکراہٹ ؛
وہ اُس کی آنکھوں کی کشش -

وہ اُس کی میٹھی میٹھی باتیں !
جیسے جادو کا دریا بہتا ہو -
وہ اُس کا ہاتھہ دبا دینا
اور ہائے وہ اُس کا بوسہ !
میرے جی کا چین جاتا رہا
میرا دل بھاری بھاری ہے -
میرا دل آپ ہی آپ
اُس کی طرف کھنچتا ہے -
کاش میں اُس کو پاؤں
اور اپنا کر کے رکھوں ؛
اُس کو اتنا پیار کروں
جتنی جی کو خواہش ہے ؛
وہ میرے بوسے لیتا ہو
اور میں دنیا سے گذر جاؤں -

مارتھا کا باغ

(مارگریتے -- فاؤسٹ)

مارگریتے

" ہائنرش " مجھے قول دے -

فاؤسٹ

دل و جان سے -

مارگریتے

اچھا یہ تو بتا تیرا مذہب کے معاملے میں کیا حال ہے؟

تو دل کا برا اچھا ھے مگر میں سمجھتی ھوں تجھے دین پر اعتقاد نہیں —

فاؤست

میری جان ان باتوں کو جانے دے ! تو جانتی ھے کہ میں تجھے پیار کرتا ھوں - اپنے پیاروں کے لئے میں جان دینے کو خون بہانے کو تیار ھوں اور کسی سے اُس کا عقیدہ اس کا کلیسا چھیننا نہیں چاھتا --

مارگریٹے

یہ تو ٹھیک نہیں ! آدمی کو خود بھی عقیدہ ھونا چاھئے —

فاؤست

سچ مچ ؟

مارگریٹے

کاش میں تیرا دل پھیر سکتی ! تو عشائے ربانی کا بھی ادب نہیں کرتا ؟

فاؤست

دل سے ادب کرتا ھوں —

مارگریٹے

مگر بے آرزو کے - نماز کے لئے اور اعتراف گناہ کے لئے تو مدتوں سے نہیں گیا ؟ تو خدا کو مانتا ھے ؟

فاؤست

میری پیاری کون یہ کہہ سکتا ہے " میں خدا کو مانتا ھوں " پادری یا فلسفی سے پوچھو تو اُس کا جواب سوال کا

مضحکہ سا معلوم ہوتا ہے ـــ

مارگریتے

پھر تو نہیں مانتا ؟

فاؤست

اے حسین صورت والی میری بات کا مطلب غلط نہ سمجھ ـ کس میں یہ تاب ہے کہ خدا کا نام لے ' اور اُس پر ایمان لائے ! تو پوچھتی ہے کہ میں اُسے مانتا ہوں یا نہیں ؟ کس احساس رکھنے والے دل کی مجال ہے کہ کہے - '' میں اُسے نہیں مانتا ! - وہ محیط کل ! وہ قادر مطلق ! کیا اُس کی قدرت اور اُس کی ذات مجھے ' تجھے اور خود اسے محیط نہیں ؟ کیا اوپر آسمان کا گنبد نہیں ؟ کیا نیچے زمین کا فرش نہیں ؟ کیا ابدی ستارے محبت کی نظریں برساتے سیر میں مصروف نہیں ؟ کیا میں تجھے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے نہیں دیکھ رہا ہوں ؟ کیا تیرے دل و دماغ میں وجود محض بسا ہوا نہیں ! کیا تیری آنکھوں میں راز آشکارا چھپایا ہوا نہیں ؟ اس وسعت نا محدود سے اپنے دل کو معمور کر لے اور جب اس واردات سے تجھ پر وجد طاری ہوجائے تو اس کا جو نام چاہے رکھ لے ـــ سعادت ' دل عشق یا خدا - میرے پاس اُس کے لئے کوئی نام نہیں - جو کچھ ہے وجدان ہے - نام ایک آواز ہے ' ایک دھواں ' جو کہر بن کر آسمانی نور کو چھپا لیتا ہے ـــ

مارگریتے

یہ تو اچھی اچھی باتیں ہیں - پادری صاحب بھی کچھ

ایسا ہی کہتے ہیں مگر ذرا اور لفظوں میں —

فاؤست

آسمان کے نیچے سارے سلسار میں ' سارے دل ' یہی کہتے ہیں مگر اپنی اپنی زبان میں - پھر میں اپنی زبان میں کیوں نہ کہوں؟

مارگریٹے

اس طرح سننے میں تو ٹھیک معلوم ہوتا ہے مگر کچھ کسر ضرور ہے کیونکہ تجھ میں عیسائیوں کی باتیں نہیں —

فاؤست

میری پیاری معصوم گریتشن!

مارگریٹے

میں کتنے دن سے کڑھتی ہوں کہ تیری صحبت اچھی نہیں -

فاؤست

وہ کیسے ؟

مارگریٹے

جو شخص تیرے ساتھ رہتا ہے اس سے مجھے قلبی نفرت ہے - کبھی عمر بھر میرے دل میں ایسی بیچینی اور خلش نہیں ہوئی جیسی اس کی نامراد شکل دیکھ کر ہوتی ہے —

فاؤست

میری پیاری گڑیا اس سے مت ڈر -

مارگریٹے

جب وہ ہوتا ہے تو میرا خون کھولنے لگتا ہے - ویسے میں

سب لوگوں سے اچھی طرح پیش آتی ہوں ، لیکن جب کبھی تجھے دیکھنے کو دل چاہتا ہے تو اس شخص کے خیال سے مجھ کچھ دہشت اور نفرت سی پیدا ہو جاتی ہے - میں تو اُسے بڑا موذی سمجھتی ہوں - یااللہ ! اگر میں اُسے خواہ مخواہ برا کہتی ہوں تو مجھے معاف کر -

فاؤست

ایسوں کا ہونا بھی ضروری ہے —

مارگریٹے

خدا مجھے اُن کی صحبت سے پناہ میں رکھے - جیسے ہی وہ دروازے میں قدم رکھتا ہے ' حقارت کی ہنسی کے ساتھ ادھر اُدھر دیکھتا ہے اور کچھ بیزار سانظر آتا ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کسی چیز سے دل چسپی نہیں - اُس کے ماتھے پر لکھا ہوا ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اُسے نہیں بھاتا - تجھ سے گلے مل کر میری روح خوش ہوتی ہے ' جی کھلا کھلا رہتا ہے اور جوش اٹھتا ہے کہ اپنی جان تجھے سونپ دوں - مگر جب وہ ہوتا ہے تو دل بند سا ہو جاتا ہے —

فاؤست

میری فرشتہ صفت راز داں محبوبہ !

مارگریٹے

میں ایسی بے قابو ہو جاتی ہوں کہ جہاں وہ ہم دونوں کے پاس آیا بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے تیری محبت نہیں رہی - اُس کے ہوتے مجھ سے دعا بھی نہیں مانگی جاتی

اس سے میرے دل میں ناسور سا پڑ گیا ہے – تیرا بھی ، 'هائنلر هی' یہی حال هوگا ؟

فاؤست

تجھے تو اُس سے الٰهی بغض هے —

مارگریتے

اب مجھے جانا چاهئے —

فاؤست

آہ ! کیا کبھی یہ نصیب نہ هوگا کہ تجھے آغوش میں لے کر گھڑی بھر جسمانی اور روحانی وصل کا لطف اُٹھاؤں —

مارگریتے

کاش میں گھر میں اکیلی سوتی ! آج رات کو میں خوشی سے کواڑے کھلے رهنے دیتی مگر اماں کی نیند بڑی هلکی هے ؛ اگر وہ هم دونوں کو ساتھہ دیکھہ لیں تو میری تو وهیں جان نکل جائے —

فاؤست

میری پیاری یہ کوئی بڑی بات نہیں – میں تجھے یہ شیشی دیتا هوں ؛ اس کے تین قطرے پانی میں ملا کر اُنھیں پلا دے تو وہ غافل سوجائیں گی —

مارگریتے

مجھے تیری خاطر سب قبول هے – مگر اس سے اُنھیں کوئی نقصان تو نہ هوگا ؟

فاؤست

بھلا ایسی بات ہوتی تو تجھے یہ صلاح دیتا ؟

مارگریٹے

میرے پیارے تجھے دیکھتے ہی نہ جانے کیا چیز مجھے تیری مرضی کے تابع کردیتی ہے - میں تیرے لئے سبھی کچھہ کرچکی اب کیا رہا ہے جس کا ڈر ہو -

(چلی جاتی ہے)

(شیطان آتا ہے)

شیطان

گئی وہ بیوقوف چھوکری ؟

فاؤست

تو پھر جاسوسی کر رہا تھا ؟

شیطان

میں نے ایک ایک لفظ صاف سنا - حضرت علامہ سے منکر نکیر کی طرح سوال یا و جواب کئے جا رہے تھے - اُمید ہے کہ یہ گفتگو آپ کو فائدہ پہنچائے گی - لڑکیوں کو اس کی بڑی فکر رہتی ہے کہ فلاں شخص پرانے طریقے کا سیدھا سادہ دیندار ہے یا نہیں - جانتی ہیں نہ کہ اگر یہاں پانی مرتا ہے تو ہمارا بھی کلمہ پڑھے گا -

فاؤست

اے عجیب الخلقت جانور تجھے کیا خبر کہ یہ پیاری سچی دیندار لڑکی جس کی سعادت کا سارا سرمایہ اس کا

عقیدہ ہے اپنے پیارے کو گمراہ سمجھ کر کیسے روحانی کرب میں ہے ؟

شیطان

واہ رے پاکباز بوالہوس ایک ذرا سی لڑکی تجھے انگلیوں پر نچاتی ہے —

فاؤسٹ

خاموش اے آگ اور کیچڑ کی بے ادب اولاد !

شیطان

اور ماشاءاللہ قیافہ شناسی میں بھی پوری استاد ہے !
جب میں ہوتا ہوں تو بچاری کا نہ جانے کیا حال ہوتا ہے - میرے بہروپ کا بھید پا گئی ایسے محسوس ہو گیا کہ میں کوئی خبیث روح ہوں بلکہ شیطان ہی سمجھا ہو تو عجب نہیں - مگر آج رات کو ———

فاؤسٹ

تجھ سے کیا واسطہ ، ملعون ؟

شیطان

واہ ، یہی تو میری خوشی کی بات ہے !

فوارے کے قریب

(گریتشن اور لیشن گھڑے لئے ہوئے)

لیشن

تو نے باربرا کا حال سنا ؟

گریتشن

مجھے کچھ نہیں سنا - میں کسی سے ملتی ملاتی نہیں ۔

لیشن

واہ ، آج زیبل کہتی تھی کہ وہ بھی آخر دغا سے ماری گئی - بڑی شریف زادی بنتی تھی !

گریتشن

کیوں کیا ہوا ؟

لیشن

بڑی گندی بات ہے ! اب وہ جو کھاتی پیتی ہے وہ اُس کے سوا پیٹ میں ایک اور کے انگ لگتا ہے ---

گریتشن

ہائے اللہ !

لیشن

اچھا ہوا ! وہ اسی قابل تھی - کب سے اُس مردوے کے پیچھے پیچھے پھرتی تھی - جب دیکھو تب ٹہلنا ، گاؤں میں ، ناچ کے جلسے میں سب سے آگے آگے رہنا - وہ اُسے سلجو سے کھلا کر ، شراب پلا کر ، پھسلاتا تھا - اپنی صورت پر اتنا ناز ، اور اُس پر یہ بے غیرتی کہ اُس سے تحفے لیتی تھی - وہ چوسا چاٹی ، وہ گد گدانا ! آخر موتی کی سی آب اُتر گئی نہ !

گریتشن

ہائے بیچاری غریب لڑکی !

لیشن

لو اور سنو، تجھے اُس پر ترس آتا ہے! ہم جیسی لڑکیاں بیٹھ کے چرخا کاتتی تھیں؛ ماں ہمیں گھر سے نکلنے نہ دیتی تھی؛ اور وہ مزے میں اپنے پیارے عاشق کے ساتھ پھرتی تھی؛ دروازے کی بینچ پر یا اندھیری گلی میں پہروں گذر جاتے تھے اور ان دونوں کا جی نہ بھرتا تھا - اب بیگم چپ چاپ سر جھکا دیں اور گنہگاروں کے کپڑے پہن کر گرجا کی کال کوٹھری میں اپنے کئے کی سزا بھگتیں ---

گریتشن

وہ اس سے ضرور شادی کرلے گا -

لیشن

کہیں کبھی نہ ہو! وہ ایسا بیوقوف نہیں - اُس کے سے بانکے جوان کو ایک سے ایک بڑھ کر مل سکتی ہے - اور وہ چل بھی تو دیا -

گریتشن

بڑا برا کیا -

لیشن

اگر وہ اُس سے شادی کرے تو بھی بنو کی کمبختی آجائے - لڑکے اُسکے سہرے کو نوچ کر پھینک دیں اور ہم لوگ اُس کے دروازہ پر بھوسی اڑائیں -

(چلی جاتی ہے)

گریتشن

(گھر جاتے ہوئے) پہلے جب کوئی غریب لڑکی ایسا گناہ کرتی

تھی تو میں کیسی بہادر بن کر اُس کی خبر لیتی تھی!
دوسروں کے گناھوں پر لعن طعن کرنے کے لئے کڑی سے کڑی
بات بھی نرم معلوم ھوتی تھی - میں اُن کی کالک میں اور
کالک لگاتی تھی اور کبھی جی نہ بھرتا تھا - اپنی تعریف
آپ کرتی تھی اور غرور سے پھول جاتی تھی - اور اب دیکھتی
ھوں تو خود گناہ میں سنی ھوئی ھوں! مگر ھائے جن باتوں نے
یہ دن دکھا یا وہ کیسی اچھی تھیں! کیسی پیاری تھیں! —

احاطہ

(ایک طاق میں حسرت و الم کی ملکہ، کنواری مریم کا
مجسمہ ھے ؛ اُسکے سامنے گلدان رکھے ھیں)

گرتیشن

(گلدانوں میں تازے پھول رکھتی ھے)

ایک شفقت کی نظر،
اے درد بھری دکھیاری بی بی،
اِس آفت کی ماری پر --
دل میں برچھی لئے ھوئے،
ھزار دکھ پئے ھوئے،
تو اپنے بیٹے کی موت کو دیکھ رھی ھے --
تو آسمانی باپ کو تکتی ھے،
اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی ھے،
اپنی اور اُس کی مصیبت پر —

کسے یہ خبر کہ میری رگ رگ میں
کیسا درد لپکتا ہے ؟
میرا یہ دکھیا دل
ڈر سے کیسا کانپتا ہے،
کس آرزو میں تڑپتا ہے !
تیرے سوا یہ کون جانے !
جہاں کہیں میں جاتی ہوں
میرا دل اس جگہ پر
کیسا کیسا دکھتا ہے —
جب میں اکیلی ہوتی ہوں
کلیجہ شق ہو جاتا ہے
کیسا کیسا روتی ہوں !
ہائے ! آج صبح تڑکے
جب میں اپنی کھڑکی کے آگے
تیرے لئے پھول توڑ رہی تھی،
میرے آنسوؤں سے گملوں پر اوس پڑ گئی —
صبح جب سورج کی کرنیں
میرے کمرے میں چمکیں،
میں نہ جانے کب سے بستر میں بیٹھی
اپنے نصیبوں کو رو رہی تھی۔
مجھے ذلت اور موت سے بچا !
ایک شفقت کی نظر

اے درد بھری دکھیاری بی بی
اس آفت کی ماری پر۔

رات

گریتشن کے مکان کے سامنے والی سڑک
(والنٹین سپاہی، گریتشن کا بھائی)

جب اس دن پڑاؤ میں میرے ساتھی اپنی اپنی چھیتی لڑکیوں کی تعریف کر رہے تھے اور گلاس بھر بھر کر ان کا جام صحت پی رہے تھے یہاں تک کہ شراب بہہ کر ان کی کہنیوں تک پہنچی تھی، تو میں اپنے اطمینان سے بیٹھا ان کی زٹیں سن رہا تھا اور مسکرا کر داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ آخر میں نے گلاس بھر کر اٹھایا اور کہا "نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی"۔ مگر انصاف سے کہو سارے دیس میں کوئی لڑکی میری پیاری بہن گریتشن کے پاسنگ بھی ہے؟ یہ کہنا تھا کہ یہاں سے وہاں تک گلاسوں کی جھنکار اور واہ وا کی آواز گونج گئی۔ بعضوں نے کہا سچ کہتا ہے وہ ساری عورتوں کی سرتاج ہے۔ جتنے شیخی خورے تھے دم بخود رہ گئے۔ اور اب؟ ہائے جی چاہتا ہے اپنے بال نوچوں اور دیوار سے سر ٹکراؤں! ہر بد معاش مجھ پر فقرے کسے گا اور انگلیاں اٹھائے گا! میں مجرم کی طرح سر جھکائے رہوں گا اور جہاں کسی کی زبان سے دھوکے میں بھی کوئی لفظ نکلا، میں پسینے پسینے ہو جاؤں گا۔ اور چاہے میں ان کی ہوٹیاں

بھی اُڑا دوں مگر یہ کس منہ سے کہوں گا کہ تم چھوٹے ہو۔ یہ کون چپکے چپکے آ رہا ہے ؟ دو آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اگر وہ ہی نکلا تو میں ابھی اس کی گردن لیتا ہوں اور یہاں سے جیتا نہ جانے دوں گا —

فاؤسٹ — شیطان

فاؤسٹ

دیکھو، وہاں گرجا کے تبرکات کے کمرے سے ابدی چراغ کی روشنی آ رہی ہے، جس کا چھوٹا سا حلقہ کناروں پر دھیما ہوتا جاتا ہے۔ اس کے چاروں طرف کس قیامت کا اندھیرا ہے! ایسی ہی تاریکی میرے دل میں چھائی ہوئی ہے —

شیطان

اور میرا یہ حال ہے جیسے ایک سوکھی سی بلی جو پے باؤن آگ زینہ* پر چڑھے اور پھر چپکے چپکے دیواروں پر چلے۔ میں اسوقت نیکی کے دم میں ہوں؛ کچھ تو چوری کا شوق ہے کچھ لڑائی جھگڑے کا۔ معلوم ہوتا ہے کہ 'والپرگس' کی شاندار رات کی خوشی ابھی سے خون بن کر میری رگوں میں دوڑ رہی ہے۔ بس کل کا دن بیچ میں ہے پرسوں رت جگے کا مزا آئیگا۔

فاؤسٹ

معلوم ہوتا ہے کلیسا کے تبرکات کا خزانہ کچھ اونچا

---

* وہ مشین جو آتش زدہ مکان کے لوگوں کو بچانے میں کام آتی ہے —

سا ہوگیا ہے - وہ سامنے چمک رہا ہے -

شیطان

ذرا صبر کرو پھر ہم پورے ظرف کو ہٹیا لیں گے - کچھہ دن ہوے میں نے جھانک کر دیکھا تھا - اس میں بڑی چمکدار اشرفیاں ہیں -

فاؤست

کوئی زیور، کوئی انگوٹھی وغیرہ نہیں جو میں اپنی معشوقہ کو پہناؤں ؟

شیطان

مجھے کچھہ اس طرح کی چیز نظر آئی تھی - جیسے موتیوں کی مالا ہو -

فاؤست

بس تو پھر ٹھیک ہے ! اُس کے یہاں خالی ہاتھہ جانے سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے —

شیطان

واہ اگر کبھی کبھی مفت میں کام بن جاے تو اس میں کوفت کی کونسی بات ہے - اِس وقت تاروں بھرے آسمان کا منظر کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے - میں تمھیں اپنا موسیقی کا کمال دکھاتا ہوں ؛ تم بھی کیا یاد کروگے - میں تمھاری معشوقہ کے سنانے کو ایک اخلاقی گیت گاتا ہوں جس میں وہ اور بھی بیوقوف بن جاے —

(ستار کے ساتھہ گاتا ہے)

اری کیتھرین '
تو صبح تڑکے
عاشق کے دروازے
کیسی کھڑی ہے ؟
کیوں گھبراتی ہے
وہ تجھے بلائے گا
بھلا ایک لڑکی کو
کیسے پھیر دے گا ؟
دیکھو خبردار
جب ملاقات ہوچکے !
تو رخصت ہو جاؤ
غریب لڑکیو '
اگر عزت پیاری ہے
تو بے شادی کی انگوٹھی کے
کبھی چوری سے
آنکھ نہ لڑاؤ —

والنتین

(سامنے آتا ہے) کیوں بے ملعون چوہے مار ' یہ تو گا کر کسے رجھاتا ہے ؟ پہلے میں اس باجے کو جہنم بھیجتا ہوں اور پھر بجانے والے کو —

شیطان

لو باجا ٹوٹ گیا ' اس کا تو فیصلہ ہوا !

والنٹین

اب تیرا سر توڑے گا!

شیطان

(فاؤسٹ سے) حضرت علامہ! قدم نہ ہٹے! چپوٹ سے! میرے پاس رہئے جو میں کہوں وہ کیجئے۔ اپنی تلوار نکالئے بڑھ کر ہاتھ لگائیے! میں بچاتا ہوں!

والنٹین

لے بچا یہ چوٹ!

شیطان

یہ سرو چشم!

والنٹین

اور یہ!

شیطان

بہت بہتر!

والنٹین

ارے یہ تو شیطان کی لڑائی لڑتا ہے! ہائیں یہ کیا؟ میرا ہاتھ شل ہوگیا۔

شیطان

لگے بڑھ کر ایک ہاتھ!

والنٹین

(گرتا ہے) ہائے!

شیطان

اب ٹھیک ہوگئے بچہ ! مگر اب چلو یہاں سے کھسک جائیں ! سلو ' کیسی چیخم دھاڑ مچی ہے - پولیس والوں سے تو میں معاملہ کرلوں ' مگر عدالت میرے بس کی نہیں —

مارتھے

(کھڑکی پاس) دوڑو لوگو ' دوڑو !

گریٹشن

(کھڑکی کے پاس) ارے کوئی روشنی لاؤ !

مارتھے

گالی گلوج اور تلوار چلنے کی آواز آرہی ہے -

لوگ

ارے یہ تو کوئی مرا پڑا ہے !

مارتھے

(باہر نکل کر) قاتل کیا بھاگ گئے ؟

گریٹشن

(باہر نکل کر) ارے یہ کون پڑا ہے ؟

لوگ

تیرا بھائی —

گریٹشن

ہائے یہ کیا غضب ہوا !

والنٹین

میں مرتا ہوں ! کہنے میں اتنی سی دیر لگتی ہے اور

کرنے میں اِس سے بھی کم — اے عورتو تم کیوں واویلا مچاتی ہو ؟ اِدھر آو ، میری بات سنو — (سب اُس کے آس پاس کھڑی ہوجاتی ہیں)

دیکھہ میری پیاری گریٹشن تو ابھی بچہ ہے : ابھی تجھے ذرا سلیقہ نہیں - تو اپنا کام بڑی بری طرح کرتی ہے - میں تجھہ سے ایک راز کی بات کہتا ہوں ؛ تو آبرو باختہ تو ہو ہی گئی ، اب کھلم کھلا پیشہ کیوں نہیں کرتی ؟

گریٹشن

ہائے میرا بھائی ! ہائے اللہ یہ کیا کہتا ہے ؟

والنٹین

اللہ میاں کو بیچ میں مت لا — افسوس ! جو ہونا تھا وہ ہوگیا اور جو ہونا ہے وہ اب ہوگا - تو نے چھپ کر ایک سے یارانہ کیا ہے ؛ کچھہ دن میں اوروں تک نوبت پہونچے گی اور جہاں دس بارہ وہاں سارا شہر سہی -جب بدکاری پیدا ہوتی ہے تو وہ پہلے پہل چھپائی جاتی ہے - اُس کے چہرے پر اندھیری رات کی نقاب ڈالی جاتی ہے بلکہ آدمی کا جی چاہتا ہے کہ اس کا گلا گھونٹ دے - مگر جب وہ پل کر بڑی ہوجاتی ہے تو دن دوپہر ننگی پھرتی ہے ، حالانکہ وہ جیسی بد شکل تھی ویسی ہی رہتی ہے — جوں جوں اُس کی صورت بگڑتی جاتی ہے اُسے باہر نکلنے کا شوق بڑھتا جاتا ہے — میں سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت میری آنکھوں کے سامنے ہے

جب اے قحبہ سارے بھلے آدمی تجھہ سے یوں دور دور رہیں گے جیسے کسی وبائی لاش سے - تو جب اُن سے آنکھہ ملائے گی تو تیرا دل سینے میں سہم کر رہ جائیگا - نہ تجھے سونے کا ھار پہننا نصیب ہو گا اور نہ گرجے کی قربان گاہ میں کھڑا ہونا - تجھہ سے اُجلے کپڑے پہن کر شریک نہ ہوتے بنے گا - تو کسی اندھیرے غسکدے میں فقیروں اور اپاھجوں کے ساتھہ پڑی رہیگی اور اگر خدا نے تیرا گناہ معاف بھی کر دیا تو دنیا تجھہ پر تھوکتی ھی رہے گی -

مارتھے

اب اپنی روح اللہ کی رحمت کو سونپو ! کیوں مرتے وقت کسی کو برا بھلا کہہ کر اپنے سر اور بوجھہ لیتے ھو ؟

والنیٹن

اے بے شرم کٹنی اگر میں تیری سوکھی ھڈیوں کو کچل سکتا تو مجھے اُمید ھوتی کہ میرے سارے گناھوں کی اچھی طرح تلافی ھو جائیگی -

مارگریتے

ھائے میرا بھائی ! ھائے یہ دوزخ کا عذاب!

والنٹین

کہدیا تجھہ پہ آنسو بہانا چھوڑدے ! تو اپنی آبرو کھو چکی اور میرے دل پر کاری ضرب لگا چکی - اب میں موت کی نیند سو کر ایک بہادر سپاھی کی طرح خدا کے پاس جاتا ھوں -

(مر جاتا ھے)

گرجا

نماز ' گرجا کا ارگن باجا ' گانا
(گریتشن لوگوں کے مجمع میں ' خبیث روح گریتشن کے پیچھے)

خبیث روح

گریتشن تیرا کچھ اور حال تھا
جب تک تو معصوم تھی '
اور چھوٹی سی بوسیدہ کتاب سے
تتلا کر دعائیں پڑھتی تھی '
آدھا بچوں کا کھیل
اور آدھا خدا کا دھیان –
گریتشن !
اب تیرا خیال کدھر ہے ؟
اور تیرے دل پر یہ گناہ کا بوجھ کیسا ہے ؟
کیا تو اپنی ماں کے لئے دعا مانگتی ہے '
جو تیرے ہاتھ سے ایڑیاں رگڑ کر مری ؟
تیری دہلیز پر یہ کس کا خون ہے ؟
کیا تیرے دل میں ایک ہیجان سا نہیں اٹھتا
جو خود ڈرتا ہے اور تجھے ڈراتا ہے
اپنی پر اسرار موجودگی سے ؟

گریتشن

اف ! اُف !

کاش میں ان خیالات سے نجات پاؤں،

جو میرے دل میں آتے جاتے ہیں

روکنے سے نہیں رکتے !

سنگت

وہ یوم جلال وہ قیامت کا دن

جس کی گرمی سے زمین پگھل جائے گی —

خبیث روح

تو جلی ہوتی ہے !

صور پھلک رہا ہے !

قبریں لرز رہی ہیں !

اور تیرا دل

راکھ کے سکوں سے

کروٹ بدل کر

آتش سوزاں میں بھن رہا ہے۔

گریتشن

کاش میں یہاں نہ ہوتی !

اس ارگن کی آواز سے

میرا دم گھبراتا ہے،

اور یہ گیت میرے دل کو

اندر سے مسلتے ہیں —

سنگت

آہ ! اب داور محشر کے آ گئے
سارے بھید کھل جائیں گے ؛
ایک ایک گناہ کی سزا ملے گی —

گریتشن

جی اوبھا سا جاتا ہے !
ان دیواروں اور کھمبوں سے
کیسی وحشت ہوتی ہے !
یہ بھاری چھت
سینے پر بوجھ ڈالتی ہے۔
ہائے اِک ذراسی ہوا !

خبیث روح

تو لاکھ چھپ مگر بد کاری
کہیں چھپائے چھپتی ہے —
کیسی ہوا ؟ کیسی روشنی ؟
وائے ہو تجھ پر !

سنگت

ہائے میں گنہگار کیا عذر لاؤں ؟
کون ہے جو آج میری شفاعت کرے !
جب اولیا خود دستگیری کے محتاج ہیں !

خبیث روح

تجھے دیکھ کر روشن ضمیر

ساتھ پھر لیٹے ہیں -
تجھہ سے ہاتھہ ملاتے پاکبازوں کو
گھن آتی ہے
افسوس !

سنگمت

ہائے ! میں گنہگار کیا عذر لاؤں ؟

گریٹشن

اری بہن ! ذرا اپنی شیشی تو دینا -
(غش کھا کر گر پڑتی ہے)

والپر گس کی رات

ہارتس پہاڑ - شہر کے اور ایلنیڈ کی نواح

شیطان

تیرا جی جھاڑو* پر سوار ہونے کو نہیں چاہتا ؟ مجھے تو ایک موٹا تازہ بکرا چاہئے - منزل دور ہے ؛ اسطرح پیدل چلیں تو خدا جانے کب پہنچیں گے —

فاؤست

جب تک میرے پیروں میں چلنے کی قوت ہے میرے

---

* مشہور ہے کہ والپر گس کی رات کو جادو گر نیان اور چڑیلیں جھاڑو پر یا بکرے پر سوار ہوکر شیطان کے دربار میں جاتی ہیں —

لئے یہ گرہ دار ڈنڈا کافی ہے - آخر راستہ جلد طے کرلینے سے فائدہ کیا ہوگا ؟ وادیوں کی بھول بھلیاں میں آہستہ آہستہ چلنا ' اونچی چٹانوں پر چڑھنا ' سداجاری چشموں کو اُبلتے ہوئے دیکھنا ' یہ ہیں وہ دل چسپیاں جن کی بدولت رہ نوردی کا مزا آتا ہے - بید مجنوں کے دل میں بہار کی لہر اُٹھ رہی ہے اور صنوبر بھی اسی ترنگ میں مست ہے ' پھر یہ کیف ہمارے اعضا میں کیوں نہ سرایت کر جائے ــــ

شیطان

مجھ پر تو اسکا خاک بھی اثر نہیں ! میرے جسم میں سردی بسی ہوئی ہے - میرا جی چاہتا ہے کہ راہ میں پالے اور برف کے سوا کچھ نہ ہو - اس دیر طلوع چاند کے سرخی مائل قرص میں کیسی افسردگی ' کیسی بے کیفی ہے - اس رندھی ہوئی چاندنی میں رستہ صاف نظر نہیں آتا - ہر قدم پر کسی درخت یا چٹان سے ٹکرانے کا خوف ہے - اجازت ہو تو میں کسی اگیا بیتال کو بلاؤں - وہ دیکھو ایک نظر آیا کیا مزے کی روشنی ہے ! ارے بھائی سنتے ہو ' ذرا ادھر آنا - کیوں اپنی چمک بیکار کھوتے ہو ؟ مہربانی کرکے ذرا ہمیں رستہ دکھا دو ــــ

اگیابیتال

شاید آپ کے ادب سے میں اپنے لاأبالی مزاج کو بدل سکوں
عام طور پر تو ہم لوگوں کی چال لہردار ہوتی ہے ــــ

شیطان

چلتا ہے یا باتیں بناتا ہے ؟ آیا بڑا انسان کی نقل کرنے والا ! شیطان کا نام لے اور سیدھا چلا چل - نہیں تو میں تیری زندگی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو ایک پھونک میں بجھا دوں گا ــــ

اگیابیتال

میں جان گیا کہ آپ ہی ہمارے مالک ہیں - سر آنکھوں سے آپ کے حکم پر چلوں گا؛ مگر یہ سمجھ لیجئے کہ سارا پہاڑ آج جادو سے بدمست ہے - آپ اگیا بیتال کو اپنا رہنما بناتے ہیں - اگر بھٹک جائیں تو آپ جانیں ــــ

فاؤسٹ ، شیطان ، اگیا بیتال

(باری باری سے گاتے ہیں)

ایسا معلوم ہوتا ہے
ہم جادو اور خواب کے طلسم میں
مارے مارے پھرتے ہیں -

ہمیں راہ دکھا ، تیری عزت بڑھے
اور ہم جلدی سے پہونچیں
اس لق و دق صحرا میں -
دیکھو یہ درخت ایک کے بعد ایک
کس تیزی سے گذرتے ہیں

پہاڑیاں جھکی سی جاتی ہیں
اور ہوا کا جھکڑ
چٹانوں سے ٹکرا کر
عجب مہیب آواز پیدا کرتا ہے۔
ندی نالے پہاڑوں اور چراگاہوں میں
تیزی سے بہتے چلے جا رہے ہیں؛
کیا میرے کانوں میں
نغمۂ مستانہ اور نالۂ دلدوز کی صدائیں آ رہی ہیں؟
کیا میں اُس گذری ہوئی فردوسی زندگی کی پُر تاثیر آواز،
یعنی دردِ محبت کی دلکش فریاد،
سن رہا ہوں؟
ہائے ہماری امیدیں! ہائے ہمارا عشق!
اس زندگی کی صدائے باز گشت
سنی سنائی کہانیوں کی طرح
میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔
سنو وہ گھگھو کی آواز آ رہی ہے۔
کیا سب رات کی چڑیاں جاگ رہی ہیں؟
کیا یہ جھاڑیوں میں سمندر رینگ رہے ہیں؟
یہ لمبی ٹانگوں اور موٹی توند والے جانور!
درختوں کی جڑیں ریت اور چٹان سے سر نکالے
سانپوں کی طرح بل کھا رہی ہیں
تا کہ ہمیں ڈرائیں اور گرفتار کرلیں۔

سوکھے درختوں میں جان پڑ گئی ھے ؛
وہ اپنے پلنچے مکڑی کی طرح
راھرو کی طرف بڑھاتے ھیں -
چوھے گروہ در گروہ
نیچی جھاڑیوں اور کائی میں پھر رھے ھیں !
اور چمکدار جگنو دل کے دل
اس پریشان جلوس کے ھمراہ ھیں ―
مگر یہ تو بتا ھم کھڑے ھیں
یا آگے بڑھ رھے ھیں ؟
ھر چیز گھومتی نظر آرھی ھے
پہاڑیاں اور درخت ملہ چڑا رھے ھیں ―
جدھر دیکھو بیشمار اگیا بیتال چمک رھے ھیں -

شیطان

ڈرو مت میرا دامن تھام لو - یہ ایک چھوٹی سی چوٹی ھے جہاں سے اس پہاڑ کی شیطانی دولت کو دیکھہ کر آدمی حیران رہ جاتا ھے ―

فاؤسٹ

سارے پہاڑ پر یہ شفق صبح سے ملتی جلتی بھیانک روشنی پھیلی ھوئی ھے بلکہ گھرے کھڈ کی تہ تک اُتر گئی ھے - کہیں بھاپ اٹھہ رھی ھے کہیں دم گھونٹنے والی گیس امنڈ رھی ھے - کہر کے باریک پردے میں ایک چمک سی ھے جو کبھی باریک دھاگے کی طرح نظر آتی ھے اور کبھی چشمہ کی طرح ابلتی ھے؛ کہیں دامن کوہ میں دور تک جال کے مانند پھیلی ھوئی ھےاورکہیں

ایک کونے میں سمٹ کر رہ گئی ہے - وہ دیکھو سامنے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں سنہری ریت کی طرح دمکتی ہیں مگر اس روشنی کی پوری آب و تاب اُس پہاڑ کی چوٹی پر نظر آتی ہے -

شیطان

ہاں دولت کے دیوتا نے اِس دعوت کی تقریب میں سارے محل کو جگمگا دیا ہے - اپنی قسمت کو دعا دے کہ تو نے یہ تماشا دیکھا - مجھے تو ابھی سے اودھمی مہمانوں کا شور سنائی دیتا ہے -

فاؤست

ہوا کیسی دیوانہ وار چل رہی ہے - میری گردن پر اُس کے تھپیڑے پڑ رہے ہیں -

شیطان

تو اِس چٹان کی پسلیوں کو مضبوط پکڑلے ورنہ یہ ہوا تجھے نیچے کھڈ میں گرادے گی - کہر نے رات کو تاریک کر دیا ہے - سن! جنگلوں میں کس غضب کا جھکڑ چل رہا ہے - الو ڈر سے ادھر اُدھر چھپتے پھر تے ہیں - سن! قصر فطرت کے سدا ہرے ستون پھٹے جاتے ہیں - شاخیں ٹوٹ کر دھم دھم گر رہی ہیں - معاذاللہ! یہ تنوں کی چر چراہٹ ' یہ جڑوں کے اکھڑنے کی آواز! درخت گر گر کو بے ترتیبی سے ایک پر ایک ڈھیر ہورہے ہیں - پہاڑوں کے درے ان سے پٹے ہوئے ہیں اور اُن کے بیچ سے ہوائیں سر سر اتی

اور چھنتی ہوئی چل رہی ہیں - تو یہ صدائیں سنتا ہے جو اوپر سے، دور سے نزدیک سے آرہی ہیں ؟ سارے پہاڑ پر اس سرے سے اُس سرے تک جادو کا گیت گونج رہا ہے -

جادو گرنیوں کی سنگت

جادو گرنیاں بروکن کو چلیں
بالیاں ہری ہیں ڈنٹھل سوکھے ہوں -
ساری برادری وہاں اکٹھی ہے
اور صدر میں حضرت فلاں بیٹھے ہیں
پہاڑ اور جنگل میں بڑھ چلو -

ایک آواز

بڑھیا باوبو اکیلی آئی
ایک سوریا پر سوار ..

سنگت

عزت والوں کی عزت کرو!
باؤ بو بی بی آگے ہوں
موٹی تازی سور یا پر
اور ہم سب اُن کے پیچھے ہوں -

ایک آواز

تو کس رستے سے آئی -

دوسری آواز

الزن اشٹائن سے ہو کر

اُلو گھونسلے میں بیٹھا تھا
دیدے نکالے گھورتا تھا --

تیسری آواز

چلی جا جلدی مٹی!
آخر اتنی تیزی کیوں ؟

سنگت

رستہ خاصا چوڑا ہے
پھر یہ دھکم دھکا کیوں ؟
جھاڑو چبھتی ہے پنجہ گڑتا ہے
بچے کا گلا گھٹتا ہے
ماں کا پیٹ پھٹتا ہے --

جادوگروں کی سنگت

ہم کچھوے کی چال چلتے ہیں --
عورتیں دور نکل گئیں ،
جب ' شیطان ' کے گھر جانا ہو
عورت ہزار قدم آگے رہتی ہے --

جادوگرنیوں کی سنگت

ہم کیوں اِس کا برا مانیں :
عورت ہزار قدم چلتی ہے
مگر وہ لاکھ تیزی کرے
مردنے ایک چھلانگ بھری اور جا پہنچا --

آواز (اوپر سے)

آؤ اوپر آ جاؤ،
پہاڑی جھیل کو چھوڑو ۔

آوازیں (نیچے سے)

ہمیں خود بلندی کی آرزو ہے؛
ہم نہا دھو کر صاف ہو گئے
مگر اولاد سے ہمیشہ محروم رہیں گے ۔

دونوں سنگتیں

ہوا تھم گئی، ستارے ڈوب گئے؛
جادو کی سنگت دیپک گاتی ہے
ہزار شعلے اُٹھتے ہیں ۔

آواز (نیچے سے)

ٹھہرو! ٹھہرو!

آواز (اوپر سے)

نیچے درے سے کون پکارتا ہے؟

آواز (نیچے سے)

مجھے بھی لے چلو! مجھے بھی لے چلو!
میں تین سو سال سے چڑھ رہا ہوں
مگر چوٹی پر نہیں پہنچ پاتا ۔
اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچنے کو تڑپتا ہوں ۔

دونوں سنگتیں

کوئی جھاڑو پر سوار، کوئی ڈنڈے پر سوار،
کوئی پلنگ پر سوار، کوئی بکرے پر سوار،

جو رہ گیا آج کے دن نیچے
وہ ہمیشہ کے لئے گیا گزرا —

نوسکھیا جادوگرنی

میں کب سے ٹھوکریں کھاتی ہوں
اور سب اتنی دور کیونکر پہنچے ؟
گھر پر مجھے چین نہیں آتا
اور یہاں قدم نہیں اٹھتا —

جادوگروں کی سنگت

جادو کا ضماد لگانے سے دل بڑھتا ہے:
کسی برتن میں بیٹھ جاؤ
اور چیتھڑے کا بادبان لگا لو
وہ جہاز کی طرح چلتا ہے
جو آج نہ اُڑا ، کبھی نہ اُڑے گا —

دونوں سنگتیں

جب ہم چوٹی پر پہنچ جائیں
تو سب کے سب اتر پڑو
اور ساری جھاڑیوں میں
ٹڈیوں کی طرح پھیل جاؤ —

(سب اترپڑتے ہیں)

فاؤسٹ

معاذاللہ ! یہ دھکم دھکا ، یہ چیخم دھاڑ ! یہ دھما چوکڑی ، یہ غل غپاڑا ! یہ چمک دمک ، یہ تپش ، یہ بد بو !

شیطان

جادو گرنیوں کا حلقہ ایسا ہی ہوتا ہے - میرا ہاتھ مضبوط پکڑلے ورنہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے - تو کہاں ہے؟

فاوست (دور سے)

یہاں!

شیطان

ارے، وہاں پہنچ گیا! ابھی سے ریلے میں آ گیا اب مجھے حکومت سے کام لینا پڑے گا - ہٹو، بچو، فولانڈ صاحب کی سواری آتی ہے - لے علامہ، میرا ہاتھ پکڑ لے - چل اس مجمعے سے نکل چلیں - اس طوفان بے تمیزی سے تو میرا جیسا شخص بھی گھبرا گیا - وہ دیکھ تھوڑی دور پر کچھ روشنی سی نظر آتی ہے - اس میں ایک خاص طرح کی چمک ہے - میرا دل بے اختیار اس جھاڑی کی طرف کھنچا جاتا ہے - آ، چپکے سے کھسک چلیں ---

فاؤست

تو بھی عجب مجموعۂ اضداد ہے! خیر میں چلتا ہوں جہاں جی چاہے لے چل - مگر میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا عقلمندی ہے - کیا ہم والپرگس کی رات کو اتنی دور چل کر بروکن پر اسی لئے آئے ہیں کہ یہاں پہنچ کر سب سے الگ جا بیٹھیں ---

شیطان

دیکھ کیسے رنگ برنگ کے شعلے ہیں! یہ بھی ایک

دلچسپ صحبت ہے؛ بجائے خود ایک چھوٹی سی انجمن ہے -

فاؤسٹ

مگر میرا جی تو وہیں رہنے کو چاہتا ہے - دیکھ کیسی روشنی ہے اور دھوئیں کے بگولے اٹھ رہے ہیں - لوگ ابلیس کے سلام کو امڈے چلے آتے ہیں وہاں بہت سے معمے حل ہوں گے —

شیطان

مگر بہت سی نئی گتھیاں بھی پڑ جائیں گی - دنیا کو ہنگامہ برپا کرنے دے؛ ہم یہاں تنہائی میں بسیرا لیں گے - یہ تو ہوتا چلا آیا ہے کہ بڑی دنیا کے اندر انسان اپنی چھوٹی دنیا الگ بنا لیتا ہے - وہ دیکھ نو جوان جادو گرنیاں ننگی کھڑی ہیں اور بڑھیوں نے ہوشیاری سے کپڑے پہن رکھے ہیں - میری خاطر ذرا دیر ان سے ہنس بول لے - تھوڑی سی زحمت ہے مگر بڑا لطف آئے گا - باجوں کی آواز سے کان پھٹے جاتے ہیں - اس کی بھی انسان کو عادت ڈالنی چاہئے - میرے ساتھ چل؛ تجھے اس سے مفر نہیں - میں جاؤں گا اور تجھے بھی لے جاؤں گا - ہمارے عہد کی تجدید ہوگی - بتا دوست اب کیا کہتا ہے؟ یہ بھی کوئی چھوٹی سی جگہ نہیں - جہاں تک نظر جاتی ہے جلسہ جما ہوا ہے - ایک قطار میں سو الاؤ جل رہے ہیں - کہیں ناچ ہو رہا ہے، کہیں گپ اڑ رہی ہے، کہیں کھانا پک رہا ہے، کہیں شراب لنڈھائی جا رہی ہے، بوس و کنار کے مزے لوٹے جا رہے ہیں - بتا اس

سے بڑھ کر دنیا میں اور کیا چیز ہے ؟

فاؤست

تو یہاں جادوگر بن کر جائے گا یا شیطان بن کر ؟

شیطان

میں اکثر بھیس بدل کر پھرتا ہوں - مگر دربار کے دن تو تمغے دکھانے کی بہار ہے - مجھے گھٹنے پر فیتہ باندھنے * کی عزت حاصل نہیں میرا مارکہ یہ گھوڑے کے سم ہیں - دیکھ وہ گھونگھا رینگتا ہوا آرہا ہے - اس کی ٹٹولنے والی نظر نے پہلے ہی بھانپ لیا کہ میں کون ہوں - میں اگر چاہوں بھی تو یہاں چھپ نہیں سکتا - چل اب ہر الاؤ کے پاس چلیں - تو شادی کا خواستگار ہے اور میں تیری طرف سے معاشقہ کرتا ہوں ---

(فاؤست کو لے کر چند لوگوں کے پاس جاتا ہے جو الاؤ کے گرد بیٹھے تاپ رہے ہیں) بڑے میاں یہ آپ الگ کیوں بیٹھے ہیں ؟ میں تو تب آپ کی تعریف کرتا جب آپ مجمع کے بیچوں بیچ ڈٹے ہوتے اور نوجوانوں کی رنگ رلیوں میں ڈوب جاتے - اکیلا رہنے کے لئے گھر پر بہت کافی موقع ہے -

جنرل

قوموں پر کون بھروسا کر سکتا ہے ! انسان ان کے لئے کتنا کچھ کرے مگر عورتوں کی طرح نوجوانوں پر جان دیتی ہیں -

---

* انگلستان کے Order of Garter کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے -

وزیر

آج کل لوگ سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں - اگلے زمانے والے پھر غنیمت تھے- عہد زرین وہی تھا جب ہمارا دور دورہ تھا —

نو دولت

ہم لوگ بھی آخر بیوقوف نہ تھے - ہم نے بھی بہت سے گناہ کئے- لیکن آج کل تو ہر چیز اُلٹ پلٹ ہورہی ہے - ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو حالت تھی وہی رہے -

مصنف

آج کل کوئی ایسی کتاب نظر سے نہیں گزرتی جس میں اوسط درجہ کا مضمون بھی ہو؛ مگر ہمارے پیارے نوجوان اپنے آپ کو ارسطو سے کم نہیں سمجھتے —

شیطان

(جو دفعتاً بہت ضعیف نظر آتا ہے)

جادو گرنیوں کے پہاڑ پر آخری بار چڑھتے ہوئے مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ لوگ قیامت کے لئے تیار ہوگئے ہیں اور چونکہ میرا چشمۂ زندگی خشک ہو رہا ہے اِس لئے دنیا کا خاتمہ بھی قریب ہے—

جادو گرنی

(جو عجائبات کی دوکان لگا ے ہے)

صاحبو کہاں جاتے ہو ذرا ٹھہرو! اس موقع کو ہاتھ سے نہ دو! میرے مال کو غور سے دیکھو- طرح طرح کی چیزیں رکھی ہیں- میری بے نظیر دوکان میں ایک چیز بھی ایسی

نہیں جس سے کبھی نہ کبھی انسان کو اور دنیا کو نقصان نہ پہنچا ہو۔ کوئی خنجر ایسا نہیں جس سے خون نہ ٹپک چکا ہو۔ کوئی پیالہ ایسا نہیں جس سے زہر قاتل نہ پیا گیا، کوئی زیور ایسا نہیں جس سے کوئی بھولی بھالی نازنین نہ پھسلائی گئی ہو، کوئی تلوار ایسی نہیں جس کا وار حریف پر پشت کی طرف سے نہ ہوا ہو —

شیطان

خالہ جان، تم زمانے کی ہوا نہیں پہنچانتیں۔ جو گزر چکا اُسے بھول جاؤ۔ اب نئی چیزوں کی دوکان لگاؤ۔ دل کشی صرف نئی چیزوں میں ہوتی ہے —

فاؤست

کہیں میں اپنے آپ کو نہ بھول جاؤں، کیا ٹھکانا ہے اس میلے کا!

شیطان

سارا مجمع اوپر جانے کے لئے دھکم دھکا کرتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ وہ دوسروں کو ریلتا ہے حالانکہ خود ریلے میں بہا چلا جاتا ہے —

فاؤست

ارے یہ کون ہے؟

شیطان

غور سے دیکھو یہ للتھ ہے؟

فاؤست

للتھ کون؟

شیطان

آدم کی پہلی بیوی - ہوشیار رہنا اُس کے خوبصورت بالوں سے - یہی اُس کی زینت ہے یہی اس کا زیور ہے - جہاں کوئی نوجوان اس دام میں گرفتار ہوا پھر اُس کی رہائی سہل نہیں ہے —

فاؤسٹ

وہ دیکھو دو عورتیں بیٹھی ہیں - ایک بوڑھی ایک نوجوان - اُن کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ ناچتے ناچتے تھک گئی ہیں —

شیطان

آج کے دن تو بس ناچ ہی ناچ ہے - وہ دیکھو پھر شروع ہوگیا آؤ ہم بھی جٹ جائیں —

(فاؤسٹ ایک نازنین کے ساتھ اور شیطان ایک بڑھیا کے ساتھ ناچتا ہے)

تخیل کا محتسب

کمبخت روحو تم کیا کر رہی ہو؟ کیا براہین قاطعہ سے یہ ثابت نہیں کردیا گیا کہ کوئی روح سچ مچ کی ٹانگوں پر نہیں کھڑی ہو سکتی؟ اور تم انسانوں کی طرح کھڑی ہو بلکہ ناچ بھی رہی ہو؟

نازنین (ناچتے ہوے)

یہ موا ہمارے ناچ میں کہاں سے گھس آیا؟

فاؤسٹ

ارے یہ تو سب کہیں پہنچتا ہے - دوسرے ناچتے ہیں تو یہ

تنقید کرتا ہے - اگر یہ ہر قدم پر تبصرہ نہ کر سکے تو گویا کوئی قدم اُٹھایا ہی نہیں گیا - سب سے زیادہ غصہ اسے اس پر آتا ہے کہ ہم آگے بڑھتے ہیں - اگر کوئی کولھو کے بیل کی طرح ایک ہی جگہ چکر کاٹا کرے جیسے یہ اپنی پرانی پن چکی میں کرتا ہے تو یہ اُس کی تعریف کرے گا، خصوصاً اگر اس کی خوشامد کی جائے --

تخیل کا محتسب

تم ابھی تک موجود ہو! کیسا اندھیر ہے! بس معدوم ہوجاؤ ہم نئی روشنی پھیلا چکے ہیں - یہ کمبخت شیطان کی اولاد کسی اصول کی پابند نہیں - ہم اتنے دانشمند ہو گئے - اس پر بھی ٹیگل * میں بھوت نظر آتے ہیں میں کتنے دن سے ان اوہام باطلہ کو دور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں - مگر دنیا کسی طرح ان سے پاک نہیں ہوتی - اس سے بڑھ کر کیا اندھیر ہوگا!

نازنیں

تو کیوں ہمارا دماغ چاٹ رہا ہے؟

تخیل کا محتسب

سلو اے روحو میں تمہارے منہ پر کہتا ہوں، مجھے اس بھوت گردی کی برداشت نہیں - میرا دماغ اسے ادراک و تعقل کے میں ترتیب دینے سے قاصر ہے --

---

(*) برلن کی نواح میں ایک قصبہ ہے --

(ناچ برابر ہو رہا ہے)

معلوم ہوتا ہے آج مجھے کامیابی نہ ہوگی - میں ہمیشہ سفر کرنے کو تیار رہتا ہوں مگر آخری سفر سے قبل انشاءاللہ اِن شیطانوں اور شاعروں کا سر کچل دونگا —

شیطان

اب یہ جا کر کیچڑ میں بیٹھے گا - جب اس کے کولے میں جونکیں چمٹیں گی تو اس کے دماغ سے بھوتوں کا مسئلہ بلکہ خود دماغ ہی غائب ہو جائیگا —

(فاؤست سے جو ناچ کے حلقے سے نکل آیا ہے)

تونے اس حسینہ کو کہاں چھوڑا جو تیرے ساتھ ناچ رہی تھی اور میٹھے میٹھے گیت گا رہی تھی ؟

فاؤست

ارے لاحول ولاقوۃ ! اس کے منہ سے تو گاتے وقت ایک لال چوھیا نکل پڑی —

شیطان

اچھا ہوا - یہ کون سی برا ماننے کی بات ہے - لال ہی چوھیا تھی بھوری تو نہ تھی - بھلا ایسی رنگ رلیوں میں اس کا خیال کون کرتا ہے —

فاؤست

اُس کے بعد —

شیطان

کیوں تو کہتے کہتے چپ کیوں ہوگیا ؟

فاؤسٹ

تو دیکھتا ہے، وہ لڑکی جس کا چہرہ اُترا ہوا ہے سب سے الگ اکیلی کھڑی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ گھسٹ رہی ہے جیسے اُس کے پیر بندھے ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اُس کی شکل پیاری گریٹشن سے ملتی ہے —

شیطان

ارے اُس قصہ کو چھوڑ! اس میں کسی کا بھلا نہیں۔ یہ ایک جادو کی پتلی ہے، ایک پیکر بےجان، ایک بت۔ اس سے آنکھ ملانا ٹھیک نہیں۔ یہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اس طرح دیکھتی ہے کہ انسان کا خون خشک ہو جائے اور وہ پتھر بن کر رہ جائے۔ تو نے میڈوسا * کا حال تو سنا ہوگا —

فاؤسٹ

واقعی یہ مردے کی سی آنکھیں ہیں جنہیں مرتے وقت کسی محبت کرنے والے نے بند نہیں کیا۔ مگر یہ تو وہی سینہ ہے جس سے گریٹشن مجھ سے لپٹی تھی۔ وہی پیارا جسم ہے جس سے میں نے اختلاط کیا تھا —

شیطان

ارے زود اعتقاد احمق یہ جادو کا کھیل ہے۔ ہر شخص کو اس میں اپنی معشوقہ کی صورت نظر آتی ہے —

---

* قدیم یونانی دیومالا میں وہ عجیب الخلقت مخلوق جس سے آنکھ ملاتے ہی لوگ پتھر کے ہو جاتے تھے —

فاؤست

ھاے یہ لذت ! ھاے یہ درد ! میں ان آنکھوں سے نظر نہیں ھٹا سکتا - اس خوبصورت گلے میں یہ لال مالا جو چاقو کے پھل سے زیادہ چوڑی نہیں کیسی بھلی معلوم ھوتی ھے -

شیطان

ھاں ! ھاں ! میں نے بھی دیکھا - وہ کبھی کبھی اپنا سر جسے پرسیس نے کاٹا تھا بغل میں دبا لیتی ھے - تیرے دل سے ابھی تک ان اوھام کا شوق نہیں گیا - آ ، ذرا اس پہاڑی پر چلیں - وھاں وئینا کے پراٹر * کا لطف آتا ھے - اگر میری آنکھیں دھوکا نہیں دیتیں تو تھیٹر کا سا تماشا ھورھا ھے - کون سا ناٹک ھے ؟

ایک زائد ایکٹر

دیکھئے اب ایک اور ناٹک شروع ھوتا ھے - یہاں سات تماشے دکھائے جاتے ھیں - چھہ ھو چکے اب یہ ساتواں ھے - یہ ایک اناڑی ڈراما نگار نے لکھا ھے اور اناڑی ایکٹر اسے کھیل رھے ھیں - معاف کیجئے گا مجھے جانا ھے کیونکہ اناڑی پن سے پردہ اُٹھانے کا کام میرے ھی سپرد ھے -

شیطان

بلا کس برگ میں تمارا ھونا ٹھیک ھے - یہی جگہ تمھارے لئے موزوں بھی ھے -

---

* وئینا پایہ تخت اسٹریا میں عوام کی تفریح گاہ ، جہاں روز سے پھر کو میلا لگتا ھے -

والپرگس کي رات کا خواب

اوبەرون * اور ٹٹا نیا کی سنہری شادی †

منیجر

میڈنگ کے سپوتو آج تمہارے آرام کا دن ھے - کیونکہ آج کا سارا سمن بس ایک پرانا پہاڑ اور ایک بھیگی ھوی وادی ھے -

نقیب

سنہری شادی نکاح کے پچاس برس گزر نے کے بعد منائی جاتی ھے مگر میرے نزدیک تو جب میاں بیوی کی دانتا کلکل ختم ھوجائے تب ھی سنہری شادی ھے -

اوبەرون

اے روحو اگر تم یہاں ھو تو ظاھر ھوجاؤ - بادشاہ اور ملکہ میں پیماں محبت کی تجدید ھور ھی ھے -

پک

پک ترچھی چال سے آتا ھے اور توڑے لے کر نا چتا ھے - پھر اور بہت سی روحیں اُس کے ساتھ رنگ رلیاں منانے آتی ھیں -

ایریل

ایریل پاک آسمانی سروں میں اپنا گیت چھیڑ تا ھے :

---

* قدیم انگلو سکسن دیو مالا میں اوبیرون جن وپری کا بادشاہ اور ٹٹا نیا ملکہ تھی -

† شادی کے پچاس برس بعد اگر میاں بیوی دونوں زندہ ھوں تو سنہری شادی منائی جاتی ھے -

اُس کی سحر نوائی کی کشش سے کھوسٹ بڑھیوں سے لے کرمہ‌لقا ناز نینوں تک کھچی چلی آتی ھیں -

اوبیرون

اگر میاں بیوی آپس میں نباھنا چاھتے ھوں تو ہم سے سبق لیں - دو آدمیوں میں محبت جب ھی قائم رہ سکتی ھے کہ ایک دوسرے سے الگ رھیں -

ٹٹانیا

اگر میاں گال پھلائے اور بیوی منہ تھتھائے تو انھیں ایک دوسرے سے جدا کر دو؛ بیوی کو دکھن کی طرف لے جاؤ اور میاں کو اتر کے سرے پر پہنچا دو -

باجے کی سنگت (اونچے سر میں)

مکھی کا گلا (۱) *
مچھر جی کی ناک (۲)
اور اُن کا سارا کنبہ
گڑھیا کا مینڈک (۳)
اور گھاس کا جھینگر (۴)
یہ ہمارے گوئیے ھیں -

اکیلا باجا

وہ دیکھو صابون کا بلبلہ (۵)
وہ ہماری ترھی ھے؛
اس کی بھدی ناک سے

---

* (۱) تا (۵) - یہ سب روحوں کے نام ھیں -

سوں سوں کی آواز سلو -

روح (جو ابھی بن رہی ہے)

مکڑی کے پیر اور مینڈک کا پیٹ '
اور چھوٹے چھوٹے پلکھ '
ان سے چاہے کوئی جانور نہ بنے
مگر ایک شعر تو بن جائے گا -

ناچنے والوں کا جوڑا

چھوٹے قدم اور لمبے توڑے
پھولوں کی عطر بار فضا میں '
شہد سی شبنم کے فرش پر ؛
بیشک تو بہت تیز رفتار ہے
مگر نسیم سحری کے برابر نہیں -

متجسس سیاح

کہیں یہ بہروپ کا کھیل تو نہیں
میری نظر مجھے دھوکا تو نہیں دیتی
کیا میں واقعی آج یہاں
حسین دیوتا ' اوبھرون ' کو دیکھ رہا ہوں ؟

ایک راسخ العقیدہ بزرگ

نہ اس کے دم ہے اور نہ پلنجے
مگر اس میں کوئی شبہہ نہیں ہوسکتا
کہ یونان کے دیوتاؤں کی طرح
یہ بھی شیطان ہے -

شمالی صناع

آج میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں
یہ محض ایک خاکہ ہے ؛
مگر ایک دن وہ بھی آئیگا
جب میں اطالیہ کا سفر کرونگا ۔

زباں داں

افسوس ! میری شامت تھی کہ میں یہاں آیا ؛
لوگ کیسے کیسے ثقیل الفاظ اِستعمال کر رہے ہیں
اور اِن ساری چڑیلوں میں
صرف دو کے سر پر " وگ " (*) ہے

نوجوان جادوگرنی

" وگ " ہو یا قبا
یہ سب کھوسٹ بڑھیوں کے لئے ہے ۔
میں تو ننگی بکرے پر بیٹھی
اپنا گداز جسم دکھاتی ہوں ۔

ادھیڑ جادوگرنی

تم چھوکریوں سے الجھنا
ہماری شان کے خلاف ہے ۔
مگر اتنا میں ضرور کہونگی ۔

---

* مصنوعی بال ۔ ' گوئٹے ' کے زمانے تک ' فرانس ' کی تقلید میں مصنوعی بال پہننے کا فیشن تھا ۔

کہ تمہاری جوانی اور خوبصورتی میں کیڑے پڑیں -

بینڈ ماسٹر

مکھی کے گلے اور مچھر کی ناک،
اس ننگی عورت کے پاس نہ کھڑے ہو؛
گڑھیا کے مینڈک اور گھاس کے جھینگر،
سر کو چھوڑ کر بھسرے نہ ہو جاؤ -

مرغ باد نما (ایک رخ پر)

کیسی دلپذیر صحبت ہے!
جدھر دیکھو کنواریاں نظر آتی ہیں
اور اسی تعداد میں کنوارے ہیں؛
انہیں لوگوں کے سر کے پر امیدوں کا سایہ ہے۔

(دوسرے رخ پر)

اگر ابھی زمین پھٹ کر
ان سب کو نگل نہ گئی
تو میں دوڑ کر
جہنم میں کود پڑونگا -

بینڈ ماسٹر

گڑھیا کے مینڈک اور گھاس کے جھینگر؛
تم دونوں کمبخت اعطائی ہو؛
مکھی کے گلے اور مچھر کی ناک
تم اسی برتے پر گوئیے بنتے تھے -

عمدہ ناچنے والے

جتنے رند ہیں اِس سب کے سب
بےفکرے کہلاتے ہیں؛
ہم پہروں سے ناچتے ناچتے تھک گئے۔
اب سر سے ناچنا شروع کرتے ہیں۔

پرانے ناچنے والے

ہم نے بڑے بڑے کمال دکھائے
مگر اب خدا ہی حافظ ہے!
ہمارے جوتے ناچتے ناچتے گھس گئے —
اب ہم ننگے پیر ناچتے ہیں —

شہاب ثاقب

میں اوج سما سے آتشی نور کے حلقے میں
زمین پر اُترا؛
مگر اب گھاس پر پڑا ہوں اور کوئی اتنا نہیں
جو مجھے اُٹھا کر کھڑا کر دے —

موٹے لوگ

ہٹو جگہ دو! حلقہ باندھ کر کھڑے ہو!
ورنہ ساری گھاس کچل جائے گی؛
روحیں آ رہی ہیں
اور وہ بھی موٹی تازی ہوتی ہیں —

پک

ہاتھی کے بچوں کی طرح

ایسے بھاری بھاری قدم نہ رکھو
آج کے دن تم سب میں
پک ھی سب سے موٹا ہے -

ایریل

محبت والی مادر فطرت نے '
روح کائنات نے ' تمھیں پلکھ عطا کئے ھیں؛
میری طرح سبک رفتاری سے
گلاب کی پہاڑی پر چلو -

باجے کی سنگت
(بہت مدھم سر میں)

بادل کے ٹکڑے ' اور کہر کی گھٹا '
کلنج باغ میں نسیم ' اور بانسری میں نغمہ '
غرض ہر چیز منتشر ہو رہی ہے
سپیدۂ سحری نمودار ہو رہا ہے -

کھریلا دن

میدان

' فاؤست ' - ' شیطان '

فاؤست

دکھہ کی ماری ! جان سے عاجز ! نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتی پھری اور اب گرفتار ہو گئی ! وہ بد نصیب نازنین مجرموں کی طرح قید کی سختیاں جھیل رہی ہے ! یہاں تک

نوبت پہنچی! ہائے یہاں تک! — اور تونے اے دغا باز
نابکار روح، یہ باتیں مجھ سے چھپائیں! — ٹھہر! کہاں جاتا
ہے؟ اپنے شیطانی دیدے غصہ میں مٹکائے جا! اپنی ناقابل
برداشت صحبت سے میرا جی جلائے جا! — قید میں! اس
مصیبت میں جس سے چھٹکارا نہیں! خبیث روحوں کے
بس میں، بیدرد نوع انسانی کے پنجۂ احتساب میں! اور
مجھے تونے اس عرصہ میں بد مذاقانہ تفریحوں میں اُلجھائے
رکھا؛ اُس کی روز افزوں مصیبت کو مجھ سے چھپایا اور
اس کو یاس اور بیکسی کے عالم میں برباد ہونے دیا —

شیطان

وہ پہلی تو نہیں - دریں ورطہ کشتی فرو شد هزار -

فاؤسٹ

کتے! قابل نفرت راکھشس! اے روح مطلق اس کی قلب
ماہیت کردے! اسے پھر وہی کتا بنا دے جو راتوں کو میرے
آگے آگے دوڑتا تھا، بیچارے مسافروں کے پیروں میں لپٹ کر
اُنہیں گرا دیتا تھا اور اُن کا گلا دباتا تھا - اس کی وہی شکل بنا
دے جو اسے مرغوب ہے تاکہ یہ میرے آگے مٹی میں لوٹے اور میں اسے
اپنے اپنے پیروں سے کچلوں! — وہ پہلی نہیں! — ہائے افسوس!
صد هزار افسوس! کون انسان اِس تصور کی تاب لا سکتا ہے
کہ ایک سے زیادہ مخلوق اِس عذاب میں گرفتار ہے؟ ایک کا
اس طرح ایڑیاں رگڑ کر مرنا اُس ستار و غفار کی نظر میں
اور سب کی نجات کے لئے کافی نہیں! میرا تو ایک ہی کی

مصیبت دیکھ کر گوشت پوست گھلا جاتا ہے اور تو ہزاروں کو اس حال میں دیکھ کر اطمینان سے زہر خند کرتا ہے!

شیطان

اب ہم اُس نقطے پر پہنچ گئے جو تیرے ابنائے جنس کے طائر فکر کی حد پرواز ہے — تو نے ہم سے عہد رفاقت کیوں کیا جب تو اسے پورا نہیں کرسکتا ؟ اڑنے کا حوصلہ وہ کرے جس کا سر نہ چکرائے - میں زبردستی تیرے پیچھے پڑا تھا یا تو میرے گلے کا ہار بن گیا تھا ؟

فاؤست

اپنے آدم خور میرے آگے دانت نہ پیس ! مجھے گھن آتی ہے ! — اے بلند و برتر روح جس نے مجھے اپنا جلوہ دکھا کر سرفراز کیا ، جو میرے دل کے بھید سے واقف ہے ، تو نے کیوں اس مردود ساتھی کو مجھ پر مسلط کردیا جو لوگوں کی مصیبت دیکھ کر نہال ہوتا ہے اور ان کی تباہی سے پلتا ہے ؟

شیطان

بس کہہ چکا یا کچھ اور کہنا ہے ؟

فاؤست

اس کو قید سے چھڑا ! ورنہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو ابدآلاباد تک !

شیطان

میں ملتقم حقیقی کی زنجیروں کو نہیں توڑ سکتا ، اُس

کے قید خانے کے قفل کو نہیں کھول سکتا - میں اُسے چھڑاؤں ؟ اُسے اس تباہی میں کس نے ڈالا ؟ میں نے یا تو نے !

فاؤست

(وحشت آمیز نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا ھے)

شیطان

کیا تو رعد و برق کی تلوار ڈھونڈھ رہا ہے ؟ اتنا اچھا ھے کہ تم فانی انسانوں کو یہ حربہ نہیں دیا گیا ! جو بے گناہ سامنے پڑ جائے اُسے کچل کر اپنے دل کی بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرنا یہ ظالموں کا ھمیشہ سے دستور ھے -

فاؤست

مجھے اُس کے پاس لے چل ! جیسے بنے اُسے چھڑانا چاھئے !

شیطان

مگر یہ سمجھ لے کہ تو اپنے آپ کو ھلاکت میں ڈال رہا ھے - شہر میں تجھ پر خون کرنے کا الزام اب تک قائم ھے - مقتول کی قبر پر انتقام کی روحیں اب تک منڈلا رہی ھیں اور قاتل کے لوٹنے کی راہ دیکھ رہی ھوں -

فاؤست

میری قسمت میں تھا کہ تجھ سے یہ باتیں سنوں ! تجھ سے اے بیرحم راکھشس ، جس کے سر پر ایک عالم کا خون ھے ! چل ، مجھے لے چل اور اُس کو چھڑا !

شیطان

میں تجھے لے چلوں گا اور جو کچھ کر سکتا ھوں کروں گا

کیا تو سمجھتا ہے کہ زمین و آسمان کی ساری طاقت میرے قبضے میں ہے ؟ میں پہرے والوں کو بیہوش کردونگا ، تو قید خانے کی کنجی لے کر اُسے نکال لانا — ایسے انسان ہی کا ہاتھہ کر سکتا ہے — میں دیکھتا رہونگا کہ کوئی آنے نہ پائے - جادو کے گھوڑے تیار رہیں گے اور میں تجھے بٹھا کرلے جاؤں گا — یہ میرا کام ہے —

فاؤست

اچھا اُٹھہ اور فوراً چل !

رات

کھلا میدان

(فاؤست اور شیطان کھیمت گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے ہیں)

یہ لوگ رابن اشتائن کے پاس کیا کر رہے ہیں ؟

جانے کیا چیز پکا رہے ہیں -

فاؤست

ارے یہ تو کبھی ہوا میں منڈلاتے ہیں ، کبھی ڈوبتے گرتے ہیں ، کبھی سر ہلاتے ہیں کبھی جھکتے ہیں -

شیطان

یہ چڑیلوں کا جلسہ ہے -

فاؤست

وہ کوئی چیز پھیلکتی جاتی ہیں اور منتر پڑھتی جاتی ہیں ٭

شیطان

آگے بڑھ ! آگے بڑھ !

قید خانہ

(فاؤست ایک کلجیوں کا گچھا اور چراغ ہاتھ میں لئے ایک
لوہے کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہے)

آج مدت کے بعد میرے جسم پر لرزش طاری ہے—نوع انسانی کی ساری مصیبت کا بوجھ میرے دل پر ہے - وہ ان سیلی ہوئی دیواروں کے اندر رہتی ہے اور ایک دلفریب وہم نے اُسے برباد کر دیا - تو اس کے پاس جاتے جھجکتا ہے' اُس سے آنکھ ملاتے ڈرتا ہے — جلدی چل' تو اس حیص بیص میں ہے اور موت قدم بڑھائے آ رہی ہے —

(وہ قفل کھولنے لگتا ہے اندر سے گانے کی آواز آتی ہے)

میری ماں بیسوا'
جسنے میرا ناس مارا'
میرا باپ خدائی خوار'
جو مجھے کچا نگل گیا'
میری ننھی سی بہن نے'
میری ہڈیاں ایک ٹھنڈی جگہ دفن کر دیں
پھر میں ایک حسین جنگلی چڑیا بن گی !
اور ہر طرف اُڑتی پھرتی ہوں —

فاؤست

اسے یہ خبر نہیں کہ اس کا عاشق کان لگائے بیڑیوں کی

کھڑکھڑاہٹ اور پیال کی سرسراہٹ سن رہا ہے —
(داخل ہوتا ہے)

مارگریتے

(بستر میں چھپ جاتی ہے) ہائے لوگ آگئے۔ اب موت کا سامنا ہے —

فاؤست

چُپ! چُپ! میں تجھے چھڑانے آیا ہوں -

مارگریتے

(زمین پر گر پڑتی ہے) اگر تو انسان ہے تو میری مصیبت پر رحم کر -

فاؤست

تو چیخ چیخ کر پہرے والوں کو جگادے گی - (بیڑیوں کو پکڑ کر کھولنا چاہتا ہے)

مارگریتے

اے جلاد تجھے کس نے یہ اختیار دیا ہے کہ مجھے آدھی رات کو لیجائے۔ رحم کر اور مجھے تھوڑی دیر اور جی لینے دے - کیا کل صبح تک ٹھہرنے میں کچھ دیر ہو جائے گی (وہ اُٹھہ بیٹھتی ہے) کیسی کم سنی میں مجھے جان دینا پڑا ۔ میں حسین تھی اور اسی حسن نے مجھے برباد کیا ۔ میرا دوست میرے پاس تھا اور اب دور ہے - سہرے کی لڑیاں ٹوٹ گئیں ، پھول بکھر گئے - تو اس بیدردی سے میری بیڑیاں نہ کھینچ! مجھہ پر رحم کر! کیا میری منتوں سے تیرا دل نہ پسیجے گا

آخر سوں نے تیرا کیا بگاڑا ھے ؟ پہلے کبھی تیری صورت تک نہیں دیکھی !

فاؤست

ھائے مجھہ سے یہ روحانی اذیت نہیں سہی جاتی !

مارگریٹے

اب تو میں تیرے بس میں ھوں - مجھے اتنی مہلت دے کہ میں بچے کو دودھ پلالوں - میں اُسے ساری رات کلیجے سے لگائے رھی ظالموں نے اُسے مجھہ سے چھین لیا اور کہتے ھیں کہ میں نے اُسے مار ڈالا - اب مجھے کبھی خوشی نصیب نہ ھوگی - لوگ مجھہ پر گیت بنا کر گاتے ھیں ! ھائے یہ کیسا ستم ھے ! ایک پرانی خواب کی سی کہانی یوں ختم ھو گئی ' اُن سے کس نے کہا ھے کہ اُس کی تعبیر کریں ؟

فاؤست

(اُس کے قدموں پر گرتا ھے) تیرا عاشق تیرے پیر پڑتا ھے کہ تجھے دردوالم سے چھڑائے -

مارگریٹے

(اُس کے قریب گھٹنوں کے بل جھکتی ھے)

آ ھم دونوں مل کر
خاصان خدا کو
مدد کے لئے پکاریں -
دیکھہ اسیڑ ھیوں کے نیچے
دھلیز کے قریب
جہنم کی آگ بھڑک رھی ھے

شیطان رجیم
غصے میں بھرا
چلا رہا ہے -

فاؤست

(بلند آواز سے) گریتشن ! گریتشن !

مارگریتے

(متوجہ ہوجاتی ہے) یہ تو میرے دوست کی آواز تھی !
(وہ اچھل کر کھڑی ہو جاتی ہے بیڑیاں ٹوٹ کر گرتی ہیں)
وہ کہاں ہے ؟ میں نے ابھی اُس کے پکارنے کی صدا سنی تھی - میں آزاد ہوں ! مجھے اب کون روک سکتا ہے ؟ میں دوڑ کر اُس کے گلے لگ جاؤں گی ! اُس نے ' گریتشن ' کہہ کر پکارا تھا ! وہ دہلیز پر کھڑا تھا - میں نے جہنم کے شور و شغب ' اور شیطان کی غضب ناک طعن و تشنع کے درمیان اُس کی محبت بھری آواز پہچان لی —

فاؤست

غور سے دیکھہ ' میں ہی تو ہوں !

مارگریتے

تو ہی ہے ! ایک بار پھر کہہ ! (اُس سے لپٹ جاتی ہے)
ہاں بیشک تو ہی ہے! تو ہی ہے! اب وہ سارا درد و الم کہاں گیا ؟ وہ کال کوٹھری کا خوف ؟ وہ زنجیروں کا ڈر؟ ہاں تو ہی ہے! مجھے چھڑانے آیا ہے ! میری خلاصی ہوگئی ! — اب میری نظر کے سامنے وہ سڑک ہے جہاں میں نے تجھے پہلی بار

دیکھا تھا اور وہ مہکتا ہوا باغ جہاں 'مارتھ' اور میں تیرا انتظار کر رہی تھی —

فاؤسٹ

(چلنے کا قصد کرتے ہوے) آ میرے ساتھ چل! جلدی کر جلدی!

مار گریٹے

دم بھر ٹھہرو! جہاں تو ہے وہاں سے ہٹنے کو جی نہیں چاہتا۔ (پیار کرتی ہے)

فاؤسٹ

جلدی چل! ٹھہرنے میں بڑا خطرہ ہے —

مار گریٹے

ہائیں! تو مجھے پیار نہیں کرتا؟ چند ہی دن کی جدائی میں بوسہ لینا بھول گیا؟ تیرے آغوش میں میرا دل کیوں دھڑکتا ہے؟ پہلے تو تیری باتوں میں' تیری نظروں میں مجھے جنت کا لطف آتا تھا تو اتنے بوسے لیتا تھا کہ میرا دم گھٹنے لگتا تھا۔ مجھے پیار کر! ورنہ میں تجھے پیار کرتی ہوں! (اُس سے لپٹ جاتی ہے)

ہائے تیرے ہونٹھ سرد ہیں

اور خاموش؛

وہ تیری محبت

کہاں گئی؟

مجھے کس نے اُس سے محروم کر دیا؟

(ملہ پھر لیٹی ہے)

فاؤسٹ

آ ! میرے ساتھ چل ! میری پیاری ! دل کو مضبوط کر لے ! میں تجھے ہزار گلے جوش سے گلے لگاؤں ! میرے ساتھ چل ! میری بس یہی التجا ہے !

مارگریٹ

(اُس کی طرف رخ کرکے) کیا تو ہی میرا عاشق ہے ؟ تجھے پورا یقین ہے ؟

فاؤسٹ

ہاں میں ہی ہوں ! خدا کے لئے چل !

مارگریٹ

تو نے میری بیڑیاں توڑ دیں ' اور مجھے گلے لگایا ۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ تجھے میرے پاس آتے گھن نہیں آتی ۔ اے بھلے آدمی تجھے معلوم بھی ہے کہ تو کسے چھڑا رہا ہے ؟

فاؤسٹ

جلدی چل ! اندھیری رات گذری جاتی ہے ۔

مارگریٹ

میں نے اپنی ماں کی جان لی ' اپنے بچے کو دریا میں ڈبو دیا ۔ کیا تیرا اور میرا نہیں تھا ؟ تیرا بھی — تو ہی ہے ! مجھے یقین نہیں آتا ۔ ذرا اپنا ہاتھ ادھر لا ! نہیں یہ خواب نہیں ہے ! کیا پیارا ہاتھ ہے ! مگر یہ تو

بھیگا ہوا ہے! اسے پوچھ لے! مجھے اس میں خون نظر آتا ہے۔ ہائے یہ تو نے کیا کیا! تلوار کو میان میں کرلے! میں تیری منت کرتی ہوں —

فاؤست

گذری ہوئی باتیں بھول جا۔ میں اس صدمہ سے ہلاک ہو جاؤں گا —

مارگریٹے

نہیں تجھے زندہ رہنا چاہئے! میں تجھے قبروں کا حال بتاتی ہوں۔ تو کل ہی صبح ان کی فکر کر۔ میری ماں کو سب سے اچھی جگہہ دفن کرنا اور اس کے پاس میرے بھائی کو؛ مجھے ذرا ہٹ کر مگر زیادہ دور نہیں؛ ننھے کو میرے داہنے پہلو میں۔ اور کسی کی قبر تو میرے قریب کا ہے کو بنے گی! — تیرے سینے سے لپٹ کر مجھے کیسی راحت ملتی تھی! مگر اب خوشی کبھی نصیب نہ ہوگی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں زبردستی تیرے گلے کا ہار بن گئی تھی اور تو مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ مگر تو ہی تو میرا عاشق ہے؛ تیری آنکھوں سے کیسی نیکی اور پارسائی ٹپکتی ہے —

فاؤست

اگر تجھے یہ احساس ہے کہ میں ہی تیرا چاہنے والا ہوں تو میرے ساتھ چلی آ!

مارگریٹے

وہاں؟

فاؤسٹ

آزادی کی کھلی ہوا میں —

مارگریٹے

اگر وہاں قبر ہے اور موت میری راہ دیکھ رہی ہے تو میں چلتی ہوں! یہاں سے ابدی خواب گاہ میں مگر وہاں سے آگے ایک قدم بھی نہیں - کیا تو جاتا ہے؟ ہائنرش، کاش میں تیرے ساتھ چل سکتی!

فاؤسٹ

چل کیوں نہیں سکتی! چلنے پر راضی تو ہو! دروازہ کھلا ہے!

مارگریٹے

میری مجال نہیں کہ یہاں سے جاؤں - میری رہائی کی کوئی صورت نہیں - بھاگنے سے کیا فائدہ؟ لوگ میری تاک میں ہیں - یہ کیا کم مصیبت ہوگی کہ بھیک مانگتی پھروں اور وہ بھی دل میں چور لئے ہوئے؟ یہ کیا کم مصیبت ہوگی کہ پردیس میں ٹھوکریں کھاتی پھروں؟ اور پھر ایک نہ ایک دن پکڑا جانا ضروری ہے —

فاؤسٹ

تو پھر میں بھی تیرے پاس رہوں گا -

مارگریٹے

جلدی جا! جلدی جا! اپنے معصوم بچے کی جان بچا - بس دیر نہ کر! چشمے کے کنارے کنارے سیدھا چلا جا اور پل سے گزر کر جنگل میں بائیں طرف مڑ جا جہاں تالاب میں ایک

تختہ رکھا ہے ۔ دوڑ اُسے تھام لے ! دیکھہ وہ اُبھرا ! ابھی تک ھاتھہ پاؤں مار رھا ہے ۔ بچا لے بچا لے !

فاؤسٹ

خدا کے لئے ھوش میں آ ! بس جہاں ایک قدم اٹھایا پھر تو آزاد ہے !

مارگریٹے

کاش ھم اس پہاڑ کے پاس سے جلد گذر جاتے ! وہ دیکھہ میری ماں ایک چٹان پر بیٹھی ہے ۔ مجھے ڈر سے ٹھنڈا پسینہ آتا ہے ۔ میری ماں چٹان پر بیٹھی ہے اور اس کا سر ھل رھا ہے ۔ وہ نہ بلاتی ہے نہ اشارہ کرتی ہے ۔ اس کا سر بھاری ہے ! وہ اتنی دیر سوئی کہ اب کبھی نہ جاگے گی ۔ اسے میں نے سلا دیا تھا کہ ھم دونوں بے کھٹکے ھم آغوشی کا لطف اٹھائیں ۔ ھائے وہ بھی کیا اچھے دن تھے !

فاؤسٹ

نہ خوشامد سے کام چلتا ہے نہ سمجھانے سے ۔ اب چاھے جو کچھہ بھی ھو میں تجھے زبردستی اٹھائے لئے چلتا ھوں ۔

مارگریٹے

خبردار ھاتھہ نہ لگانا ! مجھے اس زبردستی کی برداشت نہیں ! تو کیوں جلاد کی طرح مجھے گھسیٹتا ہے ؟ کیا میں نے ہمیشہ تیری ناز برداری نہیں کی ؟

فاؤسٹ

دن نکلا چاھتا ہے ! میری پیاری خدا کے لئے مان جا

مارگریٹے

دن ؟ ہاں دن ہونے والا ہے ! آخری دن آ رہا ہے - یہ دن میری شادی کا تھا ! کسی سے یہ نہ کہنا کہ تو گریتشن کے پاس تھا ! ہائے میرا سہرا ! جو ہونا تھا وہ ہو گیا ! اب ہم پھر ملیں گے ؛ مگر ناچ میں نہیں - لوگوں کا ہجوم ہے ، سب خاموش ہیں - گلیوں میں اور چوک میں تل دھرنے کی جگہ نہیں - موت کا گھنٹہ بج رہا ہے - بانس ٹوٹ گیا - لوگ میری مشکیں کس رہے ہیں اور مجھے گھسیٹتے ہوئے قتل گاہ میں لئے جا رہے ہیں - جلاد کی تیز تلوار جو پہلے اور گردنوں پر چمکی تھی اب میری گردن پر چمک رہی ہے - دنیا قبر کی طرح خاموش ہے ---

فاؤست

آہ ! کاش میں کبھی پیدا نہ ہوتا !

شیطان

(دروازے کے باہر نظر آتا ہے) اٹھو ! ورنہ تمہارے بچنے کی کوئی صورت نہیں - آخر یہ فضول حیص بیص کب تک ! یہ شش و پنج ، یہ تمہل و قال ! میرے گھوڑے سردی میں کانپ رہے ہیں ، صبح کی روشنی نمودار ہے ---

مارگریٹے

یہ زمین کے اندر سے کون سی شکل ظاہر ہوئی ؟ یہ وہی ہے ! وہی ہے ! اسے یہاں سے نکال دے ! اس پاک مکان میں اس کا کیا کام ؟ یہ میری روح چاہتا ہے !

فاؤسٹ

تو زندہ رہے گی !

مارگریٹے

اے داور حقیقی ! میں اپنی روح تجھے سونپتی ہوں —

شیطان

چل ! چل ! ورنہ میں تجھے بھی اسی کے ساتھ چھوڑ جاؤں گا —

مارگریٹے

میں تیری ہوں اے آسمانی باپ ! مجھے نجات دے ! اے فرشتو ، اے عالم قدس کے لشکرو ! میرے گرد جمع ہو جاؤ اور میری حفاظت کرو - ہائنرش ! تجھے تجھے دیکھ کر میرا دل لرزتا ہے —

شیطان

اب یہ نہیں بچتی !

عالم بالا کی صدا

بچ گئی !

شیطان

(فاؤسٹ سے) آ میرے ساتھ !

(فاوسٹ کے ساتھ غائب ہو جاتا ہے)

قید خانے کے اندر سے آواز آ رہی ہے —

ہائنرش ! ہائنرش !